از تصانیف

فاضل اجل و عالم بے بدل جناب مولوی غلام قادر صاحب قریشی چشتی سیالوی

بھیروی مرحوم مدفون مسجد بیگم شاہی، لاہور

سلسلۂ قادری حنفی مذہب میں

اسلام کی پہلی کتاب

خوش خط ○ اور عکسی

ناشرین

ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز

کشمیری بازار، لاہور

کتبہ: سید احمد عرفان رقم

(کوچہ کندی گراں، لاہور)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ کی توحید[1]
ذاتی و صِفاتی کا بیان

اللہ ایک ہے۔ کوئی اُس کا ثانی[2] نہیں۔ بیٹے اور بی بی سے پاک ہے۔ وُہ سب کا مالِک ہے۔ اُس کا کوئی شریک[3] نہیں۔ بادشاہ ہے، اُس کا کوئی وزیر نہیں۔ کاریگر ہے، اُس کا کوئی صلاح کار نہیں۔ آپ ہی موجُود ہے، کِسی پیدا کرنے والے کا مُحتاج نہیں۔ کُل عالم اُسی نے پیدا کِیا۔ اُس کے وجُود کی ابتدا[4] نہیں۔ اُس کے بقا[5] کی انتہا[6] نہیں۔ قدیم سے ایک چلا آتا ہے۔ جوہر نہیں کہ اُس کا مکان ہو۔ عرض نہیں کہ بقا اُس کی محال ہو۔ جسم نہیں کہ اُس کی جہت ہو یا طرف ہو۔ ہر جہت اور طرف سے پاک ہے۔ دِل کے ساتھ دکھائی دیتا ہے نہ آنکھ کے ساتھ۔ عرش اور عرش کے اندر کی سب چیزیں اُس نے قائم کی ہیں۔ عقل سے

---

[1] توحید، ایک ہونا [2] ثانی، دوسرا [3] ساتھی [4] شروع [5] باقی رہنا [6] انجام۔ اخیر۔

معلوم ہوتا ہے۔ نہ زمان میں ہے نہ مکان میں۔ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ مکان و زمان کو اُس نے پیدا کیا۔ زِندہ ہے۔ مخلوق کی نگہبانی سے تھکتا نہیں۔ اُس میں کوئی صفت مخلوقات[1] کی نہیں۔ سب سے پہلے موجُود تھا۔ کوئی چیز اُس کے ساتھ نہ تھی۔ قیُّوم ہے، سوتا نہیں۔ آپ قائم ہے اور سب کو قائم کرنے والا ہے۔ قہّار[2] ہے۔ کوئی اُس پر چڑھائی نہیں کرتا۔ کوئی شَے اُس کی مِثال نہیں۔ عرش کو پَیدا کر کے اُستوار کی حد بنائی۔ کُرسی بنا کر اُس میں سات آسمان و زمین اور لَوح و قلم پَیدا کیئے۔ قیامت تک جو کچھ ہونا ہے، سب کچھ اس میں لکھا ہے۔ اس جہان کی مِثال پہلے نہ تھی۔ رُوح کو بدن میں امین[3] بنایا۔ اِس رُوح والے بدن کو زمین میں خلیفہ[4] بنایا۔ زمین و آسمان کی سب چیزیں اُس کی تابع کر دیں اُس کا عِلم سب پر مُحیط[5] ہے۔ ذرّہ ذرّہ کا شمار اُس کو معلوم ہے۔ جہل اور کِذب اَور ہر عَیب سے پاک ہے۔

---

[1] مخلوقات، پیدائش [2] قہّار، غالب، زبردست۔ [3] امین، امانت رکھنے والا [4] خلیفہ، نائب [5] محیط۔ گھیرنے والا۔

انبیاے[1] کرام[4] کا بیان

اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ نبی آدم علیہ السّلام کو رُتبہ نبوّت کا دیا ہے۔ اِس رُتبہ میں اِس قدر اِستعداد[2] ہوتی ہے کہ جبریل علیہ السّلام سے رُو برُو بات چیت کرتے ہیں۔ جبریل علیہ السّلام جو کلام اللہ کی طرف سے لاتے رہے، اُس کا نام وحی ہے۔ ایک[3] لاکھ چوبیس ہزار نبی ہُوئے ہیں۔ تین سو تیرہ رسُول[4] ہُوئے۔ رسُول وہ تھے، جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت جدید[5] و صحیفہ[6] کتاب جبریل علیہ السّلام لاتے رہے۔ اوّل انبیاء حضرت آدم علیہ السّلام ہیں۔ خاتم الانبیاء اور رُسل حضرت محمّد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں۔ رسالت کے مدارج[7] اُن پر ختم ہوئے۔ کُل صحیفے ایک سو نازل ہوئے۔ دس حضرت آدم

---

[1] انبیاء جمع نبی بمعنی غیب کی خبریں بتانے والا (کنز الایمان) [2] استعداد، تیار ہونا۔ لیاقت
[3] دوسری روایت دو لاکھ چوبیس ہزار کی بھی آئی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ سب انبیاء پر ایمان لائے اور عدد معین نہ کرے۔ تاکہ دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے۔ یہی مسلک سیّدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے [4] جدید، نیا [5] صحیفہ، کتاب [6] مدارج، درجے۔

علیہ السّلام پر، پچاس حضرت شعیب علیہ السّلام پر، دس حضرت ادریس علیہ السّلام پر، دس حضرت نُوح علیہ السّلام پر، دس حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر، توریت سے پہلے دس صحیفے حضرت موسٰی علیہ السّلام پر۔ چار کتابیں نازل ہوئیں۔ زبُور حضرت داؤد علیہ السّلام پر، توریت حضرت موسٰی علیہ السّلام پر، اِنجیل حضرت عیسٰی علیہ السّلام پر اور قرآن مجید حضرت محمّد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم پر۔ کُل صحائف اور کتابوں کے عِلم بھی قرآن مجید میں ہیں اور ان کے علاوہ بھی بے شمار ہیں۔ کُل انبیاء و رُسل کے کمالات بھی حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم میں ہیں۔ اور اپنے ذاتی اِن کے علاوہ بے شمار ہیں۔ وہ کُل پیغمبروںؑ کے سردار ہیں۔ یثاق[1] کے روز جس نے پہلے بلٰی کہا تھا، وہ حضرت محمّد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ہی تھے۔ سب مخلوقات سے پہلے ان کا نور[2] پیدا ہوُا۔ سب فرشتے، انبیاء و مومن ان کے

---

[1] یثاق، عہد۔ اقرار [2] آپ کے نور کی حقیقت دیکھنی ہو تو اسلام کی دسویں کتاب مصنفہ مولوی غلام قادر صاحب اور کتاب الرسالت منگا کر پڑھیں۔

نور کے چمکارے سے پیدا ہوئے۔ وہ اُس وقت نبیؐ تھے۔ سارے رُوحوں کو سُبحَانَ اللہ پڑھنے کی تعلیم[1] فرماتے تھے۔ قیامت کے روز اوّل قبر سے آپؐ ہی اُٹھیں گے اور خلعتِ[2] خاص اوّل آپؐ ہی کو پہنایا جائے گا۔ اوّل آپؐ ہی سب کی شفاعت فرمائیں گے اور اب بھی اُمّت کی شفاعت فرما رہے ہیں۔ اوّل پُل صراط سے آپؐ ہی گزریں گے اور اوّل بہشت میں آپؐ ہی داخل ہوں گے۔ سب اُمّتوں سے پہلے آپؐ ہی کی اُمّت بہشت میں داخل ہوگی۔ آپؐ کے بدن مُبارک پر مکھّی نہیں بیٹھتی تھی۔ آپؐ کے سر مُبارک پر بادل سایہ کرتا تھا۔ آپؐ کا سایہ نہ تھا۔ آپؐ جیسا آگے دیکھتے تھے، ویسا ہی پیچھے دیکھتے تھے۔ آپؐ اندھیرے میں ایسا ہی دیکھتے تھے، جیسا روشنی میں۔ آپؐ آسمان کے دروازوں کے کھُلنے اور بند ہونے کی آواز سُنتے تھے۔ آپؐ کی آواز اتنی دُور جاتی تھی کہ دُوسروں کی آواز اُس کے عشر عشیر[3] تک نہ پہنچتی تھی۔ جب کسی جنگل میں قافلہ پیاسا ہوتا، آپؐ ایک پانی کے پیالے

---

[1] تعلیم، سکھانا [2] خلعت، سرو پا [3] عشر عشیر، دسواں حصّہ۔

میں پنجہ مبارک رکھتے تو وہ پیالہ پانی سے اِتنا اُچھلتا کہ
سارے قافلے کے اُونٹ اَور گھوڑے پانی سے سیراب ہو
جاتے اور آپؐ کا سارا قافلہ بھی سیراب ہو جاتا۔ آپؐ
نے حضرت جابرؓ[1] رضی اللہ عنہ کے دو مرے ہُوئے بچے
ہاتھ کے اشارہ سے بحکمِ خُدا زندہ کر دیئے۔ تھوڑا سا کھانا
آپؐ کے ہاتھ مُبارک لگنے سے بہت ہو جاتا تھا۔ حضرت
اُنس رضی اللہ عنہ دس برس کی عمر سے آپؐ کی خدمت میں
دس برس رہے۔ اُن کو دُعا فرمائی کہ خُداوندا! اس کی عمرُ،
اولاد اور مال میں برکت کر۔ سو حضرت انس کی عمرُ سَو
برس سے زیادہ ہُوئی۔ اور اولاد بھی سَو سے زیادہ اور باغ
اُن کا سال میں دو دفعہ پھلتا تھا۔ آپؐ کے عرق[2] مُبارک
سے ایسی عِطر کی خُوشبُو آتی تھی کہ جس کپڑے کو لگ
جاتا، وُہ دھونے سے بھی نہ جاتی۔ آپؐ جب چالیس
سال کے ہُوئے تو چھ ماہ کے بعد جبریل علیہ السّلام
غارِ حرا میں سُوْرَۃ خَلَقَ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف

---

[1] شواہد النبوت میں ان کا قصہ مفصل مذکور ہے اور مدارج النبوت میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مجمل بیان کر کے لکھا ہے کہ محدثین کو ان احادیث میں کلام ہے۔ مگر متاخرین نے ان کو صحیح مانا ہے [2] عرق، پسینہ۔

سے لائے اور آپؐ کو دِکھلا کر کہا کہ پڑھو۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ سو حضرت جبریل علیہ السّلام نے آپؐ کو سینے سے لگایا۔ ایسا ہی تین دفعہ سوال و جواب ہوُا۔ پھر حضرت محمدّ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے وہ آیتیں پڑھیں۔ پھر حضرت جبریل علیہ السّلامؑ نے پاؤں مار کر چشمہ جاری کیا اور وضوُ[1] کی ترکیب سکھا کر دو رکعت نماز پڑھائی اور سُورہ الحمد شریف نماز میں پڑھنے کے واسطے سِکھائی۔ ساتویں سال آپؐ کو معراج شریف ہوُا۔ عرشِ[2] معلی سے باہر بلند بے انتہا تک سیر کرکے پھر مکّہ شریف میں پہنچے۔ اور کُل کائنات[3] اور بہشت اور دوزخ کی سیَر فرمائی۔ بعدہٗ بحکمِ خداوندِ کریم مدینہ منوّرہ میں رہے اور بعدہٗ بحکمِ پروردگار اِس جہان سے انتقال فرمایا۔

فرشتوں کے بیان میں

فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے۔ فرِشتے نوُری

---

[1] وضو کی ترکیب اور نماز کی حقیقت کے لئے اسلام کی دوسری کتاب مصنّفہ مولوی غلام قادر مرحوم دیکھو [2] عرش معلیٰ، تختِ بلند [3] کائنات، مخلوقات۔ موجودات۔

بدن رکھتے ہیں۔ ہر وقت ذِکر اور اطاعت[۱] میں مصرُوف[۲]
ہیں۔ خدُا کی بندگی اُن کی زِندگی ہے۔ کھانے پینے
کے محتاج نہیں۔ فرشتوں اور جِنّوں میں اِتنا فرق ہے
کہ جنّات آگ و ہوا گرم سے پیدا ہوئے ہیں۔ فرشتے
صِرف نوُر سے مخلُوق ہوئے ہیں۔ جِنّات اَور ملائکہ کو
طاقت ہے کہ جس صوُرت میں اُن کا جی چاہے، اپنی
شکل بنا لیں۔ کامل بندوں کو خدُا تعالیٰ نے طاقت
دی ہے کہ دُوسرے بندے کی شکل بن جائیں۔ فرشتے
میں یہ طاقت نہیں کہ وہ دُوسرے فرشتے کی صوُرت بنے۔
ایک ولی دُوسرے آدمی کی صوُرت بن سکتا ہے۔

عقائِد[۳] کا بیان

علم دین کا پڑھنا بقدرِ حاجت ہر مومن پر فرض
ہے۔ بعد تکمیل[۴] ایمان و اعتقاد کے وضُو، غسُل، نماز
اور روزہ کا جاننا ہر ایک پر فرض ہے اور احکام زکوٰۃ

---

[۱] اطاعت، فرمانبرداری [۲] مصروف، پھیرا گیا۔ مشغول [۳] عقائد، دل کی مانی ہوئی باتیں۔ آدمی کا دین اور مذہب جس کا وہ اعتقاد رکھے۔ (منتہی الارب) [۴] تکمیل، کامل کرنا۔ پورا کرنا۔

گے سیکھنے مال دار پر فرض ہیں۔ حج[1] کے احکام سیکھنے
حج کرنے والوں پر فرض ہیں۔ بیع[2] کے احکام سیکھنے
تاجروں[3] پر فرض ہیں۔ ایسا ہی جو اہلِ حرفہ[4] ہیں،
اُن کو اس حرفہ کے شرعی احکام سیکھنے فرض ہیں۔
تاکہ حرام اور مکروہ سے بچے رہیں۔ الغرض پانچ بناءِ
اسلام کے سیکھنے فرض ہیں۔ اخلاص کا علم جس سے
آدمی کی نیّت خالص اللہ کے واسطے ہوتی ہے، ہر
ایک مسلمان پر سیکھنا فرض ہے۔ اسی سبب سے
پیر و مُرشد[5] پکڑنا فرض ہے اور ساری حرام و حلال
چیزیں جاننی فرض ہیں۔ اور ایسا ہی علمِ ریا[6] اور حسد[7]
اور عُجب[8] اور خرید و فروخت کا سیکھنا فرض ہے۔
نکاح و طلاق کا علم نکاح کرنے والے پر فرض ہے۔
الفاظ[9] حرام و کُفریات[10] کا علم بھی فرض ہے اور ہر
ایک آدمی خواہ مرد ہو یا عورت، اس سے غافل نہ

---

[1] حج کے احکام سیکھنے ہوں تو اسلام کی تیسری کتاب اور [2] بیع کے احکام سیکھنے کے لئے اسلام کی چوتھی کتاب مصنفہ مولوی غلام قادر مرحوم پڑھو [3] تاجروں، بیوپاریوں [4] حرفہ، صاحب پیشہ [5] مرشد رہبر۔ ارشاد کرنے والا [6] ریا، دکھاوا [7] حسد، دُکھ۔ جلاپا [8] عُجب، گھمنڈ [9] الفاظ، جمع لفظ کی۔ مُنہ سے نکلی ہوئی بات [10] منہ سے ایسی کلام نکلی جس سے کفر کا ڈر ہو۔ کفریات کلام کا ذکر دیکھنا ہو تو اسلام کی نویں کتاب مصنفہ مولوی غلام قادر صاحب مرحوم منگا کر ملاحظہ کرو۔

رہیں۔ اکثر لوگ بہ سبب جہالت کے کلماتِ کُفر بول جاتے ہیں۔ جب تک اِن چیزوں کا عِلم نہ ہو، تب تک اُس کو اِسلام و کُفر کے درمیان فرق معلوم نہیں ہو سکتا۔ اُن کے واسطے فِقہ[1] کا عِلم کافی ہے۔ اِسی واسطے علم فِقہ پڑھنا فرض ہے۔ موت اپنے مُقرّرہ وقت پر جب آتی ہے تو آگے پیچھے نہیں ہوتی۔ سوال مُنکر نکیر کا قبر میں برحق ہے۔ قبر کا عذاب کافروں[2] اور منافقوں[3] کو ضرور ہوگا۔ مومن گنہگار کو بقدرِ گُناہوں کے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو کِسی کو نیک عمل یا دُعائے ولی یا دُعائے والدین یا شفاعتِ جنابِ سرورِ کائنات حضرت محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم کے سبب مُعاف فرما دے۔ جب قیامت آئے گی تو سب مُردے قبروں سے نِکلیں گے اور

۱؎ فقہ، دریافت کرنا۔ جاننا۔ سمجھ ۲؎ کافر، دینِ حق کا منکر۔ کسان کا مادہ کفر ہے۔ بمعنی چھپانا یا ڈھانپنا۔ کاشتکار دانہ کو زمین کے نیچے چھُپاتا ہے۔ رات کو بھی کہتے ہیں۔ وہ چیزوں کو چھپا لیتی ہے۔
۳؎ منافق، دورویہ۔ دل سے کچھ اور زبان پر کچھ۔ رسُول کریم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے وقت بعض لوگ مُنہ سے اسلام کا اقرار کرتے اور دل سے مسلمان نہیں ہوتے تھے۔ یہ سخت خطرناک لوگ تھے۔ اسی واسطے اُن کے خطرے کی آگاہی کے لئے قرآن پاک میں تیرہ آیتیں آئی ہیں۔ اب کوئی منافق نہیں۔ مگر منافقوں کی خصلتیں بعض لوگوں میں موجود ہیں۔ مثلاً وعدہ خلاف۔ جھُوٹ بولنے والا۔ گالی نکالنے والا۔

گروہ گروہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جائیں گے اور ہر گروہ کا اِمام یا پیشوا اُس گروہ کے آگے ہوگا۔ ہر ایک اُمّت کا اِمام اُس کا نبی ہوگا اور اِس اُمّت کے اِمام حضرت محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ہوں گے۔ پھر اُمّت میں ہر ایک مذہب والا اپنے اِمام کے پیچھے مقتدی ہوگا۔ بدکاروں کے فرقے جُدا ہوں گے۔ نیکوکاروں کے جُدا۔ اعمال کا حِساب ہوگا۔ تمام مومنوں کے اعمال تولے جائیں گے۔ کافروں اور منافقوں کا حِساب نہ ہوگا اور نہ وزنِ اعمال۔ ہر ایک جگہ پر حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم شفاعت کریں گے۔ حوضِ کوثر میدانِ قیامت میں لایا جائے گا۔ حوضِ کوثر کے سوا کہیں پانی نہ ملے گا۔ حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کا جو غلام اور فرماں بردار ہے، وہی اُس سے پانی پیئے گا۔ جب مُردے قبروں سے نکلیں گے تو اعمالنامے عرش سے اُڑتے ہوئے ہر ایک کے ہاتھ میں آ پڑیں گے۔ نیکوں کے آگے سب سے پہلے داہنے ہاتھ میں اور

ے حوضِ کوثر جنّت میں ایک چشمہ کا نام ہے۔ بہت سا۔ بہت خُوب۔ بہت میٹھا۔

کفاروں کے پیچھے بائیں ہاتھ ہیں۔ نیک لوگ پڑھ کر
خوش ہوں گے اور بدکار روئیں گے۔ اُس دن سب کو
حکم ہوگا کہ پروردگار کے سامنے سجدہ کرو۔ جو لوگ
دُنیا میں نماز پڑھتے ہیں، وہ سجدہ کریں گے اور جو
لوگ نماز نہیں پڑھتے، وہاں اُن کی پُشت[1] تانبے کا
تختہ بن جائے گی۔ وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔ پُل صراط
بال سے باریک اور تلوار سے تیز تین ہزار سال کا
راستہ ہے۔ وہ دوزخ کے دہانے پر بچھائی جائے گی۔
نیک لوگ بجلی کی طرح نکل جائیں گے۔ بعض تیز
ہوا کی طرح اور بعض دَوڑ کر۔ گنہگار آہستہ آہستہ قدم
رکھیں گے۔ کوئی گر پڑے گا۔ بہشتی لوگ جب بہشت
میں داخل ہوں گے تو پہلا کھانا اُن کو کباب[2] گوشۂ
جگر اُس مچھلی کا ملے گا، جس کی پُشت پر بیل کھڑا
ہے۔ بیل کی کوہان پر پتھّر ہے۔ پتھّر پر ایک فرشتہ
کھڑا ہے، جو سات زمینوں کو کلائی میں لئے ہوئے ہے۔
دوزخیوں کو پہلا کھانا اُس بیل کی تلی کا ملے گا۔ بعد

---

[1] پُشت، پیٹھ [2] یہ مضمون بخاری شریف مصری جلد ۲ صفحہ ۱۵۳ اور حیوۃ الحیوان مصری کے صفحہ ۱۶۸ اور ۳۶۵ پر اور مواقیت الجواہر جلد ۲ کے صفحہ ۱۶۰ پر ہے۔

اس کے درمیان دوزخ اور بہشت کے موت کو جو بصورت مینڈھا ابلق[1] کے ہے، حضرت یحییٰ علیہ السّلام ذبح کریں گے۔ اس کے بعد کسی کو موت نہ ہوگی۔

اخلاق[2] و آداب کے بیان میں

نکتہ چین کی صحبت سے پرہیز کرو۔ چغل خور کو پاس نہ بیٹھنے دو۔ خود غرض سے کنارہ کرو۔ امین[3] وہ ہے، جو خیانت نہ کرے۔ قانع[4] وہ ہے، جو طمع نہ کرے۔ آدمی کو ہمیشہ نیک خو رہنا چاہیئے۔ عیب[5] جوئی کرنا نیکوں کا کام نہیں۔ بخیل کو نوکر نہ رکھّو۔ کم ہمت اور کمینے آدمی سے اجتناب[6] کرنا چاہیئے۔ غیبت[7] کرنے والا بد اصل ہوتا ہے۔ غیبت کرنے والا زانی[8] سے بھی بدتر ہے۔ چُپ رہنا بہتر ہے۔ بُری باتوں سے نیک باتیں بہتر ہیں۔ خاموشی سے قابل تربیت[9] وہ ہے، جو ادب رکھّے۔ اتّفاق بہتر ہے نفاق[10] سے۔

---

[1] مسلم جلد ۲ نولکشوری صفحہ ۳۸۲ سطر ۱۳۔ ترمذی جلد ۲ صفحہ ۷۹۔ بخاری و نسائی۔ یواقیت جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ میں ہے [2] اخلاق جمع خلق۔ خو [3] امانتی [4] قناعت کرنے والا [5] عیب ڈھونڈنا [6] پرہیز کرنا۔ [7] کسی کی پیٹھ پیچھے بُرائی کرنا [8] زنا کرنے والا [9] پرورش کے لائق [10] دو دِل۔ کینہ۔

طاعتِ پروردگار کو حاکم کی خدمت سے مُقدّم جانو اور
پروردگار سے اُمّید رکھّو۔ جو کچھ دیتا ہے وُہی دیتا ہے۔
بد کی صُحبت میں نہ بیٹھو۔ نیک صُحبت اِختیار کرو۔
کِسی سے بدی نہ کرو۔ جہاں تک ہو سکے، نیکی کرو۔
ہِمّت بلند رکھو، تاکہ اعتبار زیادہ ہو۔ طمع کرنا بُرا ہے۔
اپنے رُتبے اور عزّت اور بزرگی پر غرُور ہرگز نہ کرنا
چاہیئے کہ ہمیشہ نہیں رہتا۔ ہر کمال کو زوال ہے۔ جو
کِسی سے بدی کرتا ہے، وہ اپنے آپ سے بدی کرتا ہے۔
اگر کسی سے مُضرّت[۱] یا نُقصان پہنچے تو صابر اور شاکر
رہو۔ اپنے آپ کو عاجز اور حقیر جانو۔ جو کام شرُوع
کرو، اُس کے انجام کو خُوب سوچ لو، تاکہ آخر میں
پریشانی نہ ہو۔ دوست صادق[۲] پیدا کرو۔ ہجومِ[۳] خلق،
اور آمد و رفت[۴] آدمیوں سے نہ گھبراؤ اور ترش رُو
مت ہو۔ کسی سے رِشوت نہ لو۔ اُمید واروں اور
حاجت مندوں کی حاجت برآری میں پوری کوشش
کرو۔ جو کام شرُوع کرو، پہلے بِسمِ اللہ[۵] پڑھو۔ کھانا

---

[۱] نقصان [۲] سچا [۳] انبوہ [۴] آنا جانا [۵] بسم اللہ شریف کی فضیلت کے لئے اسلام کی چھٹی کتاب مصنّفہ مولوی غلام قادر صاحب مرحوم منگا کر پڑھو۔

حلال کھاؤ۔ حرام سے پرہیز کرو۔ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کُلّی کرنا افلاس کو دُور کرتا ہے۔ جو طعام[1] کی عِزّت کرتا ہے، خدا اُس کی عِزّت کرتا ہے۔ کھانا کھانے کے وقت مُؤدّب[2] ہو کر بیٹھو۔ نماز اور کھانے کا وقت برابر ہو تو پہلے کھانا کھا لو۔ اگر بھُوک غالب نہ ہو تو نماز کو مُقدّم سمجھو۔ جس کھانے میں بہت سے ہاتھ پڑیں، اُس میں برکت ہوتی ہے۔ تکیہ لگا کر یا لیٹ کر کھانا مکرُوہ ہے۔ کھانا کھانے کے وقت لُقمہ چھوٹا لو۔ خوُب چبا کر نِگلو۔ جب تک نِگل نہ لو، دُوسرے لُقمہ پر ہاتھ نہ بڑھاؤ۔ کسی کھانے کی مذمّت نہ کرو اور کھانا کِنارے سے کھانا شرُوع کرو۔ چوٹی اور درمیان سے کھانا منع ہے۔ چھُری سے روٹی یا پُختہ[3] گوشت نہ کاٹو۔ اگر گوشت سخت ہو تو نوچ کر کھاؤ۔ روٹی پر ہڈّی وغیرہ نہ رکھّو۔ جس چیز کے ساتھ روٹی کھاتے ہو، اُس کا روٹی پر رکھنا منع ہے۔ جب تک اُنگلیاں مُنہ سے چاٹ نہ لو، ہاتھ نہ پوُنچھو۔

---

[1] کھانا [2] با ادب [3] پکا ہُوا گوشت۔

کیونکہ معلوم نہیں کہ برکت کِس طعام میں ہے۔ ہاتھ روٹی سے نہ پُونچھو۔ جو بھورا گرے، اُس کو اُٹھا کر کھا لو رکہ رزق کُشادہ ہوتا ہے اور اولاد خُوب صُورت۔ ایسا بھورا بیماری سے محفُوظ رکھتا ہے۔ طعام کے اندر پھُونکیں نہ مارو، بلکہ ٹھنڈا کر کے کھاؤ۔ پانی پیتے وقت کُوزہ داہنے ہاتھ سے پکڑو۔ پانی لیٹ کر یا تکیہ لگا کر یا کھڑے ہو کر پینا منع ہے۔ پانی پینے کے وقت سانس نہ لو۔ سات گھُونٹ پینے کے بعد دم لینا پیٹ کی بیماری سے بچاتا ہے اور ہچکی ہو تو دُور ہو جاتی ہے۔ جب بہت سے آدمی بیٹھے ہوں تو پانی داہنے ہاتھ سے پلانا شرُوع کرو۔ کھانے کے بعد رُومال سے ہاتھ صاف کر کے دھونے چاہئیں۔ ایک دُوسرے کے برتن میں سوا دوستوں کے کھانا پینا مُباح[1] نہیں۔ کھانا کھانے کے بعد خلال کرنا سُنّت ہے۔ جو خلال سے نِکلے، اُسے پھینک دو اور جو زبان سے بغیر خلال کے نِکلے، اُس کو نِگل لو تو مضائقہ[2] نہیں۔ دستر خوان

[1] مُباح، جس کام میں کچھ عذاب یا ثواب نہ ہو [2] تنگی۔ دُشواری۔ ہرج۔

اُٹھانے سے پہلے نہ اُٹھو۔ اگر کسی غیر کا کھانا کھاؤ تو اُس کے لیئے دُعا کرو۔ اگر تمہارے عمل میں قصور[1] ہے تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ کسی کی غیبت نہ کرو جس عیب میں خود مُبتلا[2] ہو، اُس پر دُوسرے کو بُرا مت کہو۔ پہلے اُس کو سنوارو، تب دُوسرے کو کہنا جائز ہے۔ اپنے اعمال کو رِیا[3] کرنے سے بچاؤ۔ دُنیا میں اِتنے مشغول نہ ہو جاؤ کہ آخرت بھول جائے۔ اپنے آپ کو نیکوں سے بزرگ نہ جانو۔ مجلس میں فحش[4] نہ بکو، تاکہ لوگ تمہاری بد خُلقی سے پرہیز نہ کریں۔ نیک لوگوں کی آبرُو[5] کو اپنی زبان سے ٹکڑے مت کرو۔ تاکہ دوزخ کے کُتے تمہارے بدن کے ٹکڑے نہ کریں۔ جو کوئی خدا کی نِعمت کی قدر نہیں کرتا، وُہ نِعمت اُس سے چِھن جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ تکبّر[6] کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ تکبّر والا جب تک ذلیلوں[7] کے ہاتھ سے ذِلّت نہ اُٹھائے گا، دُنیا سے نہ اُٹھے گا۔ لالچی جب تک روٹی کے ایک ٹکڑے اور پانی کے

---

[1] کمی۔ خطا۔ جُرم [2] پھنسا ہُوا۔ آزمایا گیا۔ گرفتارِ بلا [3] دِکھلاوا۔ کسی کو دِکھا کر نیک کام کرنا [4] بے حیائی [5] عِزّت [6] بڑا بننا۔ غرور کرنا۔ اِترانا [7] کمینوں۔

گھونٹ کا مُحتاج[1] نہ ہوگا، نہیں مرے گا اور اِترانے والا جب تک اپنے پاخانہ اور پیشاب میں آلُودہ نہ ہوگا، نہیں مرے گا۔ خُدا تعالیٰ عملوں اور صُورتوں پر نظر نہیں کرتا، بلکہ وُہ دِلوں اور نیّتوں کو دیکھتا ہے۔ دِل خُدا تعالیٰ کے دیکھنے کی جگہ ہے۔ اس کو پاک رکھّو۔ اگر وہ دُرست ہوگا تو سارا تن دُرست ہوگا اور اگر وہ بگڑے گا تو سارا تن بگڑے گا۔ جَیسا کہ سب عُضووُں کی دُرستی دِل کی دُرستی پر موقُوف ہے۔ ضرُوری ہے کہ اِس کی دُرستی میں کوشش کی جائے۔ جب بادشاہ نیک ہوگا تو رعیّت بھی نیک ہوگی۔ آدمی کے حق میں دِل ایک جَوہرِوں[2] کا خزانہ ہے۔ وہ بات مت کہو جو تیرے دانتوں کو توڑ دے۔ اگر نکمّی باتوں کے سُننے سے کان کی حفاظت کروگے تو سب بلاؤں سے محفُوظ رہوگے۔ زبان کی نِگہبانی میں جس طرح ہو سکے، کوشش کرو۔ بد نہ بولو۔ شیطان آدمی کا رہزن[3] ہے۔ جس طرح ہو سکے، اِس

---

[1] حاجت مند [2] موتیوں [3] ڈاکو۔ دشمن۔

سے بچو۔ ذکرِ الٰہی کیا کرو، تاکہ شیطان دُور ہو۔
شیطان کے وسوسے مثل تیروں کے ہیں۔ وُہ اِن کو
ہمیشہ پھینکتا رہتا ہے۔ کبھی شیطان خَیرؔ[1] کی طرف
توجّہ دلاتا ہے، مگر غرض اس کی شرؔ[2] کی ہوتی ہے۔
خَیر کی رغبت دِلانا اُس کا اِس وجہ سے ہے کہ
اِس خیر میں کوئی ایسا گناہ ہو، جس کی سزا اس
خَیر کے ثواب سے زیادہ ہو۔ جیسا کہ عُجُب وغیرہ
یا بڑی خیر سے محرُوم رہے۔ جیسے اکیلے نماز پڑھے۔
جماعت سے محرُوم رہے۔ طالب عبادت کو نفس سے
بچنا لازم ہے، جو ہر وقت خرابی کی طرف بُلاتا ہے۔
نفس سب دُشمنوں سے زیادہ دشمن ہے۔ اِس کی بلا
بھی سب بلاؤں سے سخت ہے۔ اس کی دوا
اور عِلاج کرنا بھی بہت مشکل ہے۔ کیونکہ یہ اپنے
اندر کا دشمن ہے۔ گھر کے چور کا دفع کرنا بہت دشوار
ہے۔ اپنے نفس کی خرابیاں بہتر معلوم ہوتی ہیں۔
اس لئے اُس کو عیب معلوم نہیں ہوتے۔ کیونکہ

---

[1] نیکی۔ بھلائی [2] بُرائی۔ شرارت۔

سُرمے کی سلائی جب تک دُور ہوتی ہے تو نظر آتی ہے۔ جب آنکھ میں ڈالتے ہیں تو دیکھ نہیں سکتے۔ جب نفس کا حال یہ ہے تو کیا عجب ہے کہ جلد تر آدمی کو ہلاکت میں ڈالے اور اُس کو خبر تک نہ ہو۔ اس لئے چاہیئے کہ تقویٰ[1] کرے۔ تاکہ نفس کی بُرائیوں سے محفوظ رہے۔ تقویٰ میں بڑا مرتبہ حاصل کرنا چاہیئے۔ آنکھ کی حفاظت کرنا لازم ہے۔ کیونکہ وہ سب فتنوں اور آفتوں کا سبب ہے۔ عبادت کا مزہ اور مُناجات[2] کی لذّت پانی بڑی نعمت ہے۔ جس نے آزمایا ہو' وہ اس کا مزہ جانتا ہے۔ نظر کو بے فائدہ چیزوں سے روکنا عبادت کی لذّت اور حلاوت[3] اور دِل کی صفائی پَیدا کرتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اپنے عضووں[4] کا دھیان کرو کہ ہر ایک کو کِس لئے پَیدا کیا ہے۔ اُسی کام کے لئے اُس کو برتو۔ مثلاً پاؤں بہشت کے باغوں اور محلّوں میں جانے کے لئے پَیدا کئے ہیں اور ہاتھ بہشت کے

---

[1] پرہیزگاری [2] خُدا کے حضور میں بات کرنا۔ کان میں بات کرنا [3] مٹھاس [4] اعضا۔ جوڑ۔

میوے لینے کے لئے پَیدا کئے ہیں۔ اِسی طرح آنکھ کو سمجھو کہ پروردگارِ عالم کے دِیدار کے لئے پَیدا ہوئی ہیں۔ پس سب اعضاء اپنی اپنی عِبادت میں ہیں۔ قیامت میں فائدے اُٹھائیں گے۔ اگر حد سے تجاوز[1] کریں گے تو دوزخ میں جائیں گے۔

قرآن شریف کے فضائل[2]

اور

آدابِ تلاوت[3] کے بیان میں

حدیث صحیح میں ہے۔ تم میں اچھا وہ شخص ہے جو سیکھے اور سِکھاوے قرآن شریف کو۔ دُوسری حدیث میں ہے۔ جو مومن قرآن شریف پڑھتا ہے، مثال اس کی ترنج[4] کی سی ہے کہ بُو بھی اچھی اور مزہ بھی اچھا اور جو مومن قرآن شریف نہیں پڑھتا، مثال اس کی ریحان کی ہے۔ یعنی نازبُو کی کہ بُو اچھی اور مزہ کڑوا۔ اور فاجر[5] جو قرآن شریف

---

[1] حد سے گزرنا [2] بزرگیاں [3] پڑھنا [4] نارنگی [5] بدکار۔

نہ پڑھے، مثال اُس کی اندرائن[1] کے پھل کی ہے
کہ مزا کڑوا اور بُو نہیں۔ حدیث شریف میں آیا
ہے۔ جو شخص قرآن شریف کو حفظ کرے اور اُس
کے حلال و حرام پر عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اُس
کو بہشت میں داخل کرے گا اور اُس کے گھر کے
دس آدمیوں کو بخشے گا کہ جن کے لئے دوزخ ہے۔
قرآن شریف کے پڑھنے سے جو نور پیدا ہوتا ہے،
وہ فرشتوں کی غذا ہے۔ اس واسطے وہ مشتاق
ہوتے ہیں اور دُعا دیتے ہیں۔ جیسے بھوکا آدمی
جب کسی سے کھائے تو دُعا کرتا ہے۔ جو لڑکا
بسم اللہ شریف شروع کردے تو اُس کے ماں باپ
کو سات پُشت تک نور کا تاج پہنایا جائے گا۔
جس کی روشنی بہت اچھی ہوگی۔ فرمایا حضرت محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ جس کھال
میں قرآن مجید ہوگا، آگ اُس پر اثر نہ کرے گی۔
یعنی جس کو قرآن شریف یاد ہوگا، اُس کے دل

---

[1] تُمار۔

میں آگ نہ لگے گی - جنّت میں شاد کام ہوگا - عالم
کے دِل میں قرآن شریف کے معانیٔ[1] ہوتے ہیں،
الفاظ نہیں - یہ عالم کے واسطے ہے - قرآن مجید[2] کا
بھولنا کبیرہ[3] گناہ ہے - جو شخص قرآن مجید پڑھ کر
بھول جائے خدا تعالیٰ اُس کو قیامت میں خیر و
برکت سے خالی اُٹھائے گا - اوّل مِسواک[4] کرو اور
پھر وضو کرکے پاکیزہ مکان میں خالص نیّت سے رُو بہ
قبلہ نمازی لباس و نِشست کے ساتھ مؤدّب بیٹھو
اور اگر مسجد ہو تو بہتر ہے اور قرآن شریف اُونچی
رحل پر رکھو - پہلے اَعُوذُ پھر بِسمِ اللہ پڑھو اور پھر
صِدقِ دِل سے تلاوت کرو - سوائے سُورۂ توبہ کے
ہر سُورۃ کے اوّل بسم اللہ شریف پڑھ لیا کرو اور
اسی طرح اثنائے تلاوت میں کوئی کام شرُوع کرو
تو پھر اَعُوذُ باللہ پڑھ لو اور تصوّر کرو کہ ہم خدُا
سے کلام کرتے ہیں - گویا اُس کو دیکھتے ہیں اور جو
یہ نہ کر سکے تو جانو کہ وہ ہمیں دیکھتا ہے اور

---

[1] معنی، [2] بزرگ [3] بڑا [4] دانت صاف کرنے کا آلہ۔

احکام فرماتا ہے اور ممنوع[1] باتوں سے روکتا ہے۔ اور آیت ترہیب[2] پر ڈرنا چاہیئے۔ اور فرمایا حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے کہ افضل عبادت میری اُمّت کی تلاوت کلام اللہ ہے۔ ہزار سال[3] قبل از خلق خود خدائے پاک سورۂ طٰہٰ و یٰسٓ پڑھتا تھا۔ جب ملائکہ[4] نے سُنا تو بولے۔ خوشی ہے اُن لوگوں کے واسطے جن پر یہ کلام پاک نازل ہوئی اور خوشی ہے اُن سینوں کے واسطے جن میں یہ کلام ہوگی اور خوشی ہے اُن زبانوں کے واسطے جو یہ کلام پڑھیں گے۔ قرآن شریف پڑھنا موت کو یاد کرنا دِل کے زنگار کو صاف کرتا ہے۔ جب آدمی قرآن شریف پڑھتا ہے تو فرشتہ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے۔ جو آدمی صبح کے وقت قرآن شریف کی سو آیتیں پڑھے، اس کے اعمال کل مخلوقات کے برابر آسمان پر جاتے ہیں۔

---

[1] منع کی ہوئی باتیں [2] ڈرنا [3] مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۱۸۶ مرقات جلد ۲ مصری صفحہ ۵۹۷ و اشعۃ اللمعات جلد ۲ صفحہ ۱۴۶۔ مظاہر حق جلد ۲ صفحہ ۲۱۸، ۲۱۹ [4] فرشتے۔

پند و نصائح[1]

کسی مسلمان سے تکبّر اور غرور[2] کرنا اچھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ متکبّر[3] کو دشمن رکھتا ہے۔ جو تکبّر اور غرور کرے گا، وہ جنّت میں داخل نہیں ہوگا۔ کسی پر بہتان نہ لگاؤ۔ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان کا کینہ دل میں نہ رکھو۔ وعدہ خلافی کرنا مردوں کا کام نہیں۔ جب آپس میں لڑائی ہو پڑے تو گالی نہ دو۔ اپنے ہمسائے[4] کے ساتھ نیک سلوک کیا کرو۔ اُس کو ناراض نہ ہونے دو اور کسی طرح کی تکلیف نہ دو اور اُسے ہمیشہ خُوش رکھّو۔ جس کام میں تُم سے مدد چاہے، اُس کی مدد کرو اور اس کی حاجت روائی میں حتیّ الامکان[5] دریغ نہ کرو۔ ہمسائے کی عزّت اور ناموس کو اپنی عزّت جانو۔ اگر ہمسائے کے گھر موت ہو جائے تو اُس

---

[1] پندو نصائح، نصیحتیں [2] غرور، فریب [3] متکبّر، اِترانے والا۔ گھمنڈ کرنے والا۔
[4] ہمسائے، پڑوسی [5] حتیّ الامکان، جہاں تک ہوسکے۔

کی تجہیز[1] و تکفین[2] میں مدد کرو۔ اپنے ماں باپ کو راضی رکھو۔ کوئی کام ان کی مرضی کے خلاف نہ کرو۔ اُن کے تابع دار رہو۔ بُرا خیال دِل میں نہ لاؤ۔ بدی کے عوض کسی سے بدی نہ کرو۔ دوست وہ ہے، جو مصیبت کے وقت کام آئے۔ نیک کام میں جس قدر ہو سکے، کوشش کرو۔ احمق اور نادان آدمی کی صحبت میں نہ بیٹھو۔ عقل مند اور دانا آدمی کی صحبت اختیار کرو۔ جوانی میں نیکی کرنے کی کوشش کرو۔ آپس میں یکساں[3] مزاج رہو۔ کام کاج میں سُستی نہ کرو۔ آج کا نیک کام کل پر نہ ڈالو۔ دن کو کام کرو اور رات کو آرام اور عبادت کرو۔ عداوت[4] اور شرارت[5] سے کنارہ کرو۔ ہمیشہ ہوشیار اور دلیر رہو۔ دولت اور حشمت[6] کا غرور نہ کرو۔ اُستاد کی عزّت ماں باپ سے زیادہ کرو۔ آمدنی سے کبھی زیادہ خرچ نہ کرو۔ جو شخص اپنے سے بڑا ہو، اُس سے ہنسی نہ کرو۔ جب کوئی شخص

---

[1] تیاری [2] کفن دینا [3] برابر [4] دشمنی [5] بُرائی [6] دبدبہ۔

کسی سے بات کرتا ہو تو ہرگز اُن کے بیچ میں نہ بولو۔ کسی کی غیبت نہ کرو۔ جہاں تک ہو سکے، سخاوت کرو۔ کسی غیر کے نام کا خط نہ پڑھو۔ اپنی یا اپنے کُنبے کی تعریف اپنے مُنہ سے نہ کرو۔ ایسا کپڑا یا پوشاک نہ بناؤ، جو عورتوں کو زیبا ہو۔ جہاں تک ہو سکے، لڑائی جھگڑا نہ کرو۔ ہر ایک کام میں جلدی نہ کرو۔ مہمان کے رُو برُو کسی سے خفا نہ ہونا چاہیے۔ مہمان سے کچھ کام نہ لو، بلکہ خُود اُس کا کام کرو۔ کسی کا جھگڑا اپنے ذمّہ نہ لو۔ صحّت ایک بڑی نعمت ہے۔ دُنیا میں اپنے تئیں مسکین اور متواضع[1] بنائے رکھو۔ خدا تعالٰی سے ہر وقت سچّے رہنا چاہیئے۔ اپنے نفس پر قہر کرنا اچھّا ہے۔ کسی پر تعدّی[2] نہ کرو۔ دُشمنوں پر حلم[3] کرو۔ مسافروں سے تندی[4] سے پیش نہ آؤ۔ نیک کاموں میں ثابت قدمی اختیار کرو۔ جو صبر کرتا ہے، فتح پاتا ہے۔ وقت بہت قیمتی شئے

---

[1] عاجزی کرنے والا [2] زیادتی [3] بُردباری [4] تیزی۔

ہے، اس کو ضائع نہ ہونے دو۔ موت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ طمع ذِلّت[1] کی کُنجی ہے۔ عقل مند اشارے پر چلتا ہے۔ بے وقوف اپنی بے وقوفی کی سزا پاتا ہے۔ سب کو نیک راہ کی ہدایت کرو۔ عداوت اور شرارت سے کنارہ کرو۔ خیالی بات کا یقین نہ رکھو۔ جھُوٹ بولنا بُرا ہے۔ نیکوں کے دُکھ اور سُکھ میں شریک رہو۔ چوروں اور قمار[2] بازوں کے ساتھ نہ چلو۔ جس کے دِل میں بَیر ہے، اُس سے دُور رہو۔ بھلا کرو اور کسی کو دھوکا نہ دو۔ بھُوکوں کو روٹی کھِلانا ثواب ہے۔ ہر ایک سے سچ بولو۔ پڑھنے لکھنے میں خوُب کوشش کرو۔ عالموں کی تعظیم کرو۔ یہ جہان فنا ہے اور کُوچ کا سامان ہے۔ یہاں ہم مُسافر ہیں۔ نیکی کما لو۔ بہت بکنے سے خرابی ہوتی ہے۔ یتیموں کی مدد کرو۔ سُستی سے زیاں[3] ہوتا ہے۔

ایمان کے بیان میں

ایمان کے دو فرض ہیں (۱) خُدا تعالیٰ کی وحدانیت[4]

---

[1] رُسوائی۔ خواری [2] جُوا کھیلنے والا [3] نقصان [4] ایک ہونا۔

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی رسالت کی دل سے تصدیق[1] کرنا (۲) کلمہ طیبہ[2] کو زبان سے پڑھنا۔

ایمان کی سات صفتیں ہیں (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا (۲) فرشتوں پر ایمان لانا (۳) کتابوں پر ایمان لانا (۴) پیغمبروں پر ایمان لانا (۵) قیامت پر ایمان لانا (۶) تقدیر الٰہی پر ایمان لانا (۷) مر کے جی اُٹھنے پر ایمان لانا۔

اسی طرح ایمان کی سات شرطیں[3] ہیں، جس میں یہ شرطیں نہ ہوں، وہ ایمان دار نہیں (۱) اختیار سے ایمان لانا (۲) خدا کو غیب دان جاننا (۳) غیب پر ایمان لانا (۴) حلال کو حلال جاننا (۵) حرام کو حرام جاننا (۶) خُدا کے قہر اور غضب سے ڈرتے رہنا (۷) اُس کی بخشش اور رحمت کا اُمید وار رہنا۔

ایمان سلامت رہنے کی چار شرطیں ہیں (۱) ایمان پانے سے خُوش رہنا (۲) ایمان جانے سے ڈرتے رہنا (۳) ایمان جانے کی حرکات[4] سے باز رہنا (۴)

---

[1] سچا کرنا [2] پاکیزہ [3] لازمی باتیں [4] ہلنا۔

مُسلمان بھائی پر مہربان رہنا۔

ایمان کے بارہ واجب ہیں (۱) بدعت[1] سے پرہیز کرنا (۲) نیکوں کی صُحبت میں رہنا (۳) بدوں سے دُور رہنا (۴) اپنے لوگوں کو علم دین سکھانا (۵) اپنے سگوں سے ملاپ کرنا (۶) دو مُسلمان لڑتے ہوں، تو آپس میں صُلح کرا دینا (۷) یتیموں کو پیار کرنا۔ (۸) مسکینوں پر رحم کرنا (۹) پیاسے کو پانی دینا (۱۰) بیمار کو پُوچھنا (۱۱) مُسلمان کے راستے سے مُوذی کو دُور کرنا (۱۲) مُردے کو نہلانا۔

نماز کا بیان

ایمان کے بعد سب عبادتوں کی کُنجی نماز ہے۔ جس نے نماز کو ادا کیا، اُس نے اپنے دین کو قائم رکھا۔ جس نے نماز ادا نہ کی، اُس نے دین کو خراب کیا۔ ہر ایک مُسلمان کو چاہیئے کہ

---

[1] نئی بات، اگر دینی احکام کی تکمیل کے لئے ہو تو بدعتِ حسنہ ہے۔ اگر دین میں رخنہ ڈالتی ہو تو بدعتِ سیئہ ہے۔ یہاں دوسری بدعت سے بچنا مُراد ہے۔ ورنہ موجودہ قرآن مجید۔ حرف ونحو۔ مدرسے۔ محراب۔ مساجد سب بدعت ہوئے۔

نماز ادا کرے۔ نماز کی فضیلتیں بے شمار ہیں۔ نماز جنّت کی کُنجی ہے اور نماز کی کنجی پاکیزگی ہے۔ بغیر پاکیزگی کے نماز درُست نہیں ہوتی۔ جو مومن بالغ[1] ہے، اُس پر نماز پنجگانہ فرض ہے۔ خواہ بیمار ہو یا تندرُست۔ ہر ایک وقت کی نماز اُس کے وقت پر ہی ادا کرنا اچھّا ہے۔ سُستی اور کاہلی سے تارک نماز نہ بننا چاہیئے۔ سوائے حیض و نفاس اور جنونِ دائم کے جو رات دِن سے زیادہ نہ ہو، کِسی وقت میں نماز مُعاف نہیں ہوتی۔ جب سوتے یا بے ہوشی میں نماز فوت ہو جائے تو جب جاگے یا ہوش میں آئے، فوراً نماز پڑھ لے۔ جتنی دیر کرے گا، گناہ بڑھتا رہے گا۔

---

[1] بالغ، جب لڑکے کو احتلام ہو۔ اگر یہ نہ ہو تو جب پندرہ سال کا ہو جائے تو بالغ ہے۔ عورت کو جب حیض آ جائے۔ یا احتلام ہو۔ یا حاملہ ہو جائے۔ اگر یہ علامات نہ ہوں تو جب پندرہ سال کی ہو جائے تو بالغ ہے۔

ناشرین:۔ ملک سراجُ الدّین اینڈ سنز پبلشرز۔ لاہور
سراج محمدی پریس لاہور

از تصانیف

فاضلِ اجل و عالمِ بے بدل جناب مولوی غلام قادر صاحب قریشی چشتی سیالوی

بھیروی مرحوم، مدفون مسجد بیگم شاہی، لاہور

سلسلۂ قادری حنفی مذہب میں

اسلام کی دوسری کتاب

خوش خط ٥ اور عکسی

ناشرین

ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز

کشمیری بازار، لاہور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِسلام کی دُوسری کتاب

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ [1] ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ ۝

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ حضرت آدم علیہ السّلام کے زمانے سے حضرت رسُولِ مقبول صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے زمانے تک سب شریعتوں میں نماز فرض ہے۔ توحید اور ایمان کُل عبادتوں کی جڑ ہے۔ کُل انبیاء علیہم[2] السّلام توحید کی راہ بتاتے چلے آئے۔ توحید اور ایمان بلا واسطہ عبادت ہے اور نماز کعبہ مُکرّمہ کی تعظیم کے لئے ہے۔ اس لئے نماز ایمان سے ادنیٰ درجے[3] کی ہے۔ جب تک ایمان دُرست نہ ہو، نماز کا ثواب کچھ نہیں۔ اگر کافر

---

[1] سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، جو پالنے والا جہانوں کا ہے اور (درجے) عاقبت کے پرہیزگاروں کے لئے ہیں۔ اور دُرود اور سلام اُس رسولِ پاک[م] پر جو سردار ہمارے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ہیں اور ان کی آل اور اصحاب سب پر۔ [2] علیہم السّلام۔ اُن سب پر سلام ہو [3] ادنیٰ درجہ۔ کم درجہ۔

(ابُو رشید عفی عنہ)

نماز کا پابند رہے تو چونکہ اُس کا ایمان ٹھیک نہیں، اِس لئے اُس کی نماز مقبول نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے[1] اُمت نے ایمان کا دُرست کرنا مُقدّم[2] رکھا۔ وہ پہلے لڑکوں کے عقائد[3] دُرست کرتے تھے، پھر نماز کے احکام سِکھاتے تھے۔ بیمار اور مُسافر وغیرہ کوئی عورت یا مرد عاقل اور بالغ[4] ایسا نہیں، جس پر نماز فرض نہ ہو۔ ہاں چند روز حیض[5] و نفاس والی عورت کو نماز معاف ہے۔ شرائِط نماز کے فرائض ہیں اور وقت کا معلوم کرنا بھی فرض ہے۔ اگر کوئی نماز کے وقت میں شک رکھتا ہو اور نماز ادا کر لے۔ پھر معلوم ہو کہ وقت نہ تھا، تو اُس کی نماز ادا نہ ہُوئی، پھر پڑھے۔

پاخانہ اَور استنجا کا بیان

جب پاخانہ میں داخل ہونے لگو تو پہلے بایاں پاؤں رکھو اور اعوذ[6] پڑھ لیا کرو۔ نجاست کی جگہ شیطان کے

---

[1] علم والے [2] مُقدّم۔ اوّل، پہلے [3] عقائد۔ عقیدے، یقین [4] بالغ۔ دیکھو اسلام کی پہلی صفحہ ۳۲ [5] بالغ عورت کے رحم سے جو خُون تین سے لے کر دس دن تک آتا ہے، اُس کو حیض کہتے ہیں اور جو بچّہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے، اُس کو نفاس کہتے ہیں۔ [6] اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ مَیں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے شیطان نر اور مادہ سے۔ (ابو رشید عفی عنہ)

آنے جانے کی جگہ ہے۔ قبلہ کی طرف مُنہ یا پیٹھ کر کے
پیشاب یا پاخانے کے لئے بیٹھنا منع ہے۔ پاخانہ پھرنے
کے وقت باتیں نہ کرو۔ کیونکہ دو فرشتے جو ہر وقت تمہارے
ساتھ ہیں، اُس وقت تم سے الگ ہو جاتے ہیں اور پردہ
کر لیتے ہیں۔ جب تم باتیں کرو گے تو اُن کو تمہارے پاس
آنے کی تکلیف ہوگی اور تم کو دیکھ کر انہیں نفرت
ہوگی۔ حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا ہے
کہ جہاں تک ہو سکے، آدمی اپنے آپ کو پیشاب سے
بچائے۔ کیونکہ اکثر قبر کا عذاب اس کی وجہ سے ہوتا ہے۔
جب پاخانہ پھرنے کا ارادہ ہو تو تین یا پانچ ڈِھیلے[1]
ساتھ لے جاؤ اور ہر ایک ڈِھیلے کو تین تین دفعہ ٹھوکر
لگا دیا کرو کہ تسبیح[2] سے چُپ رہیں۔ اگر جنگل میں پاخانہ
یا پیشاب کرنے لگو تو زمین کو بھی تین دفعہ ٹھوکر لگا
دیا کرو۔ جلدی سے ننگے نہ ہو جاؤ۔ جب تک کہ زمین
کے قریب یا جائے ضرور میں داخل نہ ہو لو۔ جہاں
تک ہو سکے، پردہ کر کے پاخانے بیٹھو۔ اگر اکیلے بھی
پاخانہ پھرنے لگو تو بھی زیادہ حیا کرو اور پردے سے
بیٹھو۔ کیونکہ تمہارے ساتھ جو دو مُحافظ[3] ہیں، وُہ تم کو

---

[1] پنجابی ڈھیم یا وٹوانی [2] خدا کو پاکیزگی سے یاد کرنا [3] نگہبان۔ (ابُو رشید عفی عنہ)

تکلیف نہیں دیتے۔ اس لئے تم کو بھی چاہئیے کہ اُن کو تکلیف نہ دو۔ جب پاخانے سے نِکلو تو پہلے دایاں پاؤں باہر رکھّو اور کہو کہ خُدا کا شکر ہے، جس نے میرے پیٹ سے تکلیف دینے والی بلا نکالی اور جو چیز کہ نافع[1] قوّت تھی، باقی رکھّی۔ اے ہمارے رب! ہم کو بخش دے۔ ہم سب تیری طرف آنے والے ہیں۔

چاند اور سُورج کے سامنے ننگا نہ ہونا چاہئیے۔ خواہ جنگل ہو یا آبادی، حیا کرنا لازم ہے۔ دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا منع ہے۔ داہنا ہاتھ خدا تعالیٰ نے پاک چیزوں کے اِستعمال کے لئے مُقرّر کیا ہے اور بایاں ہاتھ ناپاک چیزوں کے لئے۔

حضرت عائشہ صدّیقہ رضی[2] اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلّی[3] اللہ علیہ و آلہ وسلّم کا بایاں ہاتھ ناپاکیوں کے لئے تھا اور دائیں ہاتھ سے آپؐ کھاتے پیتے اور وضو[4] کیا کرتے تھے۔ اِس لئے دائیں ہاتھ سے استنجا اور ناک وغیرہ صاف کرنا منع ہے۔ ہاں اگر کوئی مرض ہو تو لاچاری[5] ہے۔

---

[1] نفع دینے والی [2] اللہ تعالیٰ اُن پر راضی ہو۔ [3] اُن پر اللہ تعالیٰ کا دُرود اور سلام ہو [4] جب واؤ کی ۔ برے ہو تو اس کے معنی وضو کرنے والی چیز یعنی پانی مراد ہے [5] مجبوری۔ (ابو رشید عفی عنہ)

غسل کا بیان

غسل کے تین فرض ہیں (۱) غرارہ[1] کرنا (۲) ناک میں پانی پہنچانا (۳) تمام بدن پر پانی بہا کر تر کرنا۔

بدن کا ملنا فرض[2] نہیں، مستحب[3] ہے۔ اور غسل کا سُنّت[4] طریقہ یہ ہے کہ اوّل شرم گاہ دھونا۔ اِس کے بعد جس جگہ پر نجاست لگی ہو، اُس کو دھونا۔ پھر بطریقِ معمُول وُضو کرکے سارے بدن کو تر کرنا۔ یہ وُضو جو غسل کے وقت کیا ہے، نماز کے واسطے کافی ہے۔ خواہ برہنہ ہی وُضو کیا ہو۔ دُوسری بار وُضو کرنا ضرُوری نہیں، البتہ مُستحب ہے۔ چُنانچہ وُضو پر وُضو کرنا نُورٌ علیٰ نورُ ہے۔ اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں۔ غسل کا وُضو نماز کے لئے کافی ہے۔

غسُل کے فرض ہونے کا بیان

منی کا شہوت کے ساتھ کوُد کے نِکلنا۔ جاگتے میں

---

[1] کُلی کرنا [2] فرض۔ جو حکم دلیل قطعی بے شُبہ ہو، وہ فرض ہے [3] مستحب۔ جس کے کرنے سے ثواب اور نہ کرنے سے کچھ عذاب نہ ہو [4] سُنّت۔ جو کام حضرت رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا اور فرمایا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ ہو، اس کو سُنّت کہتے ہیں۔ اگر اس کی تاکید آئی ہو تو سنت مؤکدہ ہے، ورنہ زائدہ۔ (ابو رشید عفی عنہ)

ہو یا سوتے ہیں۔ یعنی منی گرتے وقت شہوت ہونے سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔ منی جس وقت اپنی جگہ سے جُدا ہو، اُس وقت شہوت کا ہونا شرط ہے۔ سرِ ذکر[1] سے نکلنے کا اعتبار نہیں۔ یہاں تک کہ اگر منی بے شہوت گرے تو غسل فرض نہیں ہوتا۔ اور سونے میں جو ہوتا ہے، اُس کو اِحتلام[2] کہتے ہیں۔ اِحتلام خواہ عورت کو ہو یا مرد کو، دونوں کے واسطے غسل فرض ہے۔ اگر عورت کے اندامِ[3] نہانی میں حَشفہ[4] غائب ہو، خواہ اِنزال ہو یا نہ ہو، عورت مرد دونوں پر غسل فرض ہو جاتا ہے۔ اور دُبر[5] میں حَشفہ غائب ہونے سے بھی دونوں پر غسل فرض ہوتا ہے۔ منی کپڑے پر لگی ہوئی نظر آئے۔ خواہ اِحتلام یاد نہ ہو، تو بھی غسل فرض ہوتا ہے۔

غسلِ سُنّت، واجب و مُستحب

چار غسل سُنّت ہیں: (۱) جُمعے کا (۲) عیدین کا (۳)

---

[1] ذکر ذال کی زبر سے ہے۔ مرد کے آلۂ تناسل کو کہتے ہیں [2] خواب میں مزہ دیکھنا، جماع کرنا۔ یہ لڑکے لڑکی کے بالغ ہونے کی علامت ہے۔ جب یہ علامت خواب میں ہو گی، تو دونوں پر بلوغت کے احکام جاری ہوں گے [3] عورت کے پیشاب کی جگہ [4] سرِ ذکر [5] پیٹھ۔ اِس کا فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ہو چکا ہے کہ اگر کوئی ایسا کام کرے گا تو وہ سَو دُرّوں سے اُڑایا جائے گا۔

عَرفہ کا۔ (۴) احرام[1] کے وقت حاجیوں کا۔

دو غسل واجب ہیں: (۱) مُردے کو غسل دینا زِندوں پر فرض ہے (۲) غسل کرنا اُس آدمی کا کہ پہلے کافر تھا، اور جُنب تھا۔ اب مُسلمان ہوا۔ اِس واسطے اس کو غسل واجب ہے۔ اگر پاک رہا تو اُس پر غسل واجب نہیں۔

چَودہ غسل مُستحب ہیں: (۱) جب کافر مُسلمان ہو (۲) اُس لڑکے کو جو بالغ[2] ہوا ہو (۳) شبِ برات[3] کا (۴) لیلتہ القدر[4] کا (۵) آندھی کی نماز کے لئے (۶) استسقاء[5] کی نماز کے لئے (۷) نمازِ ظلمت[6] کے لئے (۸) نعت خوانی وغیرہ یا کسی مجلس میں جانے کے لئے (۹) نیا کپڑا پہننے کے لئے (۱۰) میّت کو غسل دینے کے بعد (۱۱) گناہ سے توبہ کرنے والے کے لئے (۱۲) سفر سے واپس آنے والے کو (۱۳) عورت کو استحاضہ[7] کا خُون آنے پر (۱۴) اُس شخص کے لئے جس کے بدن میں پلیدی لگے اور پلیدی کی جگہ معلوم

---

[1] حرام کرنا۔ یہاں سے جمع کے افعال شروع ہوتے ہیں اور اکثر کام مثلاً عورت کے پاس جانا۔ خُوش بُو لگانا۔ شکار کرنا وغیرہ حرام ہو جاتے ہیں [2] بالغ تخمیناً پندرہ سال کا ہوتا ہے [3] شبِ برات شعبان کی پندرھویں رات کو کہتے ہیں [4] لَیلتہ القدر بقول سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، رمضان کی ستائیسویں رات کو کہتے ہیں [5] مینہ مانگنا [6] اندھیرا [7] جو خُون تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ ہو اور بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ ہو تو وہ استحاضہ کہلاتا ہے۔

نہ ہو اور پلیدی کم از کم ایک دِرہم کے برابر ہو۔

مِسواک کا بیان

مُستحب یہ ہے کہ مِسواک پہلے تین دفعہ پانی سے تر کرکے داہنے ہاتھ سے پکڑ کر استِعمال کرے۔ مِسواک سیدھی بے گرہ اور نرم، چھنگلی کے برابر موٹی اور ایک بالِشت لمبی ہونی چاہیئے۔ مِسواک ہمیشہ دانتوں کی چوڑائی پر کرنی چاہیئے۔ دانتوں کی لمبائی میں مِسواک کرنے سے تِلی بڑھ جاتی ہے۔ چار اُنگلیوں کے ساتھ مسواک پکڑنے سے بواسیر پیدا ہو جاتی ہے۔ مِسواک چُوسنے سے آنکھوں کی بینائی[1] کم ہو جاتی ہے۔ مِسواک کرتے وقت پہلی تھوک نِگلنے سے جذام اور برص پیدا ہوتا ہے۔ مِسواک کرنے کے بعد چُوسنے سے وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ مِسواک کرکے اُسے دھوئے بغیر رکھنے سے اُسے شیطان استِعمال کرتا ہے۔ مِسواک اگر بالِشت سے زیادہ ہو تو اُس پر شیطان سوار ہوگا۔ مِسواک لِٹا کر رکھنے سے جنُون[2] پیدا ہوتا ہے۔ اِیذا[3] دینے والی لکڑی کی مِسواک کرنی مکرُوہ ہے۔ انار، بانس اور ریحان[4] وغیرہ کی مِسواک

---

[1] روشنی۔ دیکھنے کی قوّت [2] پاگل ہونا [3] تکلیف [4] نازبُو۔ ایک پودے کا نام ہے۔

کرنی حرام ہے۔ سب سے بہتر مِسواک پیلو کی ہے۔ پھر زیتون کی۔ جُملہ انبیاء علیہمُ الصّلوٰۃ و السّلام کی مِسواک زیتون کی ہوتی تھی۔ بِلا ناغہ مِسواک کرنی موت کے سِوا تمام بیماریوں کی شفا ہے۔ اس سے پُل صراط پر تیز چلنا نصیب ہوگا۔ مرتے وقت کلمہ یاد آ جائے گا۔ مُنہ کو پاک کرنا خُدا تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔ مِسواک کرنے سے آنکھوں کی بینائی زیادہ ہوتی ہے۔ گندہ دہنی[۱] اور گندہ بغلی[۲] کو دُور کرتی ہے اور خُوش بُو پَیدا ہو جاتی ہے۔ مسُوڑے قوی ہو جاتے ہیں۔ کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ مِسواک بلغم کو صاف کرتی ہے۔ نماز کا ثواب ستّر گُنا بڑھاتی ہے۔ اِنسان میں خُوش کلامی پَیدا کرتی ہے۔ قرآن مجید کا راستہ صاف کرتی ہے۔ شیطان کو غصّہ میں مُبتلا کرتی ہے۔ نیکیوں میں ترقّی بخشتی ہے۔ سر کی رگوں کو آرام دیتی ہے۔ دانتوں کو طاقت دیتی ہے۔ رُوح کے نِکلنے میں آسانی بخشتی ہے۔ غرض مِسواک کے فائدے بہت ہیں۔ اگر مِسواک نہ ہو تو سخت پارچہ[۳] کو شہادت کی اُنگلی یا انگوٹھے کے ساتھ استعمال کرے۔ دانت نہ ہوں تو مسُوڑوں کو مَلے۔ پہلے

---

[۱] مُنہ کی بدبُو [۲] بغل کی بدبُو [۳] کپڑا۔

داہنی طرف اُوپر کے دانتوں پر مسواک شروع کرے۔ پھر نیچے کے دانتوں پر کرے۔ پھر بائیں طرف کے اُوپر کے دانتوں پر۔ پھر نیچے کے دانتوں پر کرے اور پھر تین بار کُلی کر کے باقی وضو کرنا چاہیئے۔

وضو کا بیان

جس نے وضو کرتے وقت بسم اللہ[1] شریف پڑھ لی، گویا اُس نے وضو کو مکمل اور بدن کو پاک کر لیا اور جس نے بسم اللہ شریف نہ پڑھی، اُس نے نہ وضو مکمل کیا اور نہ بدن کو پاک کیا۔ پہنچوں کو پانی سے خُوب دھو لو۔ وضو میں کلمہ شہادت اور درُود شریف پڑھنے سے رحمت کے دروازے کھُل جاتے ہیں۔ وضو خوب متوجہ ہو کر کرو۔ کیونکہ پروردگار کے دربار میں حاضر ہونے کا وقت ہوتا ہے۔ اگر باتیں کیں تو خیال اور طرف لگ جائے گا۔ بغیر وضو کے نماز درُست نہیں۔ پیشاب پاخانہ وغیرہ سے فارغ ہو کر وضو کرنا چاہیئے۔ وضو میں دائیں عضو کو پہلے دھونا چاہیئے اور دھونے سے پہلے اُس کو مَل لینا چاہیئے۔

---

[1] بِسْمِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ۔ شروع اللہ تعالیٰ بزرگ کے نام سے اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے واسطے دینِ اسلام پر۔

ہر اندام[1] کے دھوتے وقت کلمہ شہادت اور بسم اللہ شریف ضرور پڑھنا چاہیئے۔

فرائضِ وضو

وضو کے چار فرض ہیں: (۱) سارا مُنہ دھونا (۲) دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھونا (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونا۔ یہ اعضا کہیں سے بال برابر بھی خشک نہ رہیں۔ ورنہ وضو نہ ہوگا۔ ساری ڈاڑھی کو دھونا بھی فرض ہے۔ ہاں اگر گنجان[2] ہو تو خلال کافی ہے۔ وضو کے بعد سر مُنڈانے سے وضو نہیں جاتا۔ اگر ہاتھ یا پاؤں پر کوئی زخم ہو اور پانی سے تکلیف پہنچے تو اُس جگہ مسح کر لینا جائز ہے۔

سُنن[3] وضو

وضو میں گیارہ سُنّتیں ہیں: (۱) دِل سے نیّت کرنا۔ (۲) بسم اللہ شریف[4] پڑھنا (۳) دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونا (۴) کُلّی کرنا (۵) مسواک کرنا (۶) ناک میں پانی

---

[1] جسم۔ اعضاء [2] گھنی [3] سُنّتیں [4] اگر وضو کرتے وقت ننگا ہو یا مکان میں نجاست ہو تو بسم اللہ شریف دل میں پڑھ لے اور اگر وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنی بھول جائے تو جہاں یاد آئے، وضو میں پڑھ لے۔

ڈالنا اور داہنی چھنگلی سے ناک کو اندر سے مَلنا اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۷) تمام سر اور کانوں کا مسح کرنا (۸) ڈاڑھی اور اُنگلیوں کا خلال کرنا (۹) وضو ترتیب وار کرنا (۱۰) ہر ایک عُضو کو تین تین بار دھونا (۱۱) پے در پے عُضو دھونا۔ یعنی ایک عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دُوسرا دھونا شروع کر دے۔

مُستحبّاتِ وُضُو

وُضُو میں دو مُستحب ہیں: (۱) گردن کا مسح کرنا۔ جس کا طریق یہ ہے کہ دونوں ہاتھ تر کرکے پیشانی سے گدّی تک اِس طرح لے جاؤ کہ ہتھیلی اور انگوٹھا اور کلمہ[۱] کی اُنگلی الگ رہے اور پھر گدّی سے دونوں ہتھیلیاں کنپٹیوں سے پیشانی تک لاؤ۔ ساتھ ہی کان کا مسح کرکے دونوں ہاتھ پیشانی تک اِسی طرح واپس لاؤ۔ کانوں کا مسح اِس طرح کرو کہ شہادت کی اُنگلی کان کے اندر پھرے اور انگوٹھا باہر رہے۔ اس کے بعد اُنگلیوں کی پُشت سے گردن کا مسح کرنا (۲) وضو وقت سے

---

[۱] کلمہ کی انگلی، اس کو اہلِ عرب اسلام سے پیشتر سبابہ کہتے تھے۔ ہم کو اس سے منع فرمایا گیا۔ اور شہادت کی انگلی بھی اسی کو کہتے ہیں۔

پہلے کرنا (۳) انگوٹھی ہلانا (۴) دُوسرے سے مدد لے کر وضُو نہ کرنا (۵) بِلا ضرُورت دُنیوی کلام نہ کرنا (۶) اُونچی جگہ پر بیٹھ کر وضُو کرنا (۷) دِل اور زبان کی نیّت کو جمع کرنا (۸) ہر عضو کے دھونے یا مسح کرنے پر دُعا اور بِسم اللہ شریف اور کلمۂ شہادت پڑھنا۔

مکرُوہاتِ وضُو

(۱) دُنیا کی باتیں کرنا (۲) داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۳) نجس[1] جگہ پر وضُو کرنا (۴) زیادہ پانی خرچ کرنا (۵) خلافِ سُنّت وضو کرنا۔

مُفسدات[2] وُضُو

بول[3] و براز یا پیپ بہنے لگے تو وُضُو فاسِد ہو جاتا ہے۔ ٹیک لگا کر سونا اور نماز میں ہنسنا بھی وُضُو کو فاسد کر دیتا ہے۔ ہَوا یا کنکری کا دُبر سے نکلنا بھی وُضو کو توڑتا ہے قبل[4] یا ذکر سے ہَوا نکلنا یا زخم سے گوشت کا گِرنا وُضو کو نہیں توڑتا۔ خُون خواہ کہیں سے

---

[1] ناپاک۔ پلید [2] وضُو توڑنے والی چیزیں [3] پیشاب و پاخانہ [4] قُبل و ذکر۔ عورت و مرد کا پیشاب کا راستہ۔

نکلے، وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ دانتوں سے اگر خون نکلے اور اُس سے تھوک کا رنگ بدل جائے تو وہ بھی ناقضِ[1] وضو ہے۔ اگر تھوک میں سفیدی غالب ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ جونک لگانے سے وضو جاتا رہتا ہے۔ ایسے ہی بڑی چیچڑی اگر خون کو چوسے تو بھی وضو نہیں رہتا۔ مچھر اور مکھی کے کاٹنے سے وضو نہیں جاتا۔ نماز میں قہقہہ[2] لگانا وضو کو توڑتا ہے (جب کہ نماز رکوع و سجود والی ہو) اور ہنسنے والا بالغ ہو۔

وضو کی ترتیب

(۱) بسم اللہ شریف پڑھ کر دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونا (۲) مسواک کرنا۔ اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے ملنا (۳) ناک میں پانی ڈالنا (۴) ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک اور پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک منہ دھونا (۵) دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھونا (۶) سر، کانوں اور گردن کا مسح کرنا (۷) دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونا۔ سوائے اِس ترتیب کے وضو درست نہیں ہوتا۔ چاہیئے کہ اسی ترتیب سے وضو کیا

---

[1] توڑنے والا [2] اتنے زور سے ہنسنا کہ آواز دوسرے بھی سُن لیں۔

جائے۔ وُضو کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور بے ترتیب وضو کرنا بے فائدہ ہے۔ وضو کرتے وقت کوئی عضو[1] آگے پیچھے نہ دھویا جائے۔

تیمّم کا بیان

تیمّم شرع کی اِصطلاح میں پاک مٹّی پر دونوں ہاتھ مار کر چہرہ اور دونوں بازوؤں پر ملنے کا نام ہے۔ اِن صُورتوں میں تیمّم کرنے کا حُکم ہے: (۱) پانی نہ ملے۔ یا کم از کم ایک کوس کے فاصلے پر مل سکے (۲) پانی تھوڑا ہو۔ جس کے ساتھ وضو کرنے سے یہ ڈر ہو کہ وُہ آپ یا اُس کا جانور پیاسا رہے گا (۳) پانی کے گھاٹ پر دشمن کا خوف ہو یا کسی درندہ[2] یا جانور سے ضرر پہنچنے کا ڈر ہو (۴) کنُواں ہو، مگر اُس کے پاس پانی نکالنے کا سامان نہ ہو (۵) کسی کے پاس پانی ہو مگر وُہ بلا قیمت نہیں دیتا اور خریدار کے پاس قیمت نہیں۔ یا اُس کے پاس قیمت ہے، مگر فروخت کرنے والا اُس کی اس قدر قیمت مانگتا ہے کہ وہ ادا نہیں کر سکتا (۶)، بیماری کی حالت میں وضو نہ کر سکتا ہو۔ اگر

---

[1] عضو، جوڑ۔ جسم کا کوئی ایک حصّہ [2] چیرنے پھاڑنے والا جانور۔

بیمار جانتا ہے کہ وُضوُ یا غُسل کرنے سے بیماری بڑھ جائے گی یا میں مر جاؤں گا تو اِن سب صُورتوں میں جُنب[۱] یا مُحدِث[۲] کو تیمّم کرنا دُرست ہے۔ تیمّم مرد اور عورت دونوں کے لئے بجائے غسل اور وضو کے ہے۔
جو عورت حیض یا نفاس سے پاک ہوئی ہے اور غسل یا وضو کرنے سے اُس کو مرض کا خوف ہے، وہ بھی تیمّم کر لے۔ عِیدینؔ اور جنازہ کی نماز کے واسطے اگرچہ پانی موجُود ہو، لیکن یہ اندیشہ ہو کہ اگر وضو کرُوں گا، تو نماز جاتی رہے گی۔ ایسی صوُرت میں، تیمّم جائز ہے۔
امام اور بادشاہ کو پانی کی موجُودگی میں تیمّم دُرست نہیں۔ کیونکہ اِن دونوں کو نماز کے جانے کا اندیشہ نہیں۔ لوگ منتظر رہیں گے۔ نماز پنج گانہ اور جُمعہ کے فوت ہونے کے اندیشہ سے پانی کی موجودگی میں تیمّم دُرست نہیں۔ کیونکہ جمعہ کی نماز کا بدلہ ظہُر ہے، اور اُن نمازوں کا بدلہ قضا۔

تیمّم کی ترتیب

تیمّم میں پہلے نیّت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ نیّت تیمّم

---

[۱] جس کو نہانے کی حاجت ہو [۲] بے وضو کے۔

میں فرض ہے۔ پھر پاک زمین پر دونوں ہاتھ مار کر تمام
مُنہ پر بال جمنے کی جگہ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور
کان کی ایک لَو سے دُوسری لَو تک۔ پھر دوسری بار
دونوں ہاتھوں کو زمین پر مار کر کہنیوں تک مسح کرے
اِس طرح پر کہ پہلے دائیں سے بائیں کو مسح کرے۔ اگر
ذرا سا کوئی اندام باقی رہے تو تیمّم دُرست نہ ہوگا۔
تیمّم کے تین فرض ہیں (۱) نیّت کرنا (۲) چہرے کا مسح
کرنا (۳) دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا۔ صرف دو بار ہاتھ مارنے
کا حکم ہے اور دو بار ہاتھ مارنا کافی ہے۔ لیکن اگر
اُنگلیوں کے اندر غُبار نہ پہنچا ہو تو تیسری بار ہاتھ مار کر
اُنگلیوں میں خلال کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص بے وضو ہو
یا جُنبی[۱] ہو تو اُس کے لئے ایک تیمّم کافی ہے۔ مگر نیّت
دونوں کے واسطے کرنی چاہیئے۔ اگر ایک کے واسطے کی
تو دُوسرے[۲] کا تیمّم نہ ہوگا۔

تیمم کس پر کرنا چاہیئے

پاک مٹّی اور جو کچھ زمین کی جنس سے ہو۔ خصوصًا

---

[۱] جس کو نہانے کی ضرورت ہو [۲] اگر غسل کی نیّت کرے تو وضو نہ ہوگا اور جو وضو کی نیت
[کی] ہے تو غسل نہ ہوگا۔

مٹّی، پتھر، ہڑتال، کچ، چُونہ، سُرمہ وغیرہ سے تیمم دُرست ہے۔مگر شرط یہ ہے کہ یہ چیزیں پاک ہوں۔ پتھّر پر اگر پلید گرد جمی ہو تو تیمم دُرست نہیں۔ گرد اور کچّی اینٹ پر بھی تیمم دُرست ہے۔ سونا، چاندی، لوہا، تانبا، پیتل وغیرہ سے تیمم دُرست نہیں۔ اگر یہ سب گلے ہوئے نہ ہوں تو تیمم دُرست ہے۔ گیہوں، جَو، مکّی، باجرہ وغیرہ اناج سے بھی تیمم دُرست ہے، اگر ان پر گرد و غبار ہو۔ راکھ پر تیمم دُرست نہیں۔ جس زمین پر مُدّت بھر نجاست رہی ہو اور پھر اُس کا اثر جاتا رہا ہو اور وہ زمین سُوکھ بھی گئی ہو تو اُس پر تیمم دُرست نہ ہوگا۔ مگر نماز دُرست ہے۔ پاک کپڑے اور دُوسری چیز جس پر گرد جمی ہے، اُس پر تیمم کرنا دُرست ہے۔ تیمم کے مُفسدات و نواقض اور مکرُوہات وُہی ہیں، جو وضو کے ہیں۔ فرق صِرف اِتنا ہے کہ اگر کوئی شخص ہر طرح سے بھلا چنگا ہو اور اُس کو وُضو کرنے سے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچتی ہو اور پانی بھی موجود ہو تو اس حالت میں تیمم نہیں رہتا۔

مَوزوں پر مسح کرنا

وُضُو کے وقت جو شخص مَوزے پہنے ہوئے ہو اُ ر

کو پاؤں دھونے کی بجائے موزوں پر مسح کرنا کافی ہے۔ جُنبی کے لئے دُرست نہیں۔ موزوں پر مسح کرنا ہاتھ کی تین اُنگلیوں کے برابر فرض ہے۔ پاؤں کی تین اُنگلیوں کے سِروں سے مسح شروع کرکے پنڈلی کی جڑ تک لے جانا سُنّت ہے۔ مسح کرتے وقت ہاتھ کی اُنگلیاں کھلی رکھنی چاہئیں، اکٹھی نہ کرنی چاہئیں۔ مستحب اِس میں یہ ہے کہ اُنگلیوں کا خط موزوں پر ظاہر ہو۔

مسح کا طریقہ

موزوں پر مسح اِس طرح کرنا چاہیئے کہ جب سر کا مسح کر چکیں تو پھر دوبارہ پانی سے ہاتھ تر کرکے داہنے ہاتھ کی اُنگلیوں کو داہنے پاؤں کے موزہ پر رکھیں اور بائیں ہاتھ کی اُنگلیوں کو بائیں پاؤں پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو ٹخنوں تک اِس طرح کھینچیں کہ انگلیاں ہاتھوں کی کھُلی رہیں۔ مسح ایک بار کافی ہے۔ دو تین بار سُنّت نہیں۔ موزے کے اوپر کی طرف مسح کرنا چاہیئے۔ نیچے کی طرف مسح کرنا دُرست نہیں۔ موزہ اِس طرح کا ہو کہ جس سے ٹخنے چھُپے رہیں۔ مگر موزے کا منہ کُشادہ[1] ہو اور ادھر سے پاؤں

---

[1] کھُلا۔

دکھائی دے تو کچھ مضائقہ[1] نہیں۔ لیکن جب پاؤں کی چھوٹی تین اُنگلیوں کے موافق ٹخنہ کھُلا ہو تو اُس مُوزے پر مسح دُرست نہیں۔ مسح اُس مُوزے پر دُرست ہے، جس میں پانی نہ پہنچے۔ مُوزے پر مسح کرنا مرد و عورت دونوں کے واسطے برابر ہے۔ جن باتوں سے وُضوُ جاتا رہتا ہے، اُن سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ زخم کی پٹّی[2] بے وضو ہی باندھی ہو، شرط یہ ہے کہ اگر دھونے سے تکلیف پہنچے تو مسح جائز ہے۔ ورنہ دُرست نہیں۔ مُدّت مُقیم (جو مُسافر نہ ہو) اُس کے لئے ایک دِن رات ہے اور مسافر کے لئے تین راتیں۔ شرط یہ ہے کہ وقت حدث[3] کے اُس کو کامل وُضو ہو۔ ورنہ مسح درُست نہ ہوگا اور مُوزہ پہننے کے وقت خواہ وُضو کامل رکھتا ہو، خواہ ناقِص۔ مسح دُرست نہ ہوگا۔

کنُوئیں کو پاک کرنا

پیشاب، پاخانہ، خُون، منی، شراب، حلال و حرام جانوروں کا گوبر، پیشاب اور مُرغی اور بطخ کی بیٹ نجس اور غلیظ[4] ہے۔ ان میں سے اگر کوئی چیز ایک درہم[5] کے برابر

---

[1] ڈر اور تنگی۔ اُونی، سُوتی جراب پر مسح دُرست نہیں۔ اُتار کر پاؤں دھونا چاہئے، ورنہ وضو نہ ہوگا۔ ہاں اگر نیچے چمڑا لگا ہے تو درست ہے [2] بے وضو [3] بھاری۔ [4] پلیدی [5] درہم کا وزن ساڑھے تین ماشہ ہوتا ہے اور چوڑائی اوھنی کے برابر ہوتی ہے۔

کنوئیں میں گر پڑے تو سارا پانی نکالنا بہتر ہے۔ اگر سارا پانی نہ نکل سکے تو دو سو ڈول ضرور نکالنا چاہیئے۔ ورنہ کنواں پاک نہ ہوگا۔ مگر سارا پانی نکالنا افضل ہے۔ چڑیا سے لے کر کبوتر کے بچے تک اگر کوئی جانور کنوئیں میں گرے تو بیس ڈول نکالنے واجب ہیں۔ کبوتر کے بچے سے لے کر بلی کے بچے تک کوئی جانور کنوئیں میں گر پڑے تو چالیس ڈول نکالنے واجب ہیں اور ساٹھ نکالنے مستحب ہیں۔ بلی کے بچے سے خواہ کسی قدر بڑا جانور کنوئیں میں گرے، تمام پانی نکالنا چاہیئے۔ اگر چھوٹا جانور مثل چوہا وغیرہ کنوئیں میں گر کر مر جائے اور پھول جائے یا پھٹ جائے تو اس صورت میں بھی تمام پانی نکالنے کا حکم ہے۔

حیض نفاس اور استحاضہ کا بیان

حیض اُس خون کو کہتے ہیں، جو بالغ عورت کے رِحم سے بغیر کسی بیماری کے نکلے۔ یعنی وہ سب طرح سے تندرست ہو اور بالغ بھی ہو۔ اگر نابالغی یا بیماری کی حالت میں خون جاری ہو تو وہ حیض نہ ہوگا، بلکہ استحاضہ ہوگا۔ حیض کی مدت کم سے کم تین دن رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات ہے۔ تین سے کم یا دس سے زیادہ دن

رات ہو تو استحاضہ ہوگا۔ حیض کے دنوں میں نماز پڑھنی اور روزہ رکھنا منع ہے۔ مگر روزہ قضا کر لینا لازم ہے اور نماز کی قضا نہیں۔ یعنی ایامِ حیض میں نماز معاف ہے۔ حیض کی حالت میں مسجد میں جانا، خانہ کعبہ کے گرد پھرنا اور عورت سے مرد کا صحبت کرنا اور قرآن مجید کو ہاتھ لگانا منع ہے۔ ناپاک مرد اور نِفاس والی عورت کو بھی قرآن پڑھنا اور ہاتھ لگانا منع ہے۔ نِفاس اُس خون کو کہتے ہیں، جو بچّہ پیدا ہونے کے بعد عورت کو آتا ہے اور اس کی مُدّت کچھ مقرّر نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس کی مُدّت چالیس دِن ہے۔ اِس سے زیادہ جو خون ہوگا وُہ استحاضہ میں شمار ہوگا۔ اگر جُڑواں دو بچّے پیدا ہوں تو نفاس کی مدت پہلے بچّے سے شمار ہوگی۔

اوقاتِ نماز

اور نماز کے دُوسرے ضرُوری مسائل

صُبح کی نماز کا وقت۔ صبح صادق سے سُورج نِکلنے سے پہلے تک ہے۔

ظہر کی نماز کا وقت۔ سُورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور ہر ایک چیز کا سایہ دو گُنا ہونے تک رہتا

ہے۔ سوائے اصلی سایہ کے۔

عصر کی نماز کا وقت۔ سایہ کے دوچند ہو جانے کے وقت سے سُورج چھپنے تک ہے۔

مغرب کی نماز کا وقت۔ سُورج کے ڈوبنے سے لے کر شفق کی سُرخی و سفیدی غائب ہو جانے تک ہے۔

عشا کی نماز کا وقت۔ شفق کے گُم ہونے سے لے کر صبح صادق سے پہلے تک ہے۔ جو شخص بھُول گیا یا سو گیا اور نماز کا وقت جاتا رہا تو جس وقت وہ جاگے یا یاد آئے، اسی وقت نماز پڑھ لے۔ نماز اس کی ادا ہو گی، قضا نہیں۔ مگر قصداً سو جانا اور نماز کو بے وقت ادا کرنا دُرست نہیں۔

فجر کے بعد جب تک سورج اونچا نہ ہو اور عین سُورج ڈھلنے کے وقت اور عصر کے بعد جب تک سُورج نہ چھپے، نماز پڑھنی مکروہ ہے۔

نماز ظہر میں اتنی تاخیر چاہیئے کہ دیواروں کے سایہ میں آدمی چل سکے۔

نماز جمعہ کا وقت وہی ہے، جو ظہر کا ہے۔

نماز عصر میں اُس وقت تک تاخیر[1] چاہیئے کہ سُورج کا رنگ نہ بدلے۔

[1] دیر۔

نمازِ عشا کی تاخیر تہائی رات تک مستحب ہے۔ مگر گرمی کے موسم میں تعجیل[1] مستحب ہے۔ نصف رات سے زیادہ تاخیر کرنی مکروہ ہے۔

عصر کی نماز کو سورج کے زرد[2] پڑ جانے تک اور مغرب کی نماز کو ستاروں کے طلوع[3] تک تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

وِتر کا وقت نمازِ عشا پڑھ چکنے کے بعد ہے۔ مگر جو اپنی بیداری پر یقین رکھتا ہو، اُس کے لئے اخیر شب مستحب ہے، ورنہ اوّل رات افضل ہے۔ ابر[4] کے روز عصر و عشا میں جلدی کرنی مستحب ہے۔ طلوعِ آفتاب کے وقت صبح کی نماز ناجائز ہے اور غروب کے وقت صرف اُسی دِن کی نماز عصر جائز ہے۔ صبح کی نماز کے بعد طلوع تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب تک تمام نفل نمازیں مکروہ ہیں۔ اور قضا فرائض مکروہ نہیں۔ ایسا ہی طلوعِ صبح صادق کے بعد دو رکعت سُنّت صبح کے سوا دوسری نفلی نمازیں مکروہ ہیں اور ایسا ہی جب خطیب[5] خطبہ سُنانے لگے تو سُنّت اور نوافل پڑھنے مکروہ ہیں۔ جب جماعت کی تکبیر ہو جائے، نفلی نمازیں پڑھنا مکروہ ہیں، مگر فجر کی سُنّتیں کہ تکبیر ہو چکنے کے بعد بھی پڑھنی چاہئیں، بشرطیکہ جماعت سے رہ

---

[1] جلدی کرنا [2] پیلا [3] سورج کا نکلنا [4] بادل [5] امام مسجد۔ خطبہ سُنانے والا۔

جانے کا خوف نہ ہو اور یہ جانتا ہو کہ میں کم از کم تشہد[1] میں امام کے ساتھ مل جاؤں گا۔ اگر جماعت ہو چکنے کا احتمال ہو تو سُنتیں چھوڑ کر جماعت میں مل جانا چاہیئے۔ سُنّت کی قضا نہیں۔ اِسی طرح عید کے روز عید کی نماز پڑھنے سے پہلے نفل پڑھنے مکروہ ہیں۔ خواہ مسجد میں پڑھے یا گھر میں اور بعد نماز عید مسجد میں نفل پڑھنے مکروہ ہیں اور گھر میں مکروہ نہیں۔ پیشاب یا پاخانے کی حاجت ہو تو ایسی حالت میں بھی نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ ایسے ہی جب بھُوک سخت ہو اور طعام حاضر ہو تو بھی نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ غرض جو چیز نماز میں خلل ڈالنے والی ہو، اُس کے ہوتے نماز پڑھنی مکروہ ہے۔

وہ مقامات جہاں نماز پڑھنی مکرُوہ ہے

اِن مقاموں میں نماز پڑھنی مکروہ ہے: (۱) کعبہ مکرّمہ کی چھت پر (۲) راستہ میں (۳) اُروڑی پر (۴) اُس جگہ جہاں جانور ذبح کرتے ہیں (۵) مقبرہ پر (۶) غسل کی جگہ پر (۷) حمام میں (۸) اُونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ پر (۹) باڑہ، جہاں گائے یا بکری وغیرہ باندھتے ہیں (۱۰) اصطبل میں (۱۱) خراس پر (۱۲) مقام پاخانہ پر (۱۳) پاخانہ کی چھت پر (۱۴) ایسی

---

[1] التحیات پڑھنا۔

زمین پر جو کسی سے چھین لی ہو (۱۵) غیر کی زمین میں جہاں کھیتی کھڑی ہو (۱۶) جنگل میں بلا سُترہ[1] کے جہاں آدمی کا گذر ہو (۱۷) بُت خانہ میں (۱۸) گرجا میں (۱۹) عبادت خانہ ہنُود[2] میں (۲۰) ایسے مقام میں جہاں تصویر ہو، نماز پڑھنی مکروہ ہے۔

نماز کی نیّت

نیّت دِل کی ہوتی ہے اور زبان کے ساتھ نیّت کے ساتھ الفاظ ادا کرنا مستحب ہے۔ اصل یہ ہے کہ نیّت بصیغۂ ماضی[3] ہو، جیسا کہ نَوَیۡتُ یعنی نیّت کی مَیں نے اِس نماز کی۔ اور اگر بصیغۂ حال کہے تو بھی درُست ہے۔ فارسی عربی وغیرہ زبانوں میں نیّت کرنی دُرست ہے۔ اگر تکبیر سے پہلے نیّت کر لے اور جلدی سے جماعت میں شامل ہو جائے اور تکبیر کہے تو دُرست ہے۔ اتنا خیال رہے کہ نیّت اور تکبیر کے مابین دُنیوی کام اور کلام نہ کرے۔ تکبیر کے بعد اگر نیّت کرے تو ناجائز ہے۔ مگر امام کرخی علیہ[4] الرّحمۃ کا قول ہے کہ اگر رکُوع یا رکُوع سے سر اُٹھانے تک قعوذ[5] تک نیّت کر لے کافی ہے۔ فرض نماز کی نیّت ضرور کرنی چاہئیے۔

---

[1] سترہ، ایک ہاتھ لمبی لکڑی کو کہتے ہیں جو نماز پڑھتے وقت آگے کھڑی کر لیتے ہیں۔ جس سے نماز کے آگے سے گزرنے والے کو گناہ نہیں ہوتا [2] ہنوُد، ہندوؤں [3] ماضی، گذرا ہُوا زمانہ۔ وقت [4] اُس پر رحمت ہو [5] قعود، بیٹھنا۔ (ابو رشید عفی عنہ)

اور قضا نماز میں وقت کی تعیین[1] بھی ضروری ہے۔ دن کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ دن کی تعیین ضروری نہیں اور رکعت کی عدد کی تعیین بھی ضروری نہیں۔ مقتدی کو امام کی اِقتدا[2] کی نیت ضروری ہے۔ استقبالِ قبلہ اور تعیین امام کی نیت ضروری نہیں۔

فرض کی نیت یہ ہے۔ اُصَلِّیْ فَرْضَ ھٰذَا الْوَقْتِ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ یعنی مَیں فلاں وقت کی فرض نماز اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھتا ہوں۔ جس وقت کی نماز ہو، اُس وقت کا نام لے کر نیت کرے۔ اور سُنّت نماز کی نیت یہ ہے۔ اُصَلِّیْ سُنَّۃَ ھٰذَا الْوَقْتِ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ یعنی مَیں فلاں وقت کی سُنّت نماز اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھتا ہوں۔ عید کی نماز کی نیت اِس طرح سے ہے۔ اُصَلِّیْ ھٰذَا الْعِیْدَ لِلّٰہِ تَعَالٰی اِقْتَدَیْتُ بِھٰذَا الْاِمَامِ۔ یعنی مَیں عید کی نماز خدا تعالیٰ کے لئے پڑھتا ہوں۔ مَیں نے اس امام کی اِقتدا کی۔ اور تراویح کی نماز کی نیت اس طرح سے ہے۔ اُصَلِّیْ صَلٰوۃَ التَّرَاوِیْحِ لِلّٰہِ تَعَالٰی بِاَمْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ یعنی مَیں تراویح کی نماز پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے لئے بحکمِ جناب رسُولِ مقبُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے۔

---

[1] مقرر کرنا [2] پیروی کرنا۔ (ابُورشید عفی عنہ)

نماز جنازہ کی نیّت یہ ہے۔ اُصَلِّیْ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَ اَدْعُوْا لِھٰذَا الْمَیِّتِ اِقْتَدَیْتُ بِھٰذَا الْاِمَامِ۔ یعنی مَیں نماز پڑھتا ہوں خدا تعالیٰ کے لیئے اور مَیں دُعا کرتا ہوں اِس میّت کے لیئے۔ مَیں نے تابعداری کی اِس امام کی۔

نماز کی فرضیّت

پانچ وقت کی نماز ہر مُسلمان عاقل بالغ پر فرض ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب لڑکا سات برس کا ہو جائے تو اُس کو نماز کی تاکید کرنی چاہیئے اور جب دس سال کا ہو جائے تو مار پیٹ کر اُس کو نماز پڑھانی چاہیئے۔ لیکن مارنا ہو تو ہاتھ سے ماریں، لکڑی سے نہ ماریں اور تین بار سے زیادہ نہ ماریں۔ ایسے ہی اُستاد کو تین بار مارنے کی مجاز ہے۔ نماز کی طرح روزہ بھی مار کر رکھائیں اور اسی طریقہ سے اور بُرے کاموں سے منع کریں، تاکہ اس کو نیک کام کی عادت اور بُرے کام سے نفرت ہو۔ جو شخص فرض نماز نہ پڑھے، امام اور بادشاہ کا کام ہے کہ اس کو قید کریں یا ایسا ماریں کہ اُس کے بدن سے خُون نِکل آئے۔ امام شافعی علیہ الرّحمۃ کے نزدیک تارکؔ[1] الصّلوٰۃ کو

---

[1] نماز چھوڑنے والا۔

قتل کرنے کا حُکم ہے۔ نماز کسی اُمّت کو معاف نہیں ہوئی۔ یہ سب شریعتوں میں فرض ہے۔ سارے پیغمبروں علیہم الصّلوٰۃ و السّلام نے نماز کی تاکید فرمائی ہے۔ قیامت کے دن اوّل حِساب نماز کا ہی ہوگا

فرائضِ نماز

(۱) با وضو ہونا (۲) بدن کا پاک ہونا (۳) کپڑے پاک ہونا (۴) نماز کی جگہ پاک ہونا (۵) صحیح وقت (۶) مُنہ قبلہ کی طرف ہونا (۷) سترِ[1] عورت (۸) نیّت نماز (۹) تکبیر اُولیٰ یعنی شروع کے وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا (۱۰) قیام یعنی کھڑا ہونا (۱۱) قرأت یعنی کم از کم ایک لمبی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا (۱۲) رکُوع کرنا (۱۳) سجدہ کرنا (۱۴) قعدۂ[2] اخیرہ میں بیٹھنا (۱۵) نماز سے باہر آنا۔ کسی اختیاری کام کے ساتھ بات ہو یا کچھ اور (۱۶) فرض اور نفل کے درمیان فرق کرنا (۱۷) ترتیب فرائض کی رعایت کرنا۔ یعنی پہلے قیام کرنا۔ پھر رکوع پھر سجود پھر قعدہ اخیرہ کرنا (۱۸) نماز کا پُورا کرنا اور اس نماز سے مُقتدی کو انتقال[3] کرنا (۱۹) فرضوں میں امام کی تابعداری کرنا (۲۰) مُقتدی کی رائے میں امام کی

---

[1] پردہ۔ ڈھانپنا [2] آخری التحیات [3] ایک رُکن سے دوسرے رُکن کی طرف جانا۔

نماز صحیح ہونا۔ یعنی اگر مقتدی جانے کہ امام کی نماز صحیح نہیں ہے تو مقتدی کی نماز صحیح نہیں (۲۱) مقتدی کا امام سے پیچھے رہنا۔ اگر اندھیرے میں صف بڑی ہو اور مقتدی امام سے قبلہ کی طرف آگے بڑھ جائے تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی (۲۲) مقتدی کا رُخ امام کے رُخ کے مخالف نہ ہونا۔ مثلاً اندھیری رات میں جنگل میں جماعت ہونے لگے اور قبلہ کی سمت کسی کو معلوم نہیں ہے۔ ایسی صورت میں حکم ہے کہ جدھر دل گواہی دے، اُدھر ہی مُنہ کرے۔ لیکن امام اور مقتدیوں کا رُخ ایک ہی سمت[1] ہونا چاہیئے۔ اگر امام کا رُخ ایک طرف ہے اور کچھ مقتدی اس کے موافق ہیں اور کچھ مقتدی دوسری طرف رُخ کئے کھڑے ہیں۔ پس جن کو نماز پڑھتے معلوم ہو جائے کہ میرا رُخ امام کے رُخ کے برخلاف ہے، اُس کی نماز نہ ہوگی۔ اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد معلوم ہو تو نماز ہو جائے گی (۲۳) صاحبِ ترتیب کو نماز قضا یاد ہو تو اُس کو پہلے پڑھنا (۲۴) عورت کا مرد کے برابر نہ ہونا، اُس نماز میں جو ایک امام کے پیچھے پڑھ رہے ہیں (۲۵) رکوع و سجود میں آرام کرنا۔ مگر یہ صرف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض ہے

[1] طرف۔

اذان کا بیان

اذان اطلاع ہے مسلمانوں کو کہ نماز کا وقت آ گیا ہے اور جماعت کی تیاری ہے اور دین کے کاموں میں ایک نیک کی خبر کافی ہے۔ ہاں اگر خبر دینے والا فاسق[1] یا مجہول[2] ہو تو اس کی خبر میں اپنی رائے سے کام لے اور کافر کی بات دین کے کاموں میں بے اعتبار ہے۔ نابالغ لڑکے اور دیوانے کا قول معتبر نہیں۔ اسی لئے حکم ہے کہ اذان کہنے والا مرد عاقل، بالغ، وقت کا واقف ہو۔ جس کی بات پر اعتبار ہو۔ نابالغ اور عورت اور دیوانے کی اذان غیر معتبر ہے۔ سب سے پہلے مؤذن[3] حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم معراج کو تشریف لے گئے اور مقام جبریلؑ میں آپؐ نے فرشتوں کی امامت فرمائی تو اُس وقت جبریل علیہ السلام نے اذان کہی تھی۔ حدیث میں مذکور ہے کہ مدینۂ منورہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نماز کے وقت تدبیریں فرماتے تھے اور مؤذن کوئی نہیں تھا۔ پھر عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں فرشتہ

---

[1] گنہگار [2] جس کو خبر پتہ نہ ہو [3] اذان دینے والا۔

کی اذان سُنی اور ایسا ہی حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا اور حضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم کو خبر دینے آئے۔ سو حضرت جبریل علیہ السّلام اُن سے پہلے آ گئے تھے اور حضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان پسند آئی۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم نے فرمایا۔ اے عُمر! جبریل تم سے پہلے سبقت[۱] لے گئے۔ سو یہ بات اُس اذان کی ہے، جو زمین پر رائج ہوئی ہے۔ ورنہ اوّل وہی اذان ہے، جو آسمانوں پر حضرت جبریل علیہ السّلام نے معراج کی شب کو کہی تھی۔ وقت سے پہلے اذان کہنی درست نہیں۔ مؤذّن بلند مقام پر کھڑا ہو۔ اگر تنہا ہے تو اُونچا مقام شرط نہیں۔ سفر اور جنگل میں اگرچہ اکیلا ہے، مگر اذان کہے۔ اندرونِ شہر گھر میں نماز پڑھے تو مسجد کی اذان کافی ہے۔ نماز کے سوا اِن موقعوں پر بھی اذان دُرست ہے (۱) جب لڑکا پَیدا ہو تو اُس کے کان میں اذان کہنی چاہیئے (۲) مکان میں آتشزدگی[۲] کے وقت (۳) مرگی والے کے کان میں (۴) غصّے والے کے کان میں۔

---

۱ آگے ہونا ۲ آگ لگنا۔

(۵) غمگین کے کان میں (۶) بدخُلق[1] آدمی کے کان میں۔
(۷) مُسافر کے پیچھے جب وہ سفر کو سدھارے تو اذان و تکبیر کہی جائے (۸) شیاطین[2] کے دفع کرنے کے لئے (۹) مُسافر جب جنگل میں راستہ بھُول جائے تو اذان کہے۔
(۱۰) اکثر علماء کے نزدیک میّت کو قبر میں اُتارتے وقت اذان کہنا مستحب ہے۔ اگر وقت سے پہلے اذان کہی جائے تو پھر وقت پر دوبارہ کہیں۔ اذان سُننے والا توجّہ سے سُنے اور اپنی زبان سے بھی ساتھ ساتھ وہی کلمے کہے۔ مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ[3] حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ[4] کے وقت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ[5] پڑھے اور صُبح کے وقت جب اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ[6] سُنے تو صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ[7] کہے۔ علماء نے تحقیق کر کے لکھا ہے کہ پہلی بار اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ سُنے تو صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہے اور دُوسری بار اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ سُنے تو کہے۔ قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ[8] اور دونوں انگوٹھوں کو دونوں آنکھوں پر رکھے۔ جو کوئی ایسا کرتا رہے گا، اُس کو

---

[1] بدخو [2] شیطانوں [3] نماز کے لئے آؤ [4] خلاصی کے لئے آؤ [5] نہیں پھرنا اور نہیں قوت مگر ساتھ اللہ بلند اور بزرگ کے [6] نماز سونے سے بہتر ہے [7] تُو نے سچ کہا اور تُو نیک بخت ہے [8] اے اللہ! نفع دے مجھ کو ساتھ سُننے اور دیکھنے کے۔

حضرت رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم بہشت میں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ جیسا کہ کتاب کنز العباد میں لکھا ہے اور فتاوائے صوفیہ و کتاب الفردوس میں بھی یہ حدیث لکھی ہے، جس کا ترجمہ مذکور کیا گیا ہے۔ اور کتاب مقاصدِ حسنہ میں امام بخاری نے بڑی تحقیق کی ہے، مگر جرّاحی نے اس میں کلام کی ہے اور ظاہر ہے کہ جب حدیث کی صحّت اتنے بڑے فاضلوں نے کر لی تو ایک شخص کو اطّلاع نہ ہونی کیا نقصان کرتی ہے۔ اور اذان اس طرح کہے۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُؕ چار بار اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُؕ دو بار۔ پھر اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِؕ دو بار۔ پھر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِؕ دو بار۔ پھر حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِؕ دو بار۔ پھر اَللّٰہُ اَکۡبَرُؕ دو بار کہہ کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُؕ پر ختم کرے۔ اور صبح کی اذان میں حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِؕ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡمِؕ دو بار کہنا چاہیئے۔ ہر کلمہ پر وقفہ کرتا جائے۔ جب اذان ہو چکے تو یہ دُعا پڑھنی چاہیئے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعۡوَۃِ التَّآمَّۃِ وَ الصَّلٰوۃِ الۡقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الۡوَسِیۡلَۃَ وَ الۡفَضِیۡلَۃَ وَ الدَّرَجَۃَ الرَّفِیۡعَۃَ وَ ابۡعَثۡہُ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدَ نِ الَّذِیۡ وَعَدۡتَّہٗ وَ ارۡزُقۡنَا

شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ[1] ۝

نماز پڑھنے کا طریق

جماعت کے ساتھ پڑھنے میں پہلے اقامت[2] کہنی چاہیئے۔ اقامت اذان ہی کی طرح ہے۔ لیکن اقامت کے کلمات جلدی جلدی پڑھنے چاہئیں اور بعد حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے دو بار قَدْ قَامَتِ[3] الصَّلٰوۃُ کہیں۔ اکیلے نمازی کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے پاک ہو کر وضو کر کے پاک کپڑے پہن کر جو کم از کم ستر کا کام دے سکیں، پاک جگہ پر قبلہ کی طرف مُنہ کر کے کھڑا ہو اور نیّت کرے کہ فلاں وقت کی نماز پڑھتا ہُوں، اَللّٰہُ اَکْبَرُ[4] اور اُس وقت دونوں ہاتھ کانوں کی لَو تک اُٹھا کر داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے اس طرح باندھے کہ پہلے بایاں ہاتھ اِس طرح رکھے کہ ہتھیلی نیچے رہے اور ہاتھ کی پُشت اُوپر کو۔ اسی طرح داہنا ہاتھ اُس کے اُوپر رکھ کر چھنگلیوں اور انگوٹھے

---

[1] اے اللہ! اس دعوتِ تامہ اور صلوٰۃ قائمہ کے ساتھ دے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وسیلہ اور بزرگی اور درجہ بلند اور اُٹھا اُن کو مقامِ محمود میں جس کا تُونے وعدہ فرمایا ہے اور ہم کو اُن کی شفاعت دے قیامت کے دن۔ بے شک تُو نہیں خلاف کرتا وعدے کو [2] نماز کھڑی ہونے کے وقت کہی جاتی ہے [3] نماز کھڑی ہو گئی [4] اللہ سب سے بڑا ہے۔

سے پہونچا پکڑے۔ عورتوں کو ہاتھ کندھوں تک لے جا کر سینے پر باندھنے چاہئیں۔ پھر پڑھنا چاہئے۔ سُبْحَانَکَ[1] اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ لَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ۔ اَعُوْذُ[2] بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ[3] اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اور اِس کے بعد سُورۂ فاتحہ پڑھ کر آہستہ سے اٰمِیْن[4] کہے اور اِس کے بعد ایک سُورۃ یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر رکُوع میں جائے اور سُبْحَانَ[5] رَبِّیَ الْعَظِیْمُ تین بار کہے۔ پھر کھڑا ہوتے ہوئے کہے سَمِعَ[6] اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ۔ اور پھر کھڑا ہو کر رَبَّنَا[7] لَکَ الْحَمْدُ۔ کہے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوُا سجدے میں جائے اور تین بار سُبْحَانَ[8] رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہتا ہوُا سجدے سے سر اُٹھائے اور سیدھا بیٹھے۔ پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوُا دُوسرے سجدہ میں جائے اور اُسی طرح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تین بار پڑھے۔ پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوُا سجدے سے اُٹھ کر کھڑا ہو جائے

---

[1] پاک ذات ہے تیری اے اللہ! اور ساتھ تعریف تیری کے تیرا نام برکت والا ہے۔ اور نہیں کوئی معبُود سوائے تیرے [2] مَیں پناہ پکڑتا ہوں ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے شیطان راندے ہوئے سے [3] شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے [4] میری دُعا قبول ہو۔ [5] پاک ذات ہے پروردگار میرا بزرگ [6] سُنا اللہ تعالیٰ نے جس نے اُس کی تعریف کی [7] اے پروردگار! تیرے لئے حمد ہے [8] پاک ذات ہے پروردگار بلند۔

اور دوسری رکعت بغیر ثنا اور اعوذ کے پڑھے۔ یعنی الحمد شریف بمعہ بسم اللہ شریف اور سورۃ پڑھے۔ جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ اب اگر نماز دوگانہ ہے تو قعدہ میں بیٹھے اور پڑھے۔ اَلتَّحِيَّاتُ[1] لِلّٰهِ وَ الصَّلَوٰتُ وَ الطَّيِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ○ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ط اَللّٰهُمَّ[2] صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ رَبِّ[3] اجْعَلْنِىْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ط رَبَّنَا اغْفِرْ لِىْ وَ لِوَالِدَىَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ○ یہاں تک پڑھ کر پہلے دائیں طرف اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر کہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ

---

[1] سب عبادتیں جو زبان سے ہو سکیں اور دل و جان سے ہوں اللہ کے لئے ہیں سلام ہو اوپر تیرے اے نبیؐ اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اس کی سلام ہم پر اور اس کے نیکوکار بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں [2] اے اللہ درود بھیج اوپر محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر جیسا کہ درود شریف بھیجا تو نے ابراہیمؑ اور ان کی آل پر، بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگی ہے۔ اے اللہ برکت بھیج محمدؐ اور ان کی آل پر جیسے کہ برکت بھیجی تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے [3] اے پروردگار میرے! بنا مجھ کو قائم کرنے والا نماز کا اور میری اولاد سے اے پروردگار ہمارے اور قبول کر دعا اے رب ہمارے بخش مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو قیامت کے دن

رَحْمَةُ اللّٰہِ ط اور نماز سے باہر آئے۔ اگر تین یا چار رکعتی نماز ہو تو پہلے قعدہ میں اَلتَّحِیَّاتُ سے عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ تک پڑھ کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہو اور تیسری و چوتھی رکعت ادا کرے۔ پھر دُوسرا قعدہ بیٹھ کر اَلتَّحِیَّاتُ اور درُود ابراہیمی اور دُعا جو بیان ہو چکی ہے، پڑھ کر دائیں اور بائیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہ کہہ کر نماز سے باہر آئے اور یہ بھی واضح رہے کہ تین یا چار رکعتی فرض نمازوں میں پہلی ہی دو رکعتوں میں قرأت پڑھنی فرض ہے۔ پچھلیوں میں فقط الحمد شریف ہی پڑھنا چاہیئے ۔ لیکن سُنّت اور نفل نمازوں میں ہر ہر رکعت میں۔ قرأت پڑھنی واجب ہے۔ ورنہ نماز درست نہ ہوگی اور وِتر کی تیسری رکعت میں سورۃ پڑھنے کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں کی لَو تک لے جائیں اور عورتیں کندھوں تک لے جائیں اور پھر بدستور باندھ کر یہ دُعا پڑھنی چاہیئے۔ اَللّٰھُمَّ[1] اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نُؤْمِنُ بِکَ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَ نُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَ نَشْکُرُکَ وَ لَا نَکْفُرُکَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ ط اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ لَکَ نُصَلِّیْ وَ نَسْجُدُ وَ اِلَیْکَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ وَ

---

[1] یہ دعائے قنوت ہے۔ (ترجمہ اگلے صفحے پر دیکھئے)۔

نَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَ نَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ط[1]۔ دُعا پڑھنے کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط کہتا ہُوا رکوع میں جائے اور نماز تمام کرے۔

اِمام کے پیچھے نماز پڑھنا

اگر اِمام کے پیچھے نماز پڑھیں تو نیّت ویسی ہی کریں، جیسی اکیلے نماز پڑھتے وقت کی جاتی ہے۔ فرق صرف اِتنا ہے کہ باجماعت نماز پڑھنے کے وقت اتنا کہہ لیں۔ نماز پڑھتا ہُوں خُدا تعالیٰ کے لئے اور تابعداری کی مَیں نے اِس اِمام کی۔ اِمام کے پیچھے پہلی رکعت صرف ثنا[2] پڑھے۔ سُورہ فاتحہ اور دیگر سُورۃ جو نماز میں پڑھتے ہیں، نہ پڑھے۔ رکُوع و سجُود میں سب کچھ وَیسے ہی پڑھے، جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ امام کو چاہیئے کہ وہ بدستور جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے، پڑھے۔ اور اِمام باخبر ہونا

---

[1] بے شک ہم تم سے مدد چاہتے ہیں اور تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تجھ پر ایمان لائے ہیں اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکریہ بجالاتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور چھوڑتے اور ترک کرتے ہیں جو تیری نافرمانی کرے۔ اے اللہ! ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیرے لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور ہم تیری طرف دوڑتے ہیں اور تیری خدمت کرتے ہیں اور تیری رحمت کے اُمیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تیرا عذاب کافروں کو ہونے والا ہے۔ [2] سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰی جَدُّكَ وَ لَآ اِلٰہَ غَیْرُكَ ۔

(ابورشید عفی عنہ)

چاہیئے، جو مسائلِ دینی سے بخوبی واقف ہو۔ جہاں کوئی امام نہ ہو اور صرف نماز ہی پڑھ سکتے ہوں تو اُن میں عزت والے کو امام بنا کر باجماعت نماز پڑھ لیں۔

مُسافر کی نماز

جب آدمی اپنے شہر سے تین دِن رات کی مُسافت کا سفر کرے تو اُسے چاہیئے کہ راستے میں آتا اور جاتا ہوُا چار رکعتی نماز قصر[1] کرے۔ یعنی صرف دو رکعت نماز پڑھے۔ جب وہاں پہنچے اور پندرہ روز سے کم تک وہاں ٹھہرنے کا اِرادہ ہو تو اِن دِنوں میں بھی قصر نماز ہی پڑھتا رہے۔ اگر مُسافر بستی والے امام کے پیچھے نماز پڑھے تو پوُری چار رکعتیں ہی پڑھے۔ اگر مُسافر بستی والوں کی اِمامت کرے تو قصر ہی پڑھے۔ نماز تمام ہونے کے بعد سلام پھیر کر مُقتدیوں سے کہہ دے کہ مَیں مُسافر ہُوں، وہ اپنی دو رکعت باقی ادا کر لیں۔ اُس وقت مُقتدیوں کو باقی ماندہ[2] نماز میں بجائے الحمد شریف کے کُچھ نہ پڑھنا چاہیئے۔ صرف تھوڑی دیر، جتنی دیر میں کہ الحمد شریف پڑھی جاتی ہے، کھڑے ہو کر رکُوع اور سجوُد

---

[1] کم کرنا [2] باقی بچی ہوئی۔

کر کے باقی ماندہ نماز ادا کر لیں۔ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹے ہوئے اِشارہ سے نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ اگر کہیں دُشمن یا درِندے کا خوف ہو تو چلتے چلتے سوار یا پیادہ[1] نماز ادا کر لینے کا حکم ہے۔ کسی وقت بھی نماز چھوڑنے کا حکم نہیں ہے۔ اگر سفر کے مقام میں پندرہ دِن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو وہاں ٹھہرنے کے دِنوں میں قصر نہ کرے۔ پوری نماز پڑھے۔ ہاں روانگی کے بعد پھر قصر شروع کرے۔ قصر صرف فرض نماز ہوتی ہے۔ باقی وِتر، سُنّتیں اور نفل بدستور پڑھے۔

سجدہ سہو کا بیان

نماز کا کوئی واجب بھول کر ترک ہو جائے تو دو سجدے ایک سلام کے بعد واجب ہوتے ہیں۔ سجدہ سہو کی ترکیب یہ ہے کہ آخری قعدہ میں درُود و دُعا کے بعد ایک طرف سلام کہہ کر دو سجدے کرے۔ پھر اس کے بعد بیٹھے۔ التحیات، درُود اور دُعا ماثورہ[2] پڑھ کر نماز سے باہر آئے۔ جس وقت نماز کے کِسی رُکن کو مُقدّم

---

[1] پَیدل [2] جو حدیث شریف میں آئی ہے۔

کرے۔ یعنی اُس کے ادا کرنے کے وقت سے پہلے ادا
کرے۔ مثلاً رکوُع قرأت سے پہلے کرلے یا کسی رُکن کے
ادا کرنے میں تاخیر[1] کرے۔ مثلاً پہلے اَلتَّحِیَّاتُ کے اُوپر
کچھ زیادہ پڑھ گیا۔ اِس وجہ سے تیسری رکعت کے قیام[2]
میں تاخیر ہوئی یا کسی رُکن کو دو مرتبہ کر گیا۔ مثلاً دو
رکوُع یا تین سجدے کر لئے تو بھی سجدہ سہو واجب ہوتا
ہے۔ اگر نماز میں کئی بار سہو کیا تو دو ہی سجدے کافی
ہیں۔ اگر سہو کیا اور سجدہ سہو ادا کیا تو پھر سہو کرنے
پر دوبارہ سہو کا سجدہ ادا کرنا واجب نہیں ہے۔

سجدۂ تلاوت

سجدۂ تلاوت ایک سجدہ ہے۔ دو تکبیروں کے درمیان
کھڑے ہو کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر سجدہ میں جائے اور اَللّٰہُ
اَکْبَرُ کہہ کر کھڑا ہو جائے۔ نماز کی عام شرطیں سجدہ تلاوت
کے لئے بھی ہیں۔ یعنی بدن چھپانا، قبلہ کی طرف مُنہ کرنا
اور طہارت وغیرہ۔ اِس سجدے میں سلام اور تشہد اور ہاتھ
اُٹھانا واجب نہیں۔ دُوسرے سجدوں کی طرح اِس میں بھی
سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تین بار کہے۔ جو شخص سجدے کی

---

[1] دیر [2] کھڑا ہونا۔

آیتوں میں سے کوئی آیت پڑھے یا سُنے، اُس پر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے۔ سجدہ کی آیات اِن سُورتوں میں ہیں:- (۱) سُوْرَۃ اَعْرَاف (۲) سُوْرَۃ رَعْد (۳) سُوْرَۃ نَحْل (۴) سُوْرَۃ بَنِیْ اِسْرَائِیْل (۵) سُوْرَۃ مَرْیَمْ (۶) سُوْرَۃ حَج (۷) سُوْرَۃ فُرْقَان (۸) سُوْرَۃ نَمْلْ (۹) سُوْرَۃ اَلٓمٓ تَنْزِیْل (۱۰) سُوْرَۃ صٓ (۱۱) سُوْرَۃ حٰمٓ سَجْدَہ (۱۲) سُوْرَۃ اَلنَّجْم (۱۳) سُوْرَۃ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۱۴) سُوْرَۃ اِقْرَاء۔ اگر امام نے سجدہ کی آیت پڑھی اور مُقتدی نے سُنی تو مُقتدی پر بھی سجدہ واجب ہے۔ ایک شخص نے سجدہ کی آیت امام سے سُنی۔ اور اس کے ساتھ نماز میں داخل نہ ہُوا یا دُوسری رکعت میں داخل ہُوا۔ یعنی جس رکعت میں سُنی تھی، اُس سے دُوسری رکعت میں داخل ہُوا تو سجدہ کرے، مگر نماز میں نہیں اور اگر اُسی رکعت میں داخل ہُوا تو اگر امام کے سجدہ کرنے سے پہلے داخل ہُوا تو امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر نماز میں اُسی رکعت کو امام کے سجدہ کرنے کے بعد پایا تو نماز میں سجدہ نہ کرے، باہر کرے۔ جس سجدۂ تلاوت کا مقام نماز میں ہے، اُس کو باہر قضا نہ کرے۔ اُسی نماز میں ادا کرے۔ اگر ایک مجلس میں ایک ہی آیت سجدہ بار بار پڑھی جائے تو ایک سجدہ

کفایت کرتا ہے۔ اگر ایک مجلس میں کئی آیتیں یا ایک ہی آیت کئی مجلسوں میں پڑھی تو ایک سجدہ کافی نہ ہوگا۔

اِستسقاء کی نماز

اِستسقاء پانی طلب کرنے کو کہتے ہیں۔ جب مینہ نہ برسے، تب امام یعنی سُلطان سب مُسلمانوں کو جمع کرکے وسیع[1] میدان میں لے جا کر رُو بہ قبلہ دُعا کرے اور استغفار[2] پڑھے۔کیونکہ استغفار کو مینہ کے طلب کرنے میں بڑا اثر ہے۔ استغفار کی نماز میں ذِمّی[3] کو نہ لے جائیں اور امام اپنی چادر پلٹا دے۔ دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں۔ نیچے سے اُوپر اور اُوپر سے نیچے۔ لوگ اپنے گناہوں سے از سرِ نَو توبہ کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اِس کی برکت سے مینہ برسا دے۔

کسُوف[4] اور خسُوف[5] کی نماز

کسُوف سُورج گہن کو کہتے ہیں۔ کسُوف کے وقت سُنّت ہے کہ جمُعہ کا امام آدمیوں کے ساتھ دو رکعت نماز بغیر اذان اور اقامت اور خُطبے کے ادا کرے اور ہر

---

[1] کُشادہ۔ کھُلا [2] بخشش مانگنا۔ توبہ کرنا [3] مطیع اسلام کافر کو ذمّی کہتے ہیں۔
[4] سُورج گرہن [5] چاند گرہن۔

رکعت میں ایک رکوع سب نفلوں کی طرح پڑھے اور ایک رکعت دراز کرے اور آہستہ پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو تو دُعا میں مشغول ہو۔ یہاں تک کہ آفتاب روشن ہو جائے۔ اگر امام نہ ہو تو لوگ الگ الگ نماز پڑھیں۔ اور دُعا میں مشغول ہوں اور جب چاند میں خسُوف لگے تو تمام لوگ اکیلے اکیلے دُعا میں مشغول ہوں، جب تک کہ چاند روشن نہ ہو۔ اسی طرح اگر کوئی ڈر خوف ہو۔ مثلاً آندھی یا تاریکی ہو یا دُشمن ظاہر ہو یا مینہ بند ہونے میں نہ آئے یا بادل گرجے یا بھُونچال آئے یا تمام عالم میں بیماری پھیلے تو ایسے وقت میں نماز اور دُعا میں مشغول ہونا سُنّت ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ نفل اور سُنّت کی جماعت مکرُوہ ہے۔ مگر دو سُنّت نمازوں کی جماعت مکرُوہ نہیں ہے۔ ایک تراویح کی نماز اور دُوسری کسُوف کی نماز۔ کسُوف کی نماز مکرُوہ وقت میں ادا نہ کرنی چاہیئے۔

روزے کا بیان

ماہِ رمضان میں مُسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہے۔ اگر خود رمضان شریف کا چاند دیکھا ہو یا عادل گواہوں کی

گواہی سے چاند کا دیکھنا ثابت ہو گیا ہو یا شعبان کے
پورے تیس[۳۰] دِن گزر چکے ہوں تو بلا شبہ رمضان شریف
شروع ہو گیا۔ اگر شعبان کی تیسویں تاریخ کو گہرا ابر یا
غبار ہو تو رات کو صبح صادق سے پہلے نیّت[۱] کر لے کہ
مَیں کل کا روزہ رکھنے کی نیّت کرتا ہوں۔ جب تک
رمضان شریف ختم نہ ہو لے، اِسی طرح ہر روزے کی نیت
کرتا رہے۔ جب صبح ہو تو لازم ہے کہ تمام دِن کھانے
پینے اور جماع کرنے سے پرہیز کریں۔ کِسی طرف سے
کوئی چیز پیٹ کے اندر نہ جائے۔ کھانے پینے سے
آخر وقت تک پرہیز کریں۔ روزہ افطار کرنے کے بعد
سے سحری[۲] تک کھانے پینے اور جماع کرنے کی ممانعت[۳]
نہیں۔ روزہ کی حالت میں مِسواک کرنی منع نہیں۔ مُنہ
میں تھوک جمع کر کے حلق میں نہ اُتاریں اور کوئی کھانے
پینے کی چیز (شیریں ہو یا نمکین) چکھنے کی بھی ممانعت
ہے۔ کِسی کا گِلہ کرنا، چُغلی اور غیبت کرنا، سُخن چینی
کرنا، جھُوٹ بولنا اور گالیاں بکنا ہر حالت میں بُرا
ہے۔ مگر روزے میں اور بھی زیادہ گُناہ ہے۔ سحری اخیر

---

[۱] اَصُومُ غَدٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ (ترجمہ) رمضان شریف کے مہینے سے کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔ [۲] سحرگی [۳] مناہی۔ منع۔

وقت میں کھانا افضل ہے۔ مگر جو شخص فجر کے وقت سے واقف نہ ہو، اُس کو سحری جلدی کھانی چاہئے۔ پانی یا کھجور سے روزہ افطار[1] کرنا بہتر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم سے روایت ہے کہ آپ روزہ افطار کرتے وقت یہ دُعا پڑھتے تھے۔ بِسْمِ[2] اللّٰہِ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔ سُبْحَانَکَ وَ بِحَمْدِکَ۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط

بھُول کر کچھ کھا جانے سے روزہ نہیں ٹُوٹتا۔ حاملہ[3] اور چھوٹے بچّے والی عورت اور مریض[4] کو اگر تکلیف معلوم ہو تو روزہ افطار کرنا جائز ہے۔ جس بیمار کو خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے بیماری زیادہ ہوگی، اُس کو اختیار ہے کہ رمضان میں روزہ نہ رکھے اور اُن کی قضا کرے۔ اگر مُسافر کو کچھ ضرر نہ ہو تو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ مُسافر مقیم ہو جائے تو روزے رکھے۔ اسی طرح بیمار بھی شفا پائے تو طاقت کے موافق روزے رکھے۔ روزوں کی قضا درُست ہے۔ قضا میں لگا تار روزے رکھنے شرط نہیں۔ مثلاً پچھلے رمضان شریف کی

---

[1] روزہ کھولنا [2] شروع اللہ کے نام سے اے اللہ مَیں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا۔ مَیں تیری حمد کرتا ہوں۔ اے اللہ ہم سے قبول کر۔ بے شک تو سُننے والا جاننے والا ہے۔ [3] حمل والی۔ بچّہ پیدا ہونے والی [4] بیمار۔

کسی کے ذمے ہے اور پھر دُوسرا رمضان آگیا تو حال کے روزے پہلے رکھے اور رمضان شریف گذرنے کے بعد ادا کرے۔ اگر مُسافر نے روزے کی نیّت نہ کی ہو، پھر دوپہر دِن چڑھے سے پہلے مقیم ہو گیا اور روزہ کی نیّت کر لی تو اس کا روزہ ہو جائے گا۔

مسجدوں کا بیان

مسجدوں کی زمین سب زمینوں سے پاک ہے۔ مُولی پیاز[1] اور لہسن[1] وغیرہ کھا کر مسجد میں جانا منع ہے۔ گھر کی نِسبت مسجد میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے۔ مسجد میں بیہودہ[2] باتیں کرنی، خرید و فروخت اور جھگڑہ فساد کرنا منع ہے۔ مومن کو مسجد میں ایسا آرام آتا ہے، جیسا مچھلی کو پانی میں۔ جو شخص دُنیا میں مسجد بناتا ہے، آخرت میں خدا تعالےٰ اُس کا گھر جنّت میں بناتا ہے۔ جو شخص مسجد بنانے کی توفیق نہ رکھتا ہو، وہ مسجد کی مرمّت کرانے میں اِمداد دے تو اِس سے بھی بڑا ثواب مِلتا ہے۔ مسجد میں تھوکنا اور ناک صاف کرنا منع ہے۔ بدبُو دار چیز، غلیظ[3] آدمی، اور مُوذی کا مسجد میں آنا منع ہے۔

---

[1] پنجابی میں گنڈھے اور تھوم کو کہتے ہیں [2] فضول [3] گندہ۔

سُنّتوں کا بیان

ظہر کی فرض نماز سے پہلی چار سُنّتیں اور ظہر کے بعد کی دو سُنّتیں اور مغرب کی فرض نماز کے بعد کی دو سُنّتیں اور عِشا کے فرضوں کے بعد کی دو سُنّتیں اور فجر کی فرض نماز سے پہلے کی دو سُنّتیں مؤکّدہ ہیں۔

مسئلہ:۔ اگر ظہر کی نماز با جماعت ہو رہی ہو اور پہلی چار سُنّتیں نہ پڑھی ہوں تو نماز میں شامل ہو جانا جائز ہے۔ پہلی چار سُنّتیں فرضوں کے بعد پڑھ لیں۔ مگر صبح کی سُنّتیں فرضوں سے پیشتر ہی پڑھنی لازم ہیں۔ اگر جانے کہ سُنّتیں پڑھ کر فرضوں میں مل جاؤں گا، تو پہلے سُنّتیں پڑھ لے اور اگر دُوسری رکعت ہے، اور جانتا ہے کہ جماعت سے نہ مل سکوں گا تو سُنّتیں نہ پڑھے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور جب تک سُورج نہ نکلے، دُرود شریف اور وظائف میں مشغول رہے اور سُورج نکلنے کے بعد وُہ دو سُنّتیں قضا کرے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جو میری سُنّت پر عمل کرے گا، خدا تعالیٰ اُس پر دوزخ کی آگ حرام کرے گا۔

تحیّۃ الوضوٗ[1]

وضو کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھنے کو تحیّۃ الوضو کہتے ہیں۔ جو شخص بدل و جان یہ نماز ادا کرے گا، اُس کا گھر خدا تعالیٰ بہشتوں میں بنائے گا۔

بیمار کی نماز

بیمار سے۔ اگر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھی جائے تو بیٹھ کر پڑھ لے۔ اگر بیٹھ نہ سکے تو پہلوٗ یا پیٹھ پر لیٹ کر اشارے سے نماز ادا کرے۔ اگر اشارے سے بھی عاجز ہو تو جب صحّت پائے، تب پڑھے اور اگر بیماری کی حالت میں مَر جائے تو خدا تعالیٰ رحم کرنے والا اور بخشنے والا قادر ہے۔

جُمعہ کی نماز

جُمعہ کی نماز جائز ہونے کے لئے سات شرطیں ہیں۔ جن کے بغیر وہ جائز نہیں (۱) شہر یا شہر کے باہر (۲) بادشاہِ اسلام ہو یا اُس کا خلیفہ با اِذن ہو (۳)

---

[1] وضو کا تحفہ۔ مراد دو رکعت نماز نفل وضو۔

ظہر کا وقت ہو (۴) خُطبہ پڑھا جائے، جس میں حمد و صلوٰۃ اور وعظ و نصیحت ہو (۵) خطبہ قبل از نماز پڑھا جائے اور دُوسرا خطبہ کے درمیان بیٹھنا سُنّت ہے (۶) امام کے سِوا کم از کم تین آدمی ہوں (۷) بادشاہ سے اذنِ عام ہو۔ اگر بادشاہ موجُود ہو اور اجازت نہ دے تو جُمعہ جائز نہیں۔

جُمعہ کی نماز فرض ہونے کی یہ شرطیں ہیں (۱) جُمعہ کی نماز پڑھنے والا شہر میں مقیم ہو۔ یعنی اگر کوئی مُسافر شہر میں پندرہ دِن قیام مُقرّر کرلے تو اُس پر جُمعہ کی نماز فرض ہوگی (۲) تندرُست ہو۔ بیمار پر فرض نہیں (۳) آزاد ہو (۴) مرد ہو۔ کیونکہ غلام اور عورت پر جمعہ کی نماز فرض نہیں (۵) بالغ ہو۔ لڑکے پر فرض نہیں (۶) عاقل ہو۔ مجنوںؔ پر فرض نہیں (۷) بینا ہو۔ اندھا نہ ہو (۸) چل سکتا ہو۔ اپاہج نہ ہو (۹) قید میں نہ ہو اور دُشمن کا خوف بھی نہ ہو (۱۰) سخت بارش نہ ہو۔ اگر اِن معذُوروں میں سے کوئی جُمعہ کی نماز میں شامل ہو تو اُس کا فرض ادا ہو جائے گا۔ لیکن جماعت میں شامل ہونے سے پیشتر اُس پر فرض نہیں تھا۔ شامی میں لکھا ہے کہ جہاں بادشاہ اسلام نہ ہو، وہاں مُسلمانوں

ؔ پاگل

کو لازم ہے کہ حکامؒ وقت میں سے کسی با اختیار حاکم سے درخواست کریں کہ وہ اُن کو جمعہ پڑھائے تو جائز ہے۔ جمعہ کا مفصّل حال اگلی کتابوں میں لکھا جائے گا۔

عیدین کی نماز

جس شخص پر جمعہ کی نماز فرض ہے، اُس پر دونوں عیدوں کی نماز واجب ہے۔ اس نماز کا اوّل وقت وہ ہے جب آفتاب بلند ہو اور آخر وقت زوالِؔ آفتاب تک ہے اور عیدؔ الاضحےٰ کی نماز جلدی پڑھنی مستحب ہے تاکہ قربانی کے لئے جلدی فرصت ہو اور عیدؔ الفطر کی نماز میں تاخیر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس میں قربانی نہیں ہے۔ عیدؔ الفطر یعنی رمضان شریف کی عید کے دن مستحب یہ ہے کہ کچھ کھائے اور نہا کر خوش بُو لگائے۔ اچھا کپڑا پہنے۔ صدقہ فطر دے اور راہ میں تکبیریں پُکار کر نہ کہے۔ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے جائز نہیں۔ عید کی نماز دو رکعت ہے۔ پہلی رکعت میں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھنے کے بعد تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور پھر الحمد شریف اور سورۃ پڑھنے کے بعد ایک بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ

---

۱ حاکموں ۲ دن ڈھلنے تک ۳ قربانی کی عید ۴ روزوں کی عید۔

کہہ کر رکوع میں جائیے۔ دوسری رکعت میں الحمد اور سورۃ پڑھنے کے بعد چار بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر رکوع کرے۔ عید کی نماز کے بعد خطبہ سننا ضروری ہے۔ عید الفطر کے خطبہ میں خطیب کو فطر کے مسئلے بیان کرنے چاہئیں اور عید الاضحٰے کے خطبہ میں قربانی کے مسائل بیان کرنے لازم[1] ہیں۔ عرفے[2] کے روز فجر کی نماز سے لے کر تیئیس نمازوں تک ہر ایک فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ پڑھے۔ اِس کو تکبیر تشریق کہتے ہیں۔

صدقۂ فطر

عید کی صبح کے وقت سے صدقۂ فطر دینا واجب ہے۔ جو شخص عید کی صبح سے پہلے مر گیا یا صبح کے بعد کافر مسلمان ہوا یا مسلمان کے اولاد پیدا ہوئی تو اُس مُردے اور اولاد کا صدقہ نہیں۔ صدقہ فطر وہ شخص دے، جس کے پاس اپنے اہل و عیال کی روزمرہ خوراک سے کچھ زیادہ ہو۔ صدقہ کا وزن انگریزی

---

[1] ضروری۔ [2] حج کے روز۔

پیمانے کے حساب سے دو سیر فی کس ہے۔ یعنی جتنے
چھوٹے بڑے گھر کے آدمی ہوں، فی کس تخمیناً[1] دو سیر
صدقہ دینا واجب ہے۔ صدقہ اناج کی قسم سے ہو۔
مگر افضل یہ ہے کہ جَو یا گیہوں صدقہ میں دِئے جائیں۔
اگر یہ میسّر نہ ہوں تو کنگنی یا چاول یا چنے وغیرہ
دے۔ صدقہ اپنا اور اپنی جورو[2] اور اولاد اور غلام
اور ماں باپ اور چچاؤں اور بھائی بہنوں کی طرف سے
دے۔ صدقہ فِطر عید کی نماز سے پیشتر دینا واجب ہے۔

اِعتکاف

روزہ کی حالت سے مسجد میں رہنے کو اِعتکاف کہتے
ہیں۔ اِعتکاف سُنّت ہے۔ نفل اِعتکاف کم از کم ایک
ساعت کا ہوتا ہے۔ جو شخص اِعتکاف میں ہو، مسجد
سے باہر نہ نکلے۔ اگر شرعی حاجت مثلاً جمعہ کی نماز
کے لئے یا طبیّ ضرورت مثلاً پیشاب پاخانہ کے لئے
نکلا تو کچھ مُضائقہ نہیں۔ اگر بلا عذر ایک ساعت بھی
باہر نِکلا تو اعتکاف فاسِد ہو گیا۔ سونا دُرست ہے۔
اعتکاف والے کو چُپ رہنا اور فضول باتیں کرنی مکروہ

---

[1] اندازاً [2] بیوی۔

ہیں - جماع کرنے اِعتکاف باطل[1] ہو جاتا ہے - خواہ منکوحہ[2] سے ہو - اگر منّت کے لئے اِعتکاف بیٹھے کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو مَیں اِتنے دِن اِعتکاف بیٹھوں گا تو اِن دنوں کے ساتھ راتیں بھی شمار ہوں گی - اِعتکاف اُس مسجد میں بیٹھنا چاہیئے، جہاں نماز با جماعت ہوتی ہو - اِعتکاف کے لئے سب سے افضل جامع مسجد ہے۔ اِس شرط پر کہ اِعتکاف کے دِنوں میں جمعہ واقع ہو۔ اِعتکاف اِس کو کہتے ہیں کہ ایک خاص جگہ پر بیٹھ کر دِل کو رجُوع رکھے اور ہمیشہ دِل کو اُسی طرح قائم رکھے۔ اعتکاف میں صبح کی نماز پڑھ کر داخل ہونا چاہیئے۔ سال بھر میں جب بھی اِعتکاف کیا جائے، جائز ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ رمضان شریف کے پچھلے عشرہ[3] میں اِعتکاف بیٹھے۔ اعتکاف پردہ میں بیٹھنا چاہیئے۔ اِعتکاف سے چاند دیکھ کر نکلنا چاہیئے۔ عورت اپنے گھر کے کسی علیٰحدہ حصّے میں اِعتکاف بیٹھ سکتی ہے۔

صلوٰۃ التّسبیح

حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

---

[1] جھُوٹ۔ بیکار [2] بیوی۔ جس سے نکاح کیا گیا ہو [3] دھاکا۔ دس۔

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص چار رکعت نماز تسبیح پڑھے، اُس کے سب گناہ صغیرہ[1] اور کبیرہ[1]، ظاہر اور باطن بخشے جائیں گے۔ اِس کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت ایک شام سے پڑھے۔ ہر رکعت میں پچھتر بار یہ تسبیح پڑھے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ط اِس طرح پر کہ پندرہ بار فاتحہ سے پہلے، دس بار سُورۃ کے بعد اور دس بار رکُوع میں تسبیح کے بعد۔ دس بار سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ط کے بعد۔ دس بار پہلے سجدے میں۔ دس بار دونوں سجدوں کے مابین۔ دس بار دُوسرے سجدے میں۔ اِسی طرح چار رکعتوں میں پڑھے۔ اس نماز کو ہر روز پڑھنا چاہیئے۔ اگر ہر روز نہ پڑھ سکے تو ہفتے میں ایک بار جُمعہ کے دِن۔ اگر ہفتے میں بھی نہ پڑھ سکے تو مہینے میں ایک بار۔ اگر مہینے میں بھی نہ پڑھ سکے تو سال بھر میں ایک بار۔ اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو تمام عمر میں ایک بار پڑھ لے۔

نماز تراویح

رمضان شریف میں عشا کی نماز کے بعد وِتروں سے

---

[1] چھوٹے [1] بڑے۔

پہلے بیس۲۰ رکعت پڑھنی سُنّت ہیں۔ اِن کو نماز تراویح کہتے ہیں اور چاروں مذہبوں کا اِس پر اِتّفاق ہے۔ ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک ٹھہریں کہ جتنی دیر میں چار رکعت پڑھی ہیں اور یہ تسبیح پڑھیں۔ یَا مُقَلِّبَ[۱] الْقُلُوْبِ وَ الْاَبْصَارِ ط یَا خَالِقَ اللَّیْلِ وَ النَّھَارِ ط نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا کَرِیْمُ یَا سَتَّارُ یَا حَلِیْمُ یَا وَھَّابُ یَا رَحِیْمُ یَا تَوَّابُ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ط سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَ الْمَلَکُوْتِ ط سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَ الْعَظَمَةِ وَ الْھَیْبَةِ وَ الْقُدْرَةِ وَ الْکِبْرِیَآءِ وَ الْجَبَرُوْتِ ط سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَ لَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلٰٓئِکَةِ وَ الرُّوْحِ ط اَللّٰھُمَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُكَ الْجَنَّةَ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ط بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ہ

---

[۱] اے دِلوں اور آنکھوں کے پلٹنے والے۔ اے دِن اور رات کے پیدا کرنے والے۔ روشن کر دل ہمارے اپنی معرفت کے نُور سے۔ اے غالب۔ اے بڑے بخشنے والے۔ اے کرم کرنے والے اور پردہ ڈالنے والے۔ اے بُردبار۔ اے بخشنے والے۔ اے مہربان۔ اے توبہ قبول کرنے والے۔ پاک بادشاہ پاکی والا پاک ہے۔ صاحبِ مُلک اور بادشاہی کا۔ پاک ہے صاحبِ عزّت اور بڑائی کا اور قدرت اور جبرُوت کا۔ پاک ہے بادشاہ زندہ جو نہیں سوتا اور نہیں مرتا۔ پاک ہے بڑا پاکیزگی والا۔ اے رب ہمارے اور رب فرشتوں کے اور رُوح کے۔ اے اللہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ سے بخشش مانگتے ہیں۔ تجھ سے سوال کرتے ہیں ہم جنّت کا اور پناہ مانگتے ہیں ہم تجھ سے آگ سے۔ ساتھ تیری رحمت کے اے زیادہ رحم کرنے والے رحم کرنے والوں کے۔

نمازِ جنازہ

جب کوئی شخص مر جائے تو اُس کو نہلا دُھلا کر اور کفن پہنا کر جلدی سے جنازہ گاہ کو لے جائیں۔ اور جنازہ کی نماز پڑھیں۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ امام میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو اور مقتدی طاق صفوں میں کھڑے ہوں۔ پھر امام میت اور زندوں کی مغفرتؔ[1] کے لئے اللہ جلّ شانہٗ[2] سے دُعا مانگنے کی نیت کرے اور دونوں ہاتھ کانوں تک لے جا کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر دونوں ہاتھ باندھ لے اور پڑھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَ جَلَّ[3] ثَنَاؤُكَ وَ لَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر درُود شریف ابراہیمی پڑھے۔ پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر یہ دُعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ[4] اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا۔ اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ

---

[1] بخشش [2] بلند ہے شان اُس کی [3] بلند ہے ثنا تیری [4] اے اللہ! بخش ہمارے زندوں کو اور ہمارے مُردوں کو اور ہمارے حاضروں کو اور ہمارے غائبوں کو اور ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کو اور ہمارے مَردوں اور عورتوں کو۔ اے اللہ! ہم میں سے جس کو تُو زندہ رکھے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو فوت کرے اُس کو ایمان پر فوت کر۔

عَلَی الْاِیْمَانِؕ پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُؕ کہہ کر دائیں اور بائیں
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِؕ کہے اور نماز سے باہر آئے۔
اگر میّت لڑکا ہو تو درود شریف کے بعد یہ دُعا پڑھے۔
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ
اجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًاؕ اگر میّت لڑکی ہو تو
یہ دُعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَآ فَرَطًا وَّ اجْعَلْھَا لَنَآ
اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّ مُشَفَّعَۃًؕ[1] پھر
میّت کو اُٹھا کر قبرستان میں لے جائیں اور اُس کو دفن
کریں۔ جب میّت کو قبر میں رکھیں تو کہیں۔ بِسْمِ[2] اللّٰہِ
وَضَعْنَا عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ سَلَّمْنَاؕ[3] اور میّت کا مُنہ
قبلہ کی طرف کریں۔ جب دفن کر چکیں تو قبر پر بہت سا
پانی ڈالیں اور میّت کی مغفرت[4] کے لئے دُعا مانگیں۔
اس کے بعد قرابت[5] والوں کو صبر کی نصیحت کریں۔

بیماری اور موت

بیماروں کی دِل جوئی کرنا اور اُن کو تسلّی دینا اور

---

[1] اے اللہ! بنا اس کو ہمارے لئے میر منزل اور اجر اور ذخیرہ، بنا اس کو ہمارے لئے شفاعت کرنے والا اور شفاعت قبول کیا گیا [2] ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے رکھا ہم نے اور ملّتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سپرد کیا ہم نے [3] [4] بخشش [5] نزدیکیوں۔ قریبی رشتہ داروں۔

اُن کی خدمت کرنا اور اُن سے عبرت پکڑنا سُنّت ہے۔ جو شخص بیمار کی خبر لینے جائے، اُس پر ہزار فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اور اُس کے لئے بہشت میں ایک مکان بنایا جاتا ہے۔ جان کندن کی سختی ہر ایک نیک و بد کو ہوتی ہے۔ لیکن نیکوں کو تھوڑی اور بُروں کو بہت ہوتی ہے۔ نیک آدمی کی رُوح بہت سے فرشتے لینے آتے ہیں اور اُس کو بہشت کے خوش بُو دار کفن میں لپیٹ کر آسمان پر بڑے آرام سے لے جاتے ہیں۔ آسمان کے دروازے کھُل جاتے ہیں۔ فرشتوں کی طرف سے اُس جنّتی رُوح کو شاباش کی صداۓ۱ئیں آتی ہیں۔ یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک لے جا کر خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ اس کا نام نیکوں کی کتاب میں لکھ دو۔ وہ کتاب ساتویں آسمان پر عرشِ معلّیٰ کے نیچے رکھی ہے۔ اس کتاب کا نام عِلِّیّین ہے۔ پھر قبر کی طرف لاتے ہیں اور مُنکر و نکیر اُس سے سوال و جواب کرتے ہیں اور پھر بہشت کا دروازہ اُس کی طرف کھول دیتے ہیں۔

۱ـ آوازیں۔

کافر اور گنہگار کی رُوح دوزخ کے فرشتے بڑی سختی سے نکالتے ہیں اور دوزخ کے بدبُو دار کفن میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں۔ اُس کے لئے نہ تو آسمان کے دروازے کھُلتے ہیں اور نہ اُس کو فرشتوں کی طرف سے شاباش مِلتی ہے۔ بلکہ ہر طرف سے اُس پر جھڑکیں اور لعنتیں پڑتی ہیں۔ اُس کا نام مُنکروں اور گنہگاروں کی کِتاب میں لکھا جاتا ہے۔ جو ساتویں زمین کے نیچے رکھی ہے۔ جس کا نام سِجّین ہے۔ پھر اُس کو قبر کی طرف لاتے ہیں اور مُنکر و نکیر اُس پر سؤال و جواب کرتے ہیں اور دوزخ کی راہ اُس کی طرف کھول دی جاتی ہے۔

سختی سے تنگ آ کر مَوت مانگنی منع ہے۔ شہادت کی مَوت سب مَوتوں سے اچھی ہے۔ جان کندن کے وقت بیمار کے پاس کلمۂ شہادت اور کلمۂ طیّب پڑھنا لازم ہے۔ اس سے بیمار کو خُدا اَور رسُولؐ یاد آتا ہے۔ ایسے وقت میں بیمار کا مُنہ قبلے کی طرف کرنا چاہئے۔ جان کندن کے وقت مریض کے پاس سُورۂ یٰسین پڑھنی چاہئے۔ کیونکہ اِس سے اُس کی جان آرام سے نِکلتی ہے۔ مرنے کے بعد اُس کی آنکھیں

اور مُنہ بند کرنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص مُردے کو نیکی سے یاد کرے تو فرشتے اٰمِین کہتے ہیں۔ مَوت کی خبر سُن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ[1] پڑھنا چاہئے۔ میّت کے نہلانے اور دفنانے میں جس قدر ہو سکے، جلدی کرنی چاہئے۔

میّت کے نہلانے کا بیان

میّت کو غسُل دینا فرض ہے۔ قریبی رشتہ دار غسُل دیں تو بہتر ہے۔ اگر وہ غسُل دینا نہ جانتے ہوں تو کوئی اور آدمی غسُل دے۔ غسل دینے سے پہلے میّت کا وضو کرنا چاہئے۔ اُس کے مُنہ اور ناک میں پانی نہ ڈالیں۔ پھر اُس کے دائیں اور بائیں دُھوئی دیں۔ پھر میّت کو ذرا ٹیڑھا بٹھا کر اُس کا پیٹ ذرا نرم نرم مَلنا چاہئے۔ تاکہ پیٹ سے آلائش وغیرہ نکل جائے۔ غسُل کے پانی میں بیری کے پتّے ڈالنے لازم ہیں۔ آخری غسُل میں کافور ملانا بھی سُنّت ہے۔ کافور ملا کر نہلانے سے میّت کے جسم سے بُو جلدی نہیں اُٹھتی۔ شہید کو غسل دینے کی ضرورت

---

[1] بے شک ہم سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور سب اُسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

نہیں۔ اُس کو جاری خون ہی میں دفن کرنا بہتر ہے۔

میّت کو کفن دینا

میّت کو کفن دینا فرض ہے۔ مَردوں کے لئے تین کپڑے سُنّت[1] ہیں۔ دو چادریں، ایک کفنی یا تہ بند کفن میں مرد کو کُرتہ یا عمامہ[2] پہنانا منع ہے۔

عورت کے لئے پانچ کپڑے سُنّت ہیں۔ کفنی، یا تہ بند، سر کی اوڑھنی، سینہ بند، دو چادریں۔

میّت کو پہلے دائیں اور پھر بائیں لپیٹنا چاہیئے۔ اگر کفن کھل جانے کا خوف ہو تو بند ڈالنے بھی درست ہیں۔

ختم شُد

[1] لڑکے کو بھی تین کپڑوں میں کفن دینا بہتر ہے [2] پگڑی۔

اسلام کی
تیسری کتاب

مصنفہ مولوی [illegible]
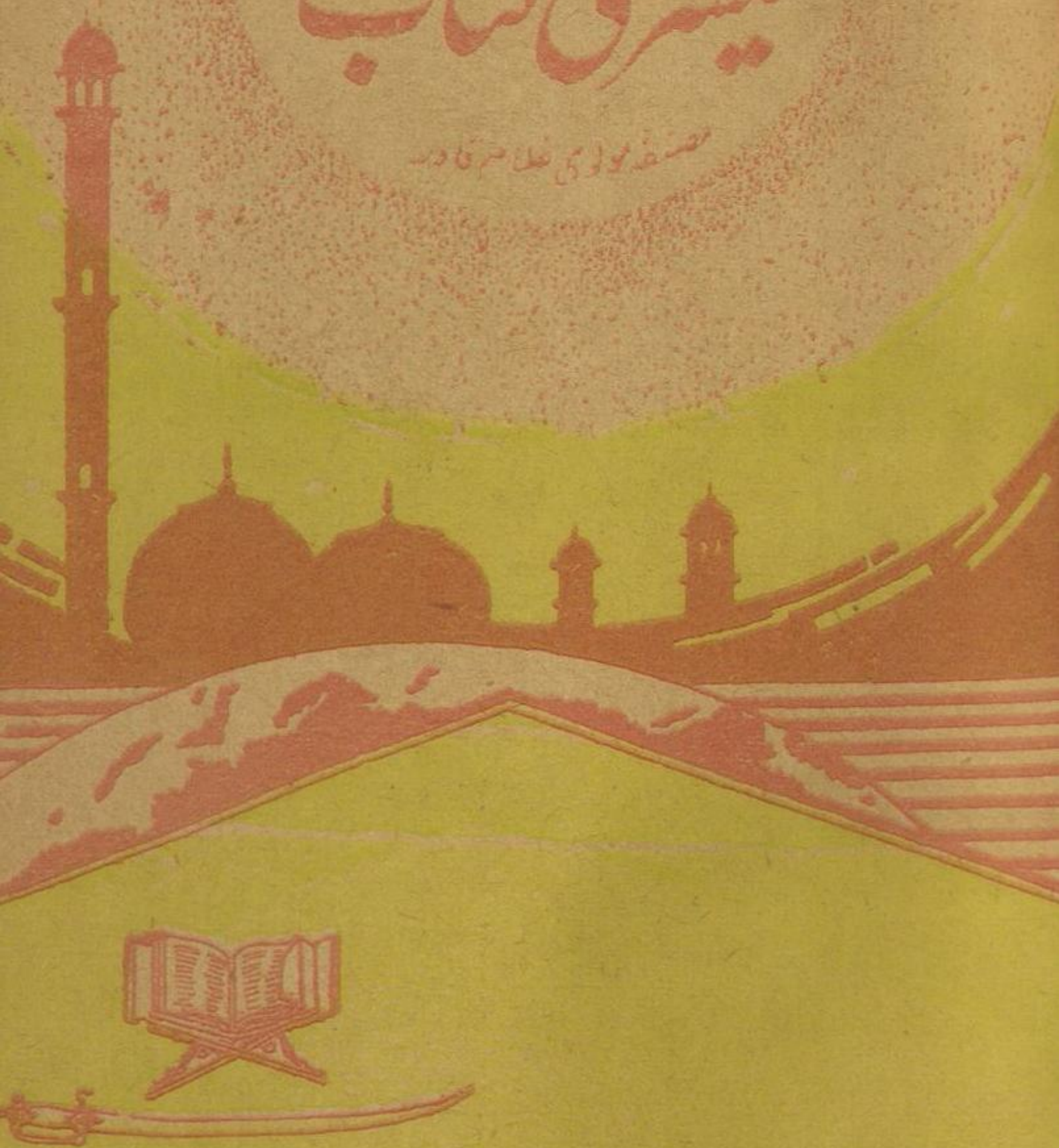
شیخ برکت علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

گنپت روڈ لاہور

Price 0-8-0
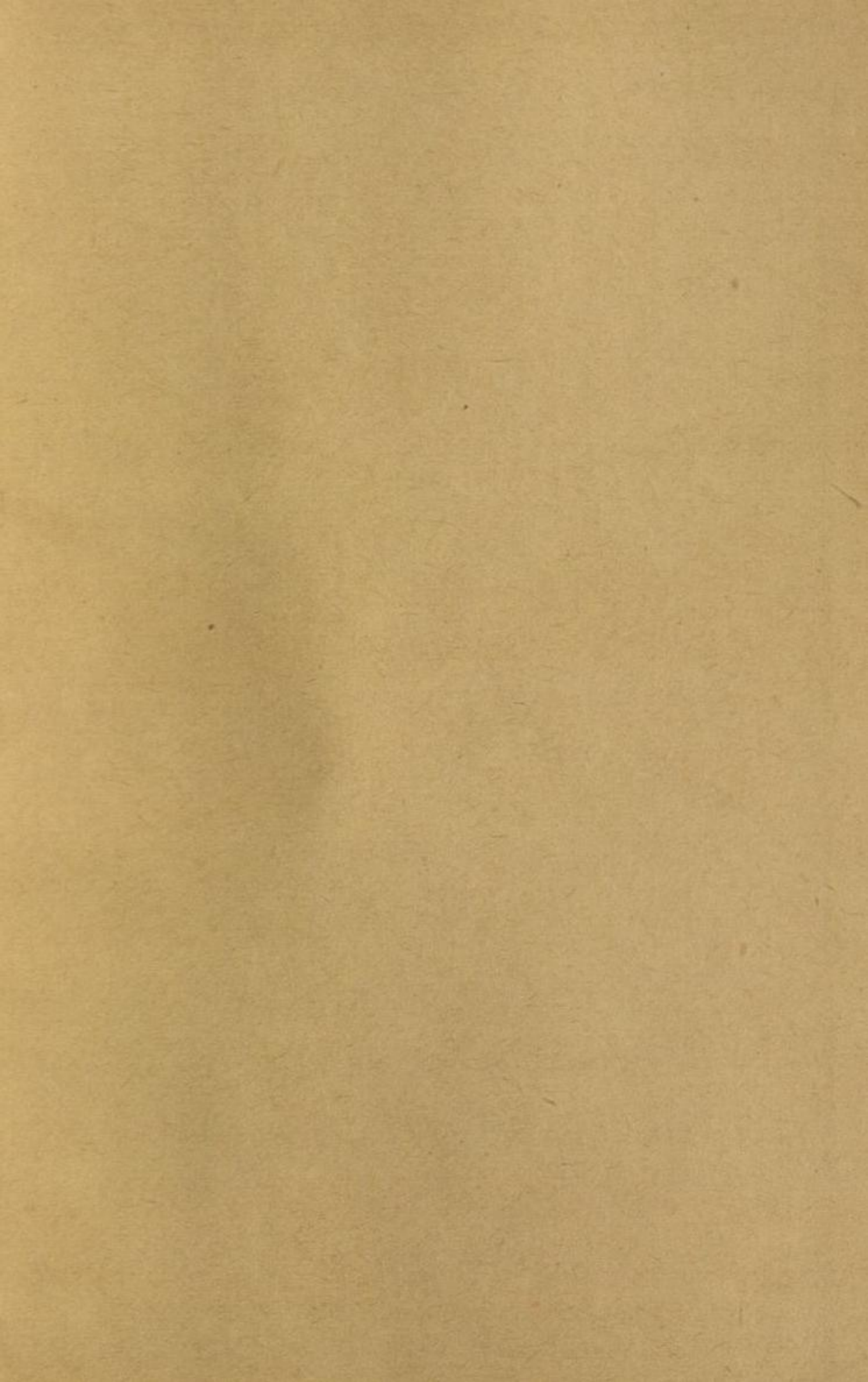
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اِسلام کی تیسری کتاب

زکوٰۃ کا بیان

زکوۃ کا بیان قرآن میں چوراسی (۸۴) جگہ آیا ہے۔ ۳ھ ہجری میں قبل از رمضان شریف فرضیّت اس کی نازل ہوئی۔ انبیاءؑ پر زکوۃ فرض نہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ ناپاکوں کو پاک کرنے والی ہے اور انبیاء خود پاک ہیں۔ لغت میں زکوٰۃ کسی چیز کی پاکی اور زیادتی کا نام ہے۔ اور شرع میں مال کو دوسرے کے ملک کرنے کو کہتے

ہیں - مال کا مقرر حصہ فقر کے ملک کرنا
اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرط یہ ہے کہ
جو مسلمان عاقل بالغ اور آزاد ہو - غلام
نہ ہو - اور پورا نصاب رکھتا ہو اور سب
زکوٰۃ کا ملک نصاب کا ہے - جس پر سال
گزرے - فارغ از قرض ہو - کسی کا قرضہ نہ
دینا ہو - اور اخراجات ضروری سے زائد رکھتا
ہو - اور ملک نصاب نامی ہو - یعنی بڑھنے والا
ہو - اور جیسے اونٹ بکری گھوڑا اور دیگر مال
تجارت اور نقدی سونا چاندی ؛

سونا چاندی کو شرع نے بڑھنے والا لکھا
ہے - اگرچہ مالک اس کو جمع کر کے رکھے یا
زیور بنوائے - تو اس کا اپنا قصور ہے - ورنہ
یہ چیز تجارت کے واسطے ہے - اس سے
ہر وقت بڑھاؤ متصور ہے - جیسا کہ حیوانات
اور مال تجارت نامی[1] حقیقتاً ہے - یہ سونا چاندی
نامی حکماً ہے - اور ظروف استعمال والے
اور پارچات گرمی و سردی کے فرش فروش

[1] بڑھنے والے کو کہتے ہیں -

اور مکاناتِ آسائش و آرام کے اور زمین
اراضی زراعت میں اور گھوڑے کبھی سواری کے
اور نوکر خدمت کے اور ہتھیار شکار کے
اور آلاتِ حرفہ ان پر زکوٰۃ فرض نہیں
یہ سب حاجت اصلی میں شمار ہوتے ہیں
اور مال دفینہ یا دریا بُرد یا مغصوبہ[1]۔ اور
مال قرضہ کا جس کا مقروض منکر ہو۔ اور
اُس کے پاس شہادت نہ ہو۔ اُن میں زکوٰۃ
نہیں۔ جب دستیاب ہوں گے۔ اُس وقت
سے زکوٰۃ کا حساب ہوگا۔ اَور اُسی وقت
مِلک تصوّر کیا جائے گا۔ اَور مال مفقودؔ[2]
نہ ہو۔ اور یا مقروض اُس کا اِنکاری نہ ہو
یا اِنکاری ہو اور اُس کے پاس شہادت
ہو یا نہ ہو۔ تو حاکم کو معلوم ہو۔ اِس
مال پر زکوٰۃ فرض ہے۔ مگر ادا کرنا تب
واجب ہوگا۔ جب یہ مال اُس کے قبضے
میں آوے اور ابتدا سے حساب سال گزشتہ
کا کرکے دے گا۔ زکوٰۃ دیتے وقت یا مال

[1] مغصوبہ۔ چھینا گیا ۱۲ [2] مفقود۔ گم شدہ ۱۲

سے جُدا کرتے وقت نیّت یاد نہ رہے۔ تو جب تک فقیر کے پاس ہے۔ اُس کی نیّت کرنی جائز ہے۔ اور اگر سارا مال یعنی نصاب کا مال بلا نیّت فقیر کو دے دے۔ تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اور زکوٰۃ کا دینا بعد سال کے فرض ہوتا ہے۔ بلا عذر تاخیر کرنے والا گنہگار ہے۔ اور گواہی اور فتویٰ اُس کا نامنظور ہے۔ مال تجارت کا وہ مال ہے کہ جس کو بروقت خرید کے بہ نیّتِ تجارت خریدے۔ اور اگر بروقت خرید نیّت استعمال کی نہ ہو۔ بعدہٗ تدبیر تجارت ہو جاوے۔ تو اُس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ زکوٰۃ کو مشتہر و مشہور کر کے دیوے۔ تو زیادہ ثواب ہے اور دوسری خیرات خفیہ دیوے۔ تو بہتر ہے ایسا ہی وراثت کا مال کہ اُس سے جب تک تجارت شروع نہ کرے۔ تو اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ سونا چاندی مُستثنیٰ[۱] ہیں؟ کی ذات پر زکوٰۃ فرض ہے۔ خواہ تجارت کرے یا نہ

---

[۱] مستثنیٰ۔ باہر۔

کرے - کوئی مال کسی طرح کا سوائے سونا چاندی
کے اُس کے قبضے میں آوے - جب تک
تجارت شروع نہ کرے - زکوٰۃ فرض نہیں
ادنیٰ نصاب چاندی کا دو سو[۲۰۰] درہم ہے - اگر
دو سو سے ایک بھی کم ہو - تو زکوٰۃ فرض
نہیں - اور سونے کا ادنیٰ نصاب بیس مثقال
ہے - ان میں سے چالیسواں حصّہ زکوٰۃ
فرض ہے - یعنی دو سو سے پانچ اور بیس
میں سے نصف اور زاید بر آں جس قدر ہو
اُس کا چالیسواں حصّہ زکوٰۃ دینا فرض ہے +
درہم ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے - اور
مثقال پانچ ماشے کا - اور یہ بھی یاد رہے - کہ
جس مال کی زکوٰۃ دینی ہو - تو اُسی کے حصّہ
میں سے دیوے - یعنی سونے میں سے سونا
اور چاندی میں سے چاندی حصّہ کر کے پھر
قیمت یا معاوضہ اُس کا ادا کرے - تو جائز

[۲۰۰] دو سو درہم بحساب انگریزی رائج الوقت کے سوا
اٹھاون روپے ہوتے ہیں - جس کے پاس اٹھاون روپے
حسب ہدایت کتاب ہذا ہوں - اس کو زکوٰۃ دینی فرض ہے +

ہے۔ کہ یا تو سب کو چاندی تصوّر کرے۔ یا سونا ہی سب کو تصوّر کرے۔ یا دونوں کا وزن کرکے ایک جنس بنالے۔ جیسے سولہ مثقال سونا ہو۔ اور سات درہم چاندی۔ یا تو چاندی کو سونا تصوّر کیا جائے۔ یا قیمت سولہ مثقال سونے کی شمار کرکے دو سَو درہم پُورا کیا جاوے ❖

مصارفِ زکوٰۃ کا بیان

(۱) مِسکین و فقیر ہو۔ فقیر وُہ ہے۔ جس کے پاس نصاب سے کم ہو۔ یعنی دو سَو درہم سے کم ہو۔ مِسکین وُہ ہے۔ جس کے پاس کچھ نہ ہو ❖ (۲) زکوٰۃ کا تحصیلدار یعنی اُس کی تنخواہ (اگرچہ تحصیلدار مالدار ہو) زکوٰۃ سے دی جاوے (۳) غلام مکاتب جس نے مالک کو اپنی قیمت دینی ہو۔ خواہ مالدار ہو + (۴) مقروض جس کا مال قرضہ میں لگا ہو + (۵) جو راہِ خدا میں مُفلس ہو جائے۔ یعنی حاجی، غازی، طالب علم

وغیرہ یعنی حاجی جو حج کرنے میں محتاج ہو۔ اور غازی غزا کے سامان یعنی گھوڑا ہتھیار وغیرہ کھو بیٹھے۔ طالب علم اپنی تحصیل کی کُتب اور نُفقہ کا محتاج ہو۔ (۶) مُسافر محتاج اگرچہ اپنے وطن میں مال کثیر رکھتا ہو۔ (۷) زکوٰۃ ایک کو دے یا دو کو یا سب کو۔ یہ کوئی ضروری بات نہیں۔ (۸) حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے وقت مؤلفۃ[1] القلوب لوگوں کو بحکمِ خدا اس غرض سے زکوٰۃ دیتے تھے کہ ایمان نہ چھوڑ دیں۔ اور بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے یہ لوگ نہ رہے۔ اسلام نے زور پکڑا۔ اور خُود بخود روشن ہوتا گیا۔ اور ہر آدمی بخوشی اسلام قبول کرتا گیا۔

زکوٰۃ اپنی اولاد اور ماں باپ۔ دادا۔ دادی۔ نانا۔ نانی کو دینی ناجائز ہے۔ اور غنی کو یعنی صاحبِ نصاب اور بنی ہاشم کو اور اِس کے غلاموں کو، اور عورت اپنے خاوند کو۔ اور خاوند

[1] مولفۃ القلوب ان لوگوں کو کہتے تھے۔ جو بیرونی مسلمان اور اندرونی منکر اسلام تھے۔

اپنی عورت کو زکوٰۃ نہ دیوے۔ اور زکوٰۃ کا مال
مُردے کے کفن اور بناءِ تعمیر یا مرمت مسجد
یا مدرسہ یا سرائے یا چاہ میں صرف کرنا
ناجائز ہے۔ یعنی اِن مقامات پر زکوٰۃ کا مال
صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ اِس
میں حیلہ ادا کا یہ ہے کہ کسی مفلس کو
دے دے۔ وہ اپنی طرف سے کفن میّت
یا بناءِ مسجد یا مدرسہ یا تعمیر یا مرمت وغیرہ
میں خرچ کرے۔ صاحبِ زکوٰۃ خود صرف
نہیں کر سکتا ؛

حج کا بیان

حج لُغت میں کسی بڑے اعلےٰ درجہ کی چیز
کے طلب کرنے کا نام ہے۔ اور شرع میں
کعبے کی زیارت (یعنی طواف کعبے شریف کا)
کرنے کو کہتے ہیں۔ اور عرفہ[1] کے روز
عرفات میں زوال کے بعد شام تک کھڑے

---

[1] ۹ ماہ ذی الحجہ ۱۲ ؛

ہونا اور مقام عرفات میں زوال کے بعد دوسری
صبح تک وقت وقوف[1] کا ہے۔ نیّت شرط نہیں
چلتا پھرتا۔ دیوانہ۔ مست۔ سوتا۔ اس وقت میں
سے کسی وقت ٹھہر جائے تو یہ رُکن ادا ہو جاتا
ہے۔ یہ سب کچھ بحالت احرام حج کی نیّت سے ہو۔
حج پانچ بناءِ اسلام کا خاتمہ ہے۔ اور عُمر
بھر میں ایک دفعہ فرض ہوتا ہے۔ کیونکہ زیارت گاہ
اُس کی ایک ہے۔ جملہ عبادات میں سے
حج عبادت مُرکّب از مالی و بدنی ہے۔ کوئی
محض بدنی ہے۔ جیسے کلمہ اور نماز اور کوئی
محض مالی۔ جیسے زکوٰۃ۔ حج میں چونکہ مال بہت
خرچ ہوتا ہے۔ اور اِستطاعت مال کی شرط ہے
اِس واسطے اِس کو مُرکّب مالی و بدنی کہا گیا
ورنہ کوئی عبادت سوائے مال کے ادا نہیں
ہوتی۔ سب میں مال کی ضرورت ہے۔ مگر نماز
روزہ میں تھوڑا مال کافی ہے۔ جو بقاءِ حیات
کو ضروری ہو۔ جیسے نماز بلا لباس۔ روزہ بلا افطار۔

[1] دن میں وقوف کا امتداد تا غروب واجب ہے۔ اور رات کو فقط
ایک ساعت ہی کافی ہے۔ امتداد (طول) واجب نہیں ٭

زکوٰۃ بلا مال۔ اور ان پانچ بناءِ اسلام میں صرف
عبادات ہی ہیں۔ اس واسطے سوائے نیت کے
صحیح نہیں ہوتے۔ اور باقی جتنے دینی معاملات
ہیں۔ سب بلا نیّت صحیح ہو جاتے ہیں۔ مگر
جب ان میں نیّت ثواب کی شامل ہو جائے
تو مُوجبِ ثوابِ اُخروی (عبادت) ہو جاتے ہیں
جیسے نکاح۔ عتاق[1]۔ بیع۔ شرا۔ وقف۔ وصیّت
ہبہ وغیرہ۔ اس واسطے جو صاحب جمیع معاملات
دُنیوی میں نیّت ثواب کی کرے۔ وہ ہر وقت
عبادت میں داخل ہے۔ جس کا ذکر قرآن شریف
میں ان کلمات میں درج ہے۔ اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی
صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ[2] (پ ۲۹، ع)

۹ھ ہجری میں حج فرض ہوا۔ اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دسویں سال حج
فرمایا۔ ایک سال تاخیر بباعثِ عذر کے کی۔ اور
آپ کو اپنی حیات کا علم بھی تھا۔ ورنہ غیر
کے واسطے جب اِستطاعت کامل ہو۔ اور موقع
حج کا آجائے۔ تو بلا عذر تاخیر کرنی جائز نہیں

---

[1] غلام آزاد کرنا + [2] یعنی جو اپنی نماز پر قائم ہیں +

اگر اُسی سال حج کرے۔ تو مُوجب کفّارۂ ذُنُوب[1] اَور رفع درجات کا ہوگا۔ اگر تاخیر کرے۔ تو قرض فرض ادا ہوگا۔ اور مال حرام سے حج کرنا حرام ہے۔ ماں باپ محتاجِ خدمت اور خاوند اور مالک جس کا قرضہ اُس نے دینا ہو۔ اور ضامن مال جس ضمانت پر اُس نے قرضہ لیا ہے۔ اُن کے اِذن بغیر حج کرنا مکرُوہ ہے۔ جو مسلمان عاقل، بالغ، صحیح البدن بینا اور محبُوس نہ ہو۔ اور ایمن از بادشاہ اور سفر خرچ رکھتا ہو۔ (سفر خرچ ایسا رکھتا ہو کہ آسُودگی سے پلاؤ گوشت کھاتا جائے۔ اور اُونٹ اور سواری ہو۔ جس میں سوتا لیٹتا جاوے اور پیچھے عیال و اطفال کا خرچ تا واپسی حج موجود ہو) اُس پر حج فرض ہے۔ اور عورت کو علاوہ سب کے اپنے محرم کا ساتھ ضروری ہے۔ خاوند ہو یا محرم، عاقل بالغ ہو۔ محرم دیندار ہو۔ اور اُس کا خرچ بھی موجُود ہو۔ عورت جوان ہو یا بُوڑھی ہو۔ اگر کوئی محرم نہ

[1] ذُنوب گناہ کو کہتے ہیں ÷

ہو۔ تو نکاحؒ کر کے جائے۔ سوائے محرم کے عورت کے واسطے حج مکرودہ تحریمہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے۔ کہ عورت خاوند کی عدت میں نہ ہو ٭

حج کے فرائض

(۱) طواف کی نیت کرنا (۲) عرفات میں کھڑا ہونا (۳) ترتیب فرائض احرام میں (۴) ٹھہرنا عرفات میں اور پھر طواف کرنا (۵) ادا کرنا ہر ایک فرض کا اپنے وقت میں ٭

واجبات حج

حج کے بائیس واجبات ہیں (۱) صفاؒ مروہ کے درمیان دوڑنا (۲) جمرہؒ کو کنکریاں مارنا۔ (۳) طواف رخصت کا کرنا (۴) سر منڈانا یا کترانا

ؒ لباب میں ہے کہ عورت کیلئے نکاح واجب نہیں جوہرہ میں اسی کو ترجیح دی ہے ۱۲ المختار عبدالعزیز ٭ ؒ صفا و مروہ دو پہاڑوں کا نام ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی ملاقات ہوئی ٭ ؒ جمرہ اس جگہ کا نام ہے۔ جہاں شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں ٭

(۵) مقام میقاتؔ[1] سے جاتی دفعہ احرام باندھنا۔ (۶) عرفات میں زوال کے بعد شام تک کھڑا رہنا۔ (۷) طواف میں شروع حجرِ اسود سے کرنا (۸) کعبے کے دائیں طرف سے طواف کرنا (۹) طواف کے وقت پیدل چلنا (۱۰) طواف کے وقت باوضو ہونا (۱۱) سر نہ ڈھانپنا (۱۲) دَوڑناؔ[ع] صفا سے شروع کرنا (۱۳) قربانی کا ذبح کرنا جو حج اور عمرہ اکٹھا کرے (۱۴) اور جو پس و پیش کرے۔ واجب ہے۔ (۱۵) طواف میں ہر دَورہ کے بعد دو نفل شکرانہ کے پڑھنا (۱۶) طواف حطیم سے باہر کرنا (۱۷) بعد فارغ ہونے طواف کے صفا مروہ میں دَوڑنا (۱۸) سر مُنڈانا یا کترانا معیّن جگہ پر (۱۹) سر مُنڈانا یا کترانا مُعیّن وقت پر (۲۰) حرام چیزوں کو ترک کرنا بعد وقوف کے (۲۱) کپڑا سِلا ہُوا نہ پہننا (۲۲) سر سے گردن تک مرد کو برہنہ رہنا۔

ع دوڑنا صرف دو سبز میلوں کے درمیان ہے جو اب مسجد حرام کی دیواریں ہیں۔ (عبدالعزیز عفی عنہ)

[1] میقات اس جگہ کا نام ہے جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔

حج کی سُنّت اور مستحبّات

(۱) کھانے پینے میں تنگی نہ رکھے (۲) ہمیشہ باوضو رہے (۳) خاموش رہے ۔ یعنی فضول کلام ترک کرے (۴) ماں باپ اگر محتاجِ خدمت ہوں ۔ اُن سے اِذن لیوے (۵) مالکِ مال اور ضامنِ مال سے بھی اجازت لیوے (۶) اپنے محلّہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھ کر رخصت ہووے (۷) اپنے دوستوں سے مل کر رخصت ہووے ۔ اور اُن سے معافی مانگے اور اُن سے دُعا طلب کرے (۸) چلتے وقت کچھ صدقہ بھی دیوے (۹) گھر سے پنجشنبہ کو رخصت ہو ۔ کیونکہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی اسی روز روانہ ہوئے تھے (۱۰) شنبے اور جمعے کو توبہ و استغفار پڑھے ۔ اور استخارہ بھی پڑھے (۱۱) جانور سواری کا خریدے یا کرایہ کرے (۱۲) استخارہ کرے کہ خشکی کے راستے جاؤں یا تری کے (۱۳) یہ سوچے کہ بہت سے رفیقوں

ؔ بارہ وقت نفل پڑھنے منع ہیں اگر ان اوقات میں رخصت ہو تو نہ پڑھے ۱۲ ازعبد العزیز عفی عنہ

ہیں سے کون سے رفیق سے رفاقت کروں (۱۴) حج کے مہینے عید الفطر سے شروع ہوتے ہیں یعنی شوال - ذیقعد اور دس یوم ذی الحجہ کے اُن کا خیال رکھے "

میقات کا بیان

کعبے شریف کے پانچ میقات ہیں (۱) ذُوالخلیفہ[1] جو مدینہ شریف سے چھ میل اور مکہ شریف سے ۱۰ منزل ہے -(۲) ذَاتُ العِرق[2] مکہ شریف سے دو منزل -(۳) جُحفہ[3] قریب رابغ[4] کے مکہ شریف سے تین منزل کے فاصلے پر ہے - (۴) قرن[5] مکہ شریف سے دو منزل کے فاصلے پر ہے (۵) یَلَمْلَمْ[6] مکہ شریف سے دو منزل کے فاصلے پر پہاڑ ہے +

ذُوالحُلَیفہ اہل مدینہ کے واسطے ذَاتُ العِرق عراق والوں کے واسطے (یعنی بصرہ کوفہ عجم)

---

[1] و [2] و [3] ان مقامات کے نام ہیں جہاں سے احرام باندھتے ہیں [4] یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے [5] و [6] یہ مقامات بھی احرام باندھنے کے ہیں

اور تمام مشرق والوں کے واسطے جُحفہ اہل شام کے لئے قرن اہل نجد کے واسطے یَلَمْلَم[a] یمن والوں کے لئے ان مقامات پر احرام باندھتے ہیں۔ سوائے احرام باندھنے کے گزرنا جائز نہیں اور بغیر احرام باندھنے کے گُزرنا حرام ہے۔ حرم کے باشندوں کو احرام باندھنا ضروری نہیں ہے۔ بغیر احرام کے گُزر سکتے ہیں۔ ان مقامات سے گزر کر احرام باندھنا جائز نہیں ہے۔ اس سے پہلے باندھ لے۔ تو گناہ نہیں +

حرم جدّہ شریف کی طرف سے دس میل ہے۔ اور جعرانہ کی طرف سے نو میل پر اُن کے نشان موجود ہیں +

اِحرام باندھنے کا طریقہ

احرام باندھنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) مُفرِد ہے جس کا ارادہ صرف حج کا ہو۔ (۲) قارن جس کا ارادہ حج اور عمرہ کرنے کا اکٹھا ہو (۳) متمتّع جس کا پہلے عمرہ کا اور

[a] ہندوستان کے لوگ سمندر میں اس پہاڑ کے محاذ (برابر) میں احرام باندھتے ہیں ۱۲ عبدالعزیز

پھر حج کا ارادہ ہو احرام باندھنا حج کی شرط ہے۔ جیسے تکبیرِ تحریمہ نماز کے واسطے شرط ہے +

صورت احرام یہ ہے کہ پہلے وُضو کرے (اگر غسل کرے تو افضل ہے) پھر دو رکعت نماز پڑھے۔ اگر پانی نہ ملے یا بیمار ہو۔ تو تیمّم کرے۔ حجامت بنوائے یا ناخنوں، لبوں کو کٹوائے اور سر مُنڈائے۔ اگر بال نہ مُنڈائے تو کنگھی کرے۔ عورت اور لونڈی سے مباشرت نہ کرے۔ اور ایک چادر جو کہ سِی ہوئی نہ ہو۔ ناف سے زانوؤں کے نیچے تک باندھے۔ اور دوسری چادر دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالے۔ اور چادر نہ کانٹوں سے رسے۔ اور نہ اُس میں گرہ ڈالے۔ اگر گرہ ڈالے گا۔ تو گنہگار ہوگا۔ اور نماز نفل دو رکعت پڑھے۔ مگر مکرُوہ وقت نہ ہو۔ یعنی طلوع۔ غروب۔ زوالِ آفتاب نہ ہو۔ جس نے فقط حج کا احرام باندھنا ہو۔ وُہ یہ دُعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ

لِی وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ ؎ - پھر تلبیہ پڑھے۔ اور ہر نماز
کے بعد اس طرح لبیک پڑھے۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ
لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ
وَ النِّعْمَۃَ لَکَ وَ الْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اور
مستحب ہے۔ کہ ان الفاظ میں سے کم نہ
کرے۔ کہ ترک کرنا کسی لفظ کا مکروہ تحریمہ
ہے۔ اور بلند آواز سے پڑھے۔ اگر بلند
آواز سے نہ کہے گا تو گنہگار ہو گا۔ اور
جب لبیک کہے یا اونٹنی روانہ کر دے
اُس کے گلے میں چمڑا یا لکڑی لٹکا دے۔
تو احرام شروع ہو گیا۔ جس وقت احرام
باندھے تو عورت سے مباشرت کی بات چیت
نہ کرے اور گالی گلوچ نہ نکالے۔ نہ کسی کو
اشارے سے شکار بتائے۔ اور نہ زبان سے
کہے۔ موزے بھی نہ پہنے اور مجبور ہو تو
نیچے سے ٹخنے کے نیچے تک کاٹ دے۔
سر اور چہرے کو برہنہ رکھے۔ عورت بھی

؎ اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کو آسان کر اور قبول کر

اپنا چہرہ نہ ڈھانپے اور سر کو ڈھانپ لے
کپڑے کو خوشبو نہ لگائے۔ اِحرام کے بعد
سر کے بال نہ کٹوائے۔ اور نہ ڈاڑھی اور
بدن کے بال کترائے۔ رنگا ہوا کپڑا نہ
پہنے۔ ہار سنگار اور زعفران کا رنگا ہوا بھی
نہ پہنے۔ اور کوئی کپڑا رنگا ہوا لے۔ تو
اُس کو پانی سے دھو لے۔ غسل کی حاجت
ہو۔ تو غسل کرلے۔ عیب نہیں۔ سر اَور
ڈاڑھی کو خطمی سے نہ دھوئے۔ اور جب
نماز پڑھ چکے۔ تو لبیک پڑھا کرے۔ جب
اُونچی جگہ چڑھے یا نیچے اُترے۔ یا اُس کو
کوئی سوار ملے۔ یا سحری کا وقت ہو تو
لَبَّیْکَ پُکارے۔

کعبہ مکرّمہ کی زیارت اور طواف کا بیان

مکّہ شریف میں داخل ہوتے ہی پہلے کعبہ مکرّمہ

میں جائے اور حجرِ اسود کو چومے۔ اگر انبوہ[1] کے سبب حجرِ اسود تک نہ پہنچ سکے۔ تو ہاتھوں کا اشارہ کرکے اپنے ہاتھوں کو چوم لے۔ پھر دائیں طرف سے طواف[2] کرنا شروع کرے۔ اور سات دفعہ گِرد کعبہ کے طواف کرے۔ اور طواف حطیم[3] سے باہر کرے۔ اس طواف کو کرتے وقت پہلی تین بار میں پہلوانوں کی طرح کندھے ہِلا ہِلا کر دَوڑے۔ اور باقی میں چلتا رہے۔ جب حجرِ اسود کے مقابل پہنچے۔ تو اُس کو بوسہ دے۔ سات طواف کے بعد مقام مصلّٰے ابراہیمی میں دوگانہ پڑھے۔ اگر وہاں کثرت انبوہ ہو۔ تو دُوسری جگہ پڑھے۔ یہ طواف تحیّہ کا کہلاتا ہے۔ یہ طواف فرض اور واجب نہیں سُنّت ہے۔ اور یہ بیرونی لوگوں پر سُنّت ہے۔ مکّے والوں پر سُنّت نہیں +

---

[1] مجمع۔ بھیڑ [2] کعبے کے گرد گھُومنے کو کہتے ہیں +
[3] حطیم ایک جگہ کا نام ہے +

صَفا مروَہ پر جانے کا بیان

پھر صفا مروہ پر جاکر کعبے کی طرف متوجہ ہو کر ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگے۔ اور پھر یہ تکبیر پڑھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ؕ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؕ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ وہاں سے اُتر کر مروہ کو جاوے جب نیچے اُترے۔ تو درمیان میلین[۱] اخضرین کے دَوڑتا ہُوا مروہ کی چوٹی تک پہنچے۔ پھر وہاں جاکر مُتوجّہ بسُوئے قبلہ ہوکر تکبیر تہلیل اور صلوٰۃ و دُعا پڑھے۔ جیسا کہ صَفا پر بھی پڑھی تھی۔ یہ ایک شوط[۲] ہے۔ پھر وہاں سے اُتر کر میلین اخضرین کے درمیان دَوڑتا ہُوا صفا پر جاوے۔ اور بسُوئے قبلہ ہوکر تکبیر تہلیل۔ صلوٰۃ و دُعا ہاتھ اُٹھا کر پڑھے۔ یہ

[۱] دو سبز میل ۱۲ [۲] شوط :- پھیرا +

دوسرا شوط ہے۔ اِسی طرح سات شوط ہے۔
اور ساتواں شوط مَروہ پر ختم ہوگا۔ یہ صحیح ہے۔
طحاوی نے صفا سے اُتر کر مَروہ تک پھر
صفا تک جانے کو شوط کہا ہے۔ مگر صحیح یہ
ہے۔ کہ اِس کا ختم مَروہ پر ہو۔ جیسا کہ
شامی و دُرّالمختار میں مذکور ہے۔ پھر مکّہ
شریف میں جاوے۔ اور احرام باندھے رہے
جب طبیعت چاہے طواف کعبے شریف کا
سات دفعہ کرے۔ جس ترتیب سے مذکور
ہوُا ہے۔ مگر اس میں لٹک کر چلنا اور
دوڑنا نہیں۔ نماز نفل سے یہ طواف بہتر
ہے۔ اور یہ طواف بیرونی لوگوں کے واسطے
ہے۔ اہل مکّہ کے واسطے نہیں +

حج کی ترتیب اور مقام عرفات میں داخل ہونے کا بیان

ساتویں ذی الحجہ کو نمازِ ظہر کے بعد امام خطبہ

پڑھے۔ نماز ظہر اور زوال سے پہلے خطبہ پڑھنا
مکروہ ہے۔ اور خطیب خطبے میں تعلیم مناسک
احکام حج کی کرے۔ آٹھویں تاریخ جس کا نام
ترویہ ہے۔ صبح کی نماز پڑھ کر منٰیؔ کو جائیں۔
اور وہاں نوٗ تاریخ کی صبح تک قیام کریں۔ پھر
بعد طلوعِ آفتاب عرفہ کے دن وہاں سے
روانہ ہو کر جبل دیٖ عرفات کو جاویں۔ بعد
زوال کے قبل از نماز ظہر امام دو خطبے پڑھے
جیسے کہ جمعہ میں پڑھتے ہیں اور تعلیم مناسک
حج کی کرے۔ خطبہ کے بعد ایک اذان اور
دو اقامت سے ظہر اور عصر اکٹھی پڑھے۔
قرأت باآواز نہ پڑھے۔ آہستہ پڑھے۔ یہ دو
جماعتیں کرانی اور خطبہ پڑھنا امام حج کا کام
ہے۔ اگر وہ نہ ہو۔ تو جُدا جُدا پڑھیں۔ اور
اِن دو جماعتوں میں جیسا کہ امام شرط ہے۔
احرام بھی شرط ہے۔ اگر ظہر کسی نے اکیلے پڑھی
ہو۔ تو عصر کی نماز میں امام کے ساتھ شامل

لہ منا ایک شہر ہے۔ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر درمیان عرفات اور مکہ کے

نہ ہو۔ اور عصر اپنے وقت پر پڑھے۔ اور جس
نے ظہر امام کے ساتھ یا باجماعت بلا احرام
پڑھی ہو۔ اُس کو عصر الگ پڑھنی جائز نہیں
پھر اگر احرام باندھ لیا ہو تو عصر اپنے وقت
پر پڑھے۔ امام کے ساتھ پڑھنی درست نہیں۔
کیونکہ دونوں جماعتوں میں احرام شرط ہے۔
بلا احرام اگر امام کے ساتھ نماز پڑھے۔ تو
ظہر درست ہے۔ اور عصر درست نہیں۔
کیونکہ وہ قبل از وقت ہے۔ اور احرام اُس
کی شرط ہے۔ پھر فارغ ہو کر عرفات میں
جا کر کھڑے ہوں۔ عرفات کے واسطے غسل
کرنا سُنّت ہے۔ پھر جبلِ رحمت[1] کے پاس
جہاں بڑے بڑے پتھر ہیں۔ وہاں اُونٹنی
پہ امام قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔ عرفات
میں کھڑا ہونا اور کھڑے ہونے کی نیّت
ضروری نہیں۔ اگر بیٹھا رہے۔ تو بیٹھنا جائز
ہے۔ عرفات کے اندر موجود ہونا شرط ہے۔
امام بڑی کوشش اور بلند آواز سے دُعا مانگے۔

[1] ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جہاں اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے ۱۲ (عبد العزیز)

اور تمام آدمی اس کے پیچھے رُو بقبلہ ہو کر اُس کی آواز سُنیں۔ دل سے عاجزی کرتے ہوئے آنسو بہائیں۔ یہ وقت اجابتؔ دعا کا ہے ⁂

مقام مُزدلفہ میں داخل ہونے اور جمرہ کو کنکر مارنے کا بیان

مکّہ شریف میں قبولیّت دُعا کے پندرہ مقامات ہیں۔ جن کا ذکر اگلی کتب میں آوے گا ⁂

جب آفتاب غروب ہو۔ تو وہاں سے اُتر کر خشکی کے راستے مُزدلفہ میں آویں۔ مُزدلفہ میں پیدل جانا مُستحب ہے۔ سوار ہو کر نہ جاویں۔ اور تکبیر تہلیل حمد لبیک کہتے جاویں۔ شام کے بعد مُزدلفہ میں ٹھہریں۔ سوائے وادیٔ محسرؔ کے سارا مقام مُزدلفہ کا موقف ہے۔ اور پہاڑ قزح کے پاس اُتر کر مغرب اور عشا کی نماز اُس جگہ اکٹھی پڑھیں۔ جیسی

ؔ اجابت۔ قبولیّت ۱۲ ؔ ایک مقام کا نام ہے ۱۲ ؔ کھڑے ہونے کی جگہ

کہ ظہر اور عصر مسجدِ نمرہ میں پڑھی تھی۔ اگر مغرب
کی نماز راستے میں پڑھی ہو تو وہ ناجائز ہوگی
پھر اِس جگہ پڑھنی ہوگی۔ جب تک دسویں تاریخ
کی صبح نہ ہو۔ اگر عشا پہلے پڑھیں۔ اور مغرب
پیچھے۔ تو عشا کو دوبارہ پڑھیں۔ پھر مُزدلفہ میں
سورج نکلنے تک ٹھہریں۔ اور تکبیر تہلیل صلوٰۃ
دُعا پڑھتے رہیں۔ جس وقت صبح کی خوب
روشنی ہو جاوے۔ تو اُس وقت درُود پڑھتے
ہوئے منا کو آویں۔ وادی محسّر کے درمیان
پہنچ کر اس قدر دوڑیں۔ جتنا کہ پتھر زور سے
پھینکے ہوئے جا پڑتا ہے۔ اور سات کنکریاں
انگلیوں کے سر سے جمرے کو ماریں اور پانچ
گز کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر کنکریاں ماریں۔
ہر کنکری تکبیر کہہ کر ماریں۔ اور پھر تکبیر کے
ساتھ لبیک کہہ کر ختم کریں۔ سات کنکریاں
زمین کی جنس (پتھر مٹی وغیرہ) سے ہوں۔
جن سے تیمم دُرست ہوتا ہے۔ اگر مٹی کی
مٹھی پھینکی جاوے۔ تو جائز ہے۔ مگر ایک مٹھی
بجائے ایک کنکری کے ہوگی۔ لکڑی، موتی،

جواہرات - عنبر - کستوری کی کنکریاں مارنی ناجائز ہیں - کیونکہ یہ چیزیں عزت کی ہیں - اور یہ جگہ تذلیل شیطان کی ہے - پتھر توڑ کر بھی کنکریاں بنانی ناجائز ہیں - کنکریاں پھینک کر پھر قربانی ذبح کریں - اور قربانی کے بعد سر منڈائیں یا کترائیں - سارے بال کٹانے مستحب ہیں - چوتھا حصہ بال کٹانے واجب ہیں - اور جو گنجا ہو - اُس پر اُسترہ پھیرنا واجب ہے سارا سر منڈانا بہتر ہے - اب احرام ختم ہوُا - سب چیزیں کھانے پینے کپڑے پہننے حلال ہوئے - مگر عورت کے پاس نہ جاویں - پھر کعبہ شریف میں آکر طواف کریں - یہ طواف فرض نہیں ہے - دسویں تاریخ خواہ کسی وقت کریں - جائز ہے - طواف کرکے پھر منا میں آکر شب باش ہوں - گیارھویں تاریخ تینوں جمروں کو کنکریاں ماریں - پہلے مسجد خیف والے جمرے سے مارنا شروع کریں - پھر دوسرے کے پاس والے تیسرے کو ماریں - کنکریاں مارتے وقت تکبیر و تہلیل صلوٰۃ و

دُعا مقدار اڑھائی سیپارہ قرآن شریف کے پڑھیں تیسرے جمرے کو کنکریاں مار کر اُس جگہ نہ کھڑے ہوں۔ اور نہ پہلے دن جو پہلے جمرے کو مارا تھا۔ اِس کے بعد بھی نہ کھڑے ہوویں اگر اُس دن کنکریاں نہ مار سکیں۔ تو پھر پچھلے دنوں میں ماریں۔ اور بارھویں۔ تیرھویں تاریخ کو زوال کے بعد بھی ماریں۔ جمرے کو کنکریاں مارتے وقت سوار ہوویں یا پیدل دونوں طرح درست ہے۔ مگر پہلے دو جمروں کو پیدل ہی چل کر ماریں۔ تو افضل ہے۔ تیرھویں تاریخ کو کنکریاں مار کر مکّہ شریف میں آویں۔ اور جب مکّہ شریف میں آویں۔ تو مقام استنال میں یعنی وادیٔ محصّب میں تھوڑی دیر ٹھہریں۔ اب اگر چلنے کا ارادہ ہو۔ تو کعبے شریف کا طواف کریں۔ اس کا نام طوافِ صدر یعنی طوافِ رخصت ہے۔ اِس میں مٹکنا اور دَوڑنا نہیں۔ پھر دو رکعت بعد از طواف پڑھ کر آبِ زمزم پیویں۔ بعد اس کے اپنا سینہ اور چہرہ مقامِ ملتزم[^1] پر لگادیں۔

[^1]: ؎ مقام مصلےٰ ابراہیمی کا نام ہے۔

اور ایک گھنٹہ بھر پردہ کعبہ شریف کا پکڑ رکھیں اور ایسی التجا کریں۔ جیسا کہ کوئی ملتجی سفارش طلب کرتا ہے۔ اگر پردے تک رسائی نہ ہو تو اپنے سر پر دونوں ہاتھ پھیلا کر سر کے دونوں طرف رکھیں اور دعا کوشش سے مانگیں اور روئیں۔ اگر رونا نہ آوے تو صورت رونے کی بناویں۔ اور مسجد سے پچھلے پاؤں ہو کر نکلیں۔ اور کعبے شریف کو دیکھ کر چلائیں ۞

جس شخص نے پہلے آتے ہی عرفات میں وقوف کیا۔ اس سے طوافِ قدوم ساقط ہو جاتا ہے۔ اور طوافِ قدوم یعنی طوافِ اوّل جو بمجرّد وارد ہوتے مکّہ شریف کے ادا کیا جاتا ہے۔ اگر اس کا موقع نہ ملے۔ مثلاً اس تاریخ حاجی بدوں داخل ہوتے مکّہ کے بیروں بیروں عرفات جا ٹھہرا اور خطبہ سُنا۔ اُس سے یہ طواف ساقط ہو جاتا ہے۔ کوئی کفّارہ اُس پر لازم نہیں۔ عورت کا حج بھی مثل مرد کے ہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے۔

کہ مرد سر منہ برہنہ رکھتا ہے ۔ اور عورت
سر ڈھانپ لیتی ہے ۔ مگر چہرے پر کپڑا
نہیں ڈالتی ۔ عورت اگر چہرہ ڈھانپ لے تو
جائز ہے ۔ مگر کپڑا چہرے سے نہ لگے ۔ اور
عورت لبّیک بآواز بلند نہ کہے ۔ اس طرح
پڑھے ۔ کہ آپ سُنے دُوسرا نہ سُنے ۔ عورت
طوافِ قدوم میں پہلوانوں کی طرح نہ دوڑے
آہستہ چلے اور بغل سے چادر نکال کر کندھے
پر مردوں کی طرح نہ کرے بلکہ سارا بدن
ڈھانپے ۔ اور درمیان میلین اخضرین کے نہ
دَوڑے ۔ اور احرام کھولتے ہوئے سر نہ
مُنڈائے ۔ جیسا کہ مرد مُنڈاتا ہے ۔ صرف چوتھائی
سر کے بال کٹائے ۔ عورت سُوئی کا سِلا
ہُوا کپڑا اور موزے اور زیور اور لباس پہنے
اور انبوہ کے وقت حجر اسود کے پاس نہ
جائے ۔ اور مخنّث بھی مثل عورت کے حج
کرے ۔ اگر عورت کو حیض آجاوے تو سوائے
طوافِ کعبہ کے سب مناسک ادا کرے ۔
عورت پر کسی فرض واجب کی تاخیر کرنے سے

کفّارہ نہیں آتا۔ بعد ادا ہو جانے دو رُکن
حج کے طوافِ صدر کا ساقط ہو جاتا ہے۔
اور نفاس بھی مثلِ حیض کے ہے۔ میقات
سے احرام ساتھ نیّت عمرہ اور حج کے باندھے
اور جس وقت احرام باندھنے لگے۔ یہ دُعا پڑھ
کر نیّت کرے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَ
الْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهُمَا لِیْ وَ تَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ (ترجمہ:۔اے
خداوند تعالےٰ میں ارادہ حج اور عمرے کا کرتا ہوں۔ سو تُو
دونوں کو آسان کر اور قبول کر) طواف کعبے کا عمرے
کے واسطے کرے۔ پہلے تین دورے طواف میں
رمل[1] کرے۔ صفا مروہ میں دوڑے۔ قران میں
حلق[2] کے بعد احرام حلال نہیں ہوتا۔ احرام
حج کا باقی رہتا ہے۔ اور تمتّع میں عمرہ
کرکے حلال ہو جاتا ہے +

حج کا احرام اُس وقت باندھیں۔ جب عرفات
کی طرف جانے لگیں +

---

[1] لٹک کر چلنا۔ پہلوانوں کی مانند +

[2] حلق سر مُنڈانے کو کہتے ہیں +

سلام کرنے کا بیان

کہا فقیہ[1] رحمۃ اللہ علیہ نے کہ مسلمانوں کی دُعا آپس میں سلام ہے۔ اور وہی بہشتیوں کی دُعا ہے۔ جو بہشت میں ایک دوسرے کو کریں گے۔ تو مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ سلام کو مسلمانوں میں خوب پھیلائیں۔ پس یہ مسلمانوں کے اخلاق سے ہے+

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ کہ جب تُو گھر سے نکلے۔ تو تیری آنکھ جس اہل قبلہ تیرے پر یعنی مسلمان پر پڑے۔ تو اُس کو سلام کر۔ جب تُو نے اُس پر سلام کیا۔ تو ایمان کی حلاوت[2] تیرے دل میں داخل ہوگی۔ اور بعض صالحین کا ذکر ہے۔ کہ ایک شخص اُس کے یاروں میں سے اُس کے پاس آیا۔ تو صالح سے پُوچھا۔ کہ کیا حال ہے؟ تو صالح نے

[1] فقیہ سے مراد ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ ہیں [2] مٹھاس۔

اُس نے کہا۔ کہ خرابی ہو تجھ کو۔ یہ تُو نے کیا کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیوں نہیں کہا۔ کہ تیرے لئے دس نیکیاں ہوتیں۔ اَور پھر میں جواب دیتا۔ تو مجھے بھی دس نیکیاں ملتیں۔ اور جب بیس نیکیاں اکٹھی ہو جاتیں۔ تو نزولِ رحمت کے اُمیدوار ہوتے +

کسی صالح سے پُوچھا گیا۔ کہ جب آدمی اپنے رفیق سے ملے اور یہ کہے۔ کہ تیری اللہ عمر دراز کرے۔ یہ کہنا کیسا ہے۔ اُس صالح نے جواب دیا۔ کہ یہ دہریوں کی دُعا ہے۔ اور دُعا مسلمانوں کی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ہے اَور ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ وُہ بازار میں جایا کرتے۔ کسی نے پُوچھا۔ آپ بازار میں کیوں جایا کرتے ہیں۔ نہ آپ کچھ بیچتے ہیں۔ اور نہ آپ کچھ خرید کرتے ہیں۔ تو اُنھوں نے فرمایا کہ صرف اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کو جاتا ہوں۔ اور یہی عادت تھی کہ جب کسی پر گزرتے تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتے +

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے

کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں کہ جب تم
اُس کو کرو۔ تو دوست بن جاؤ۔ آپس میں
سلام بکثرت کیا کرو۔ اور کہا عطاء نے۔ سلام
کرے چلتا کھڑے پر، اور کھڑا بیٹھے پر، اور
بڑا چھوٹے پر اور سوار پیدل پر۔ اور سلام
کرے تجھ سے وہ شخص جو پیچھے سے آئے،
اور جب دو آدمی ملیں۔ تو اُن میں افضل،
وہ ہے۔ جو پہلے سلام کہے۔

کہا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جب
ایک جماعت دوسرے پر گزرے۔ تو ابتدا سلام
کی کریں تھوڑے بہت پر ✤

روایت کیا ہے زید بن وہب نے کہ
نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ سلام کرے سوار
پیدل پر، اور پیدل بیٹھے پر، اور تھوڑے
بہت پر ✤

روایت ہے کہ اگر کوئی جماعت کسی
جماعت پر گزرے۔ پس اگر سب کے سب
سلام نہ کریں۔ تو وہ سب گنہگار ہیں۔ اور
ایک نے بھی کر لیا۔ تو سب کی طرف سے

یہی سلام کافی ہو گیا۔ اگر سب کے سب سلام کریں۔ تو افضل ہے۔ پس دوسری جماعت میں سے اگر کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ تو سب گنہگار ہوئے۔ اور اگر ایک نے بھی جواب دیا تو سب کی طرف سے کافی ہو گیا۔ اور اگر سب نے جواب دیا تو افضل ہے +

نیّت نمازِ جنازہ

بعض قریاتؔ میں تذکرہ اِس بات کا ہُوا کہ نیت نماز جنازہ کی کیسی چاہیئے۔ کوئی کہتا تھا کہ نیّت مشہور و معروف جو عوام النّاس میں رائج ہے۔ "نیّت کی ہے میں نے اِس نماز کی پڑھتا ہوں واسطے اللہ تعالیٰ کے چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ ثناء واسطے اللہ تعالےٰ کے اور دُعا واسطے اِس میّت کے متوجّہ قبلہ شریف کے "اللہ اکبر"۔ اور زبان زد عوام ہے۔ اور کوئی خلل بھی اِس میں نہیں

لہ گاؤں ۱۲

مناسب ہے۔ اور کوئی کہتا ہے۔ کہ لفظ ثناء کا اس میں سے دُور کرنا چاہیئے۔ کہ لفظ صلوٰۃ کا کافی ہے۔ اور جو نیّت کتب فقہ میں درج ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ اَنۡ اُصَلِّیَ لَکَ وَاَدۡعُوۡا لِھٰذَا الۡمَیِّتِ یا دَنَیۡتُ اَنۡ اُصَلِّیَ لِلّٰہِ تَعَالیٰ وَاَدۡعُوۡا لِھٰذَا الۡمَیِّتِ) کرنی مناسب ہے۔ چنانچہ اس امر میں ایک اِستفتاء نظر آیا۔ جس پر چند اشخاص کے دستخط تھے۔ اور یہی الفاظ نیات مندرجہ کتاب فقہ کے لکھ کر صحیح کی گئی تھی۔ اور مضمون دستخطوں کا یہی تھا۔ کہ یہ سچ ہے۔ اور عمدہ ہے۔ اگر نیّت صحیح ہے۔ تو نماز بھی صحیح۔ اور اگر نیّت فاسد ہے تو نماز بھی فاسد۔ جب اِتفاقات حسنہ سے اس فقیر کا مُرورؔ[1] وعبور ان قریاتؔ[2] میں ہُوا۔ تو اِس مسئلہ کا استفسار کیا گیا۔ کہ یہ نیّت عوام الناس کی درست ہے۔ اِس میں کوئی خلل نہیں ہے۔ بلکہ مناسب ہے کہ یہی نیّت ہو۔ کیونکہ اس نماز میں ہمارا اور

[1] گزرنا [2] گاؤں ۱۲

شیعہ اور شافعیہ کا اختلاف ہے +

اہل سُنّت و جماعت چار تکبیریں کہتے ہیں۔ اور شیعہ پانچ یا زیادہ۔ اور حنفی ثناء پڑھتے ہیں۔ اور شافعیہ سُورۃ فاتحہ بہ نیّتِ قرأت قرآن۔ پس بالضرور برائے اِستحضار صورتِ نماز جنازہ حنفیوں کے نزدیک چار تکبیر اور ثناء کہنی چاہیئے +

تجہیز و تکفین

واضح رہے کہ قریبُ الموت کو اُس وقت رُو بقبلہ کرنا مُستحب ہے۔ اگر پہلے سے چت لیٹا ہُوا ہے۔ اور کروٹ پر لٹانا اُس کو تکلیف دیتا ہے۔ تو چت ہی لیٹا رہے۔ مگر رُو بقبلہ کیا جائے۔ کہ سر اُونچا ہو۔ بسُوئے قبلہ۔ اور اگر کروٹ پر لیٹا ہُوا ہے اور کچھ تکلیف نہیں تو کروٹ پر ہی لیٹا رہے۔ فقط رُو بقبلہ کر دیویں +

تجہیز و تکفین میں تعجیل کرنی مسنون ہے۔

اگر نیک ہے۔ تو جلدی اپنی نیکی کو پہنچے۔ اور اگر بد ہے۔ تو تم کندھوں سے اُس کو جلدی اُتارو۔ بہرکیف جس میں ایک مومن کی بہتری ہو۔ اُس کا کرنا مستحب ہے +

حدیث شریف میں ہے اَلْعَجَلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ یعنی جلدی شیطان سے ہوتی ہے مگر (سوائے) تین جگہ۔ ایک جگہ تجہیز و تکفین میّت پر۔ دوسرے تزویج بکر[1] بالغہ کی جب کفو ملے۔ تیسرے ادائے دَین[2] میّت۔ جب تک کندھوں پر ہوتا ہے۔ نیک ہو تو کہتا ہے قَدِّمُوْنِیْ قَدِّمُوْنِیْ یعنی تم مجھے لے چلو۔ لے چلو۔ اور اگر بدکردار ہے تو کہتا ہے اَیْنَ تَذْهَبُوْنَ بِیْ۔ یعنی تم مجھے کہاں لئے جاتے ہو۔ یہ بات اس کی سوائے جن و انس کے ہر چیز سنتی ہے +

نمازِ جنازہ

نماز جنازہ کی نمازیوں کی طرف سے میّت کے

---

[1] بکر۔ کنواری۔ [2] دَین۔ قرض ۱۲

واسطے شفاعت ہے حضور میں رب العالمین کے
اور شفاعت اُنہی لوگوں کی ہوتی ہے جن کے
حق میں شفاعت کرنی اللہ تعالےٰ کو منظور و
پسند ہو۔ اور سوائے مومن کے کافر کی شفاعت
اللہ تعالےٰ کے نزدیک ناپسند و نامنظور ہے۔
اسی واسطے نماز جنازہ کافر اور مشرک کی
ناجائز ہے۔

مسبُوق[1] نمازجنازہ کامسئلہ

جب نماز جنازہ کی ہوتی ہو۔ اگر کوئی شخص
پیچھے آکر شامل جماعت ہو۔ اور امام کوئی
تکبیر کہہ چکا ہو تو دیکھے۔ کہ اگر پہلی تکبیر
کہہ چکا ہے۔ تو ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک دوسری تکبیر کا انتظار کرکے امام کے
ساتھ شامل ہو جاوے۔ اور پہلی تکبیر کو بعد
از فراغ امام قضا کرے۔ پس اگر خوف اُٹھا
لے جانے جنازہ کا ہے۔ تو ثناء تکبیر کہہ کر
سلام کہے۔ اور اگر خوف اُٹھا لے جانے جنازہ

[1] مسبوق۔ جو پیچھے آملے ۱۲

کا نہیں ۔ تو ثناء پڑھ کر سلام پھیرے ۔ اور اگر درمیان میں شامل ہو ۔ تو باتفاق تکبیر کا منتظر رہے ۔ فوت شدہ تکبیروں کو بعد از فراغ امام قضا کرے ۔ اور اگر چار تکبیروں کے بعد اور سلام سے پہلے آوے ۔ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فوراً شامل ہو جاوے ۔ اور فوت شدہ تکبیروں کی قضا کرے ۔ اس پر فتوٰے ہے ۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شامل نہ ہووے ۔

مسجد میں نماز جنازہ

نماز جنازہ کو مسجد میں کوئی مکروہ تحریمہ کہتا ہے ۔ کوئی مکروہ تنزیہہ ۔ پس اگر جنازہ داخل مسجد ہو ۔ تو بالاتفاق مکروہ ہے ۔ اور اگر خارج از مسجد ہو تو اس میں اختلاف ہے ۔ مگر مختار یہی ہے کہ مکروہ ہے ۔

ابنِ ابی شیبہ کی روایت میں ہے ۔ مَنْ

صَلّٰی عَلٰی مَیِّتٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ
یعنی مسجد میں جو کوئی نماز جنازہ کی پڑھے۔
تو اُس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور روایت احمد
و ابو داؤد میں ہے فَلَا شَیْیَٔ لَہٗ اور ابن
ماجہ میں ہے فَلَیْسَ لَہٗ شَیْیٌٔ اور ایک اور
روایت میں ہے فَلَا اَجْرَ لَہٗ۔ ابن عبدالبر
نے فَلَا شَیْیَٔ لَہٗ کو صحیح لکھا ہے۔ کلمہ فَلَا صَلٰوۃَ
لَہٗ کا برائے نفی کمال آتا ہے۔ جیسا کہ حدیث
لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ اور
لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ میں نفی کمال ہے[۱]
ہاں اگر عُذر بارش یا اعتکاف یا نجاست
مکان بیرونی کا ہو۔ تو نماز جنازہ مسجد
میں مکروہ نہیں ہے۔ اور حضرت صلے اللہ
علیہ و آلہ وسلم نے جو نماز جنازہ مسجد
میں پڑھی تھی۔ وُہ بباعثِ عذر اعتکاف
کے تھی ؞
شیخ اکبر محی الدین عربی قدس سرہٗ فتوحات
میں فرماتے ہیں۔ کہ اوّلاً میری رائے بھی جواز
صلوٰۃ الجنازہ فی المسجد کے تھی۔ مگر میں نے

[۱] یعنی نماز جنازہ کے جائز ہونے کی مسجد میں ۱۲

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم رویا
میں دیکھا۔ تو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نماز جنازہ کو مسجد میں منع فرما رہے ہیں
پس میں اپنی رائے سے باز آ گیا۔ کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب
میں دیکھنا صحیح ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے۔
مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیطٰنَ لَا یَتَکَوَّنُنِیْ
یعنی جس نے مجھ کو دیکھا۔ سو سچ دیکھا کہ
شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ اور
مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰی الْحَقَّ بھی وارد ہے۔
فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ بھی آیا ہے۔

قبر پر قُبّہ بنانا

دُرِّ المختار میں ہے وَقِیْلَ لَا بَاْسَ بِہٖ۔ یعنی
کہا گیا کہ قبر پر بناء بنانی مکروہ نہیں۔ اور
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ کہ
قبر پر بناء مکروہ ہے۔ کیونکہ جابر رضی اللہ
عنہ سے مروی ہے۔ نَہٰی رسول اللّٰہ صلے اللہ

علیہ وآلہ وسلّم عن تجصیص القبور وان یکتب علیھا وان یبنی علیہ الحدیث۔ یعنی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے قبور پر چونہ لگانے اور ان پر لکھنے اور بناء سے منع فرمایا ہے۔ شامی اور کتاب امداد میں ہے کہ قبر کو اینٹوں سے پختہ بنانا (اکھڑنے کے خوف سے) عادت ہوگئی ہے۔ اور اس کو اچھا جانتے ہیں۔ اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ جو چیز مسلمان پسند کریں۔ وُہ خدا تعالےٰ کو بھی پسند ہے۔ ابوداؤد نے باسناد جیّد بیان کیا ہے۔ کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک پتھر اٹھا کر عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے سرہانے رکھا اور فرمایا۔ اس سے میرے بھائی کی قبر کا نشان ہو۔ اور جو اپنے اہل میں سے مرے گا۔ اُس کے پاس دفن کروں گا۔ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تجصیص وکتابت وبناء سے اس واسطے منع فرمایا۔ کہ اِس کی کچھ حاجت نہیں۔ اب زمانہ شوکتِ اسلام گزر جانے کے بعد جوکہ

بزورِ سیف و سنان تھا، سلف و خلف نے اِس بناء کو مستحسن[1] جانا۔ جیسا کہ شامی نے بحوالۂ جنائز السّراجیہ لکھا ہے کہ قبروں پر لکھنا مکروہ نہیں۔ اگر یہ خیال ہو کہ نشان نہ جاتا رہے اور قبر ذلیل نہ ہو۔ پس روایت کراہت کی اِن روایتوں سے مرجوح[2] ہوئی۔ اور روایت دُرِّ مختار کی راجح[3] و مختار ہوئی۔

علاوہ مذکورہ بالا عبارت کے جب روضۂ مبارک آنحضرت صلّے اللہ علیہ و آلہ وسلّم اور قبّے صحابۂ کرام اور تابعین اور اولیائے عظام دیکھے جاتے ہیں۔ تو عظمتِ اسلام موافق و مخالف کے دل میں بیٹھتی ہے۔ اور سب نے اُس کو مُستحسن جانا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک بھی مُستحسن ہے

---

[1] عن الکبریٰ والیوم اعتادوا التسنیم باللّبن صیانۃ القبر عن النبش حسنا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم ما راٰہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن ÷ [2] غالب۔ بہتر+ [3] لا باس بالکتابۃ ان احتیج الیھا حتے لایذھب الاثر ولا یمتھن+

میّتِ غائب پر نمازِ جنازہ ناجائز ہے

اگر غائب پر نماز جنازہ جائز ہوتی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم یہ نہ فرماتے لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ اِلَّا اٰذَنْتُمُوْنِیْ بِہٖ فَاِنَّ صَلٰوتِیْ عَلَیْہِ رَحْمَۃٌ" لَہٗ۔ یعنی "تم میں سے کوئی مرے تو مجھ کو اس امر کی اطلاع دو کہ میری نماز اُس پر رحمت ہے"۔ اور بہت اصحاب آنحضرت صلّے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے فوت ہوئے۔ جو بڑے بڑے معزز قاری تھے۔ کسی پر آپ نے غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ حالانکہ اُن کی نماز کی بہت آرزو رکھتے تھے۔ اور نجاشی پر جو حضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے غائبانہ نماز پڑھی تھی۔ سو وہ خصوصیّت حضرت صلّے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تھی۔ کہ جبرائیل علیہ السلام نے نجاشی کا وجُود حضرت صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے سامنے کر دیا تھا۔ اور درمیان سے پردہ اُٹھایا گیا تھا۔ یا زمین

ے کی گئی تھی۔ جیسا اولیاء اللہ کے سامنے زمین
مشرق سے مغرب تک ایک قدم ہوتی ہے۔
اگر غائب پر نماز جنازہ جائز ہوتی۔ تو باقی صحابۂ
کرام کا معمول ہوتا۔ حضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ
وسلّم ہمیشہ ایسا ہی عمل فرماتے۔ ایک عورت
جو بلا اطلاع حضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم
مدفون ہوئی تھی۔ اُس کی قبر پر جاکر حضرت
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے نماز پڑھی تھی۔
اگر غائب پر نماز جنازہ جائز ہوتی۔ تو وہاں
جانے کی کیا ضرورت تھی؟

زیارتِ قبور مرد و زن کو جائز بلکہ مُستحب ہے

حضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا
كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْهَا
یعنی میں تم کو زیارتِ قبُور سے منع کیا کرتا
تھا۔ سنو قبُور کی زیارت کیا کرو۔

زیارت کے لئے افضل دن جمعہ و شنبہ و دو شنبہ ہے۔ محمد بن واسع نے کہا ہے کہ موتیٰ جمعہ و جمعرات و شنبہ کے روز زائرین[1] کو جانتے ہیں۔ ابن شیبہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم شہدائے اُحد کی قبوُر پر ہر سال تشریف لے جاتے اور فرماتے[2] اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَیَ الدَّارِ شامی کہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوُا کہ زیارت قبور کی مُستحب ہے۔ اگرچہ دُور ہوں۔ اور یہ حدیث کہ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلیٰ ثَلَاثَۃِ مَسَاجِد۔[3] خاص مساجد کے ساتھ ہے۔ اس میں تذکرہ مزارات اولیاء اللہ کا کوئی نہیں۔ کہ اس سے ممانعت سمجھی جائے +

ابنِ حجر نے اپنے فتاوے میں لکھا ہے۔ کہ منکرات و مفاسد کے سبب زیارت مزارات کی ترک نہ کرے۔ لِاَنَّ الْقُرُبَاتَ لَا تُتْرَکُ لِمِثْلِ

[1] زائرین زیارت کرنے والے کو کہتے ہیں ۱۲ [2] سلام ہو تم پر بسبب تمہارے صبر کے آخر کا گھر اچھا ہے ۱۲ [3] سوائے تین مسجدوں کی طرف جانے کے کاٹھیاں نہ کسی جاویں ۱۲ +

ذالک یعنی عبادتیں اس بات سے ترک نہیں ہو سکتیں۔ جیسا کہ جنازہ کے ساتھ اگر عورتیں جائیں۔ تو جنازہ کے ساتھ جانا ترک نہیں کیا جاتا۔ اور حج کا اژدہام[1] تو اظہر من الشمس ہے۔ کہ وہاں اختلاط[2] مرد و عورت کا ہوتا ہے۔ اور وہاں جانا عبادت ہے +

قبرپوش قبور اولیاء اللہ

روایت ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی مرقد مبارک کو چادر سے پوشیدہ کیا ہوا تھا۔ جو اصحابی زیارت کو جاتے۔ اُن سے اجازت لیتے اور وہ غلاف مرقد مقدس کا اٹھا کر زیارت کا اذن فرماتی تھیں +

پھول چڑھانے بھی جائز ہیں۔ کہ حضرت صلّے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے شاخ درخت کی لے کر دو قبروں پر رکھی تھی اور فرمایا کہ جب تک یہ تازہ رہیں گی۔ اہل قبور کو تخفیف عذاب کی

[1] انبوہ۔ بھیڑ ۱۲ [2] اختلاط یعنی ملنا جلنا ۱۲

ہوگی ٭

روشنی برائے رفع ظلمت و سہولت آمد و رفت زائرین جائز ہے۔ کہ جس چیز میں کسی مسلمان کا نفع ہو۔ اور وہ چیز محرماتؔ و مکروہات میں سے نہ ہو۔ تو وہ چیز مستحب ہے۔ اور علاوہ براں عزّت اسلام کی ہے۔ زیارت کرنے والوں کی نگاہ میں جس طرح قبّہ سے شوکت اسلام کی ہوتی ہے۔ ویسے ہی روشنی سے بھی عزّت اہل مرقدؔ کی دِل میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ سند اور کیا ہوگی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں حضرت صلّے اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم کی مرقدِ مقدس ہوئی اور وہاں شب کو روشنی بھی ہوتی تھی۔ اور بعدہ کُل اہل اسلام کیا عُلماء اور کیا اَولیاء و سلاطین سب متفق ہوئے۔ کہ صدہا قنادیل قیمتی کی روشنی آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے روضۂ مقدّسہ پر ہونی نہایت درجہ کی فضیلت رکھتی ہے ٭

۱ے حرام چیز ۱۲ ۲ے مرقد۔ خوابگاہ ۱۲

الغرض معاملات اہل مدینہ کے جو بحضور مقدس نبوی کرتے چلے آئے ہیں۔ سند قوی ہے۔ فقط +

اسقاطِ میّت

اسقاطِ میّت جو قبل از نماز جنازہ رائج ہے۔ اس میں بھی کچھ قباحت شرعی نہیں صدقات و تبرّکات میں جو اہل سنّت والجماعت کو اتفاق ہے۔ لیکن اُس اسقاط میں جو قضائے حقوق اللہ میں حیلہ ہے۔ بوجہ شرعی ہے۔ یعنی عوض صلوٰۃ و صوم فرائض و واجبات کے قرآن مجید اور کچھ نقد و جنس جن کا ثواب تو بجائے خود رہا نفس جنس کی قیمت بہ معاوضہ ہر ایک نماز و صوم کے اندازہ کرکے چند سال کے واسطے ایک دفعہ ایک مفلس کو دیئے جائیں اور پھر وہ مفلس اِسی قدر مدّت کی نمازوں و روزوں کے عِوض دُوسرے کا مِلک کر دیوے۔ یہاں تک کہ حساب اندازہ کیا ہُوا پُورا ہو جاوے۔ اس میں اُمید ہے کہ یہ حیلہ منظور ہو جاوے۔ نہ

دینے سے بہر کیف دینا مستحسن ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

۔ یعنی جن کو طاقت روزے کی نہ ہووے تو طعام ایک مسکین کا فدیہ دیویں۔ بےشک میّت بر وقت وفات عاجز تو ہو ہی جاتا ہے اور طاقت صوم و صلوٰۃ کی نہیں رکھتا۔ اور حیلہ شریعت میں مذموم بھی نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت ایوّب علیہ السّلام کو فرمایا۔ کہ تو نے اپنی زوجہ کے مارنے کی قسم کھائی تھی۔ کہ سَو لکڑی ماروں گا۔ سو ایک سَو تیلے کا جھاڑو لے کر اس کو مارو۔ کہ تمہاری قسم پوری ہو جاوے۔ سو اُنہوں نے ایسا ہی کیا اس حیلہ اسقاط میں کوئی امر غیر مشروع بھی نہیں اور نہ قطعاً حکم ہے۔ کہ سب عبادتیں اُس کے ذمّہ سے ادا ہو گئیں۔ صرف اُمید ہے اسی اُمید پر تلقین میّت کی بعد از دفن مستحب ہے۔ کہ بعد از دفن میّت کو پکار کر کہا جاوے۔ کہ اے فلانے فلانے کے بیٹے یاد کر رب اپنے کو اور کہو اللہ میرا رب

ہے۔ اور بنی محمدؐ رسُول اللہ اور امام میرا قرآن ہے۔ اور دین میرا اسلام ٭

قبر میں کس کس سے سوال نہیں ہوتا

واضح ہو۔ کہ جن سے سوال نہیں ہوتا۔ اُن کی تلقین کرنی ضروری نہیں۔ بعضوں کا قول ہے۔ کہ کل بنی آدم سے سوال ہوتا ہے۔ حتےٰ کہ لڑکوں سے۔ اور لڑکوں کو ایک فرشتہ تلقین کرتا ہے۔ اور اُس کو الہام ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کو بچپن میں الہامِ ربّانی ہُوا۔ جنہوں نے کلام کی تھی۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے بیان کیا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ سوال صرف مومن یا منافق سے ہوتا ہے۔ جو منسُوب بہ طرف قبلہ ہو باداۓ ظاہر کلمہ شہادت اور کافر منکر سے نہیں ہوتا۔ اور ابن حجر کا قول ہے کہ

مکلّف[1] سے ہی ہوتا ہے۔ اور کہا۔ کہ انبیاء اور صدّیقین و شہداء و مُرابط فی سبیل اللہ یعنی جہاد کا مُستَعِد اور گھوڑا راہ خدا میں باندھنے والا اور مطعُون یعنی وبا میں مرنے والا۔ اور ایّام مرض میں بغیر مرض وبا کے مرنے والا جب صابر طالبِ ثواب مرے۔ اور اطفالِ مومنین اور جمعہ یا جمعرات کے دن مرنے والا اور ہر رات بلاناغہ سورۂ تبارک اور مرض الموت میں سورۂ اخلاص پڑھنے والا (ان سب سے سوال نہیں ہوتا) +

اطفالِ مُشرکین کا کیا حال ہے؟

ابنِ ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ اس میں اِختلاف ہے۔ کوئی اُن کو ناری کہتا ہے۔ اور کوئی جنّتی۔ اِمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس میں توقف فرماتے ہیں۔ اور امام محمد بن

---

[1] یعنی عاقل بالغ ۱۲

حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ اللہ تعالےٰ کسی
کو بدوں گناہ کے عذاب نہیں دیتا۔ اور
ابوالبرکات نسفی نے روایت توقف کو ضعیف
لکھا ہے۔ اور کہا کہ صحیح روایت امام
صاحب سے یہ ہے۔ اطفالِ مشرکین مشیّت
الٰہی میں ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں
ہے۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ یعنی
خدا تعالےٰ خوب جانتا ہے۔ جو وے کرنے
والے تھے۔ اور امام محمد کی دلیل یہ حدیث
ہے۔ کہ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ یعنی
جو لڑکا ہے۔ وہ دین پر پیدا ہوتا ہے۔ اور
مرتے وقت معاذاللہ جس سے کلماتِ کُفر
سرزد ہوں۔ اُس کے حق میں بخشش مانگی
جاوے۔ اور تجہیز و تکفین اس کی اہل اسلام
جیسی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ کلمات بیہوشی
اور زوالِ عقل کے وقت سرزد ہوئے ہیں۔
اور اَلم موت بہت بڑا ہے۔ شیطان بھی
اُس وقت عقل بگاڑ دیتا ہے۔ اور وہ وقت
بڑے امدادِ میّت کے ہیں۔ ایک وقت موت

کا کہ شیطان اپنے ذرّیات لے کر میّت کے بزرگوں اور دوستوں کی صورت بن کر اُس کے پاس آتا ہے۔ اور فتِنہ میں ڈالتا ہے۔ دوم بعد از دفن فرشتے مہیب (ڈراونی) صوُرت سے اس کا امتحان لیتے ہیں۔ پس دونوں وقت میں اُس کی تلقین ضروری ہے۔ جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم نے فتنۃ المحیاؔ[1] و الممات فرمایا ہے۔ اور اس سے پناہ مانگی ہے۔ اور اُمت کو تعلیم فرمائی ہے۔ کہ دُعا میں اِن دونوں وقتوں سے پناہ مانگیں ؞

وقف کا بیان

وقف کرنے والے کی ملک ٹھہری ہوئی اصل چیز روک میں رہے۔ اور اس چیز سے جو فائدہ ہو۔ اُس کی خیرات کرنے کو

[1] حیاتی اور مرنے کے عذاب سے +

وقف کہتے ہیں۔ اگر قاضی حکم کر دیوے تو وقف کی ہوئی چیز وقف کرنے والے کی مِلک سے نِکل جاتی ہے ۔

وقف تب ہوتا ہے۔ جب وقف کرنے والا اُس چیز کو اپنی ملک سے الگ کر دیوے اور متولّی کو سپرد کر دے۔ اور ہمیشہ کے واسطے وقف کر دے۔ اگر زمین اور اُس کے جوتنے والے بَیل اور ہَلوا ہے وغیرہ اُس کے ساتھ وقف کرے تو درست ہے ۔

وقف کی چیز کو تملیک[۱] کرنا اور بانٹنا (اگرچہ اپنی اولاد پر ہی وقف کیا ہو) جائز نہیں۔ وقف کی چیز سے جو پیدا ہو۔ وہ پہلے اُس کی عمارت یا درستی میں خرچ

[۱] یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اور کہا امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جاتی رہے گی ملک وقف کرنے کے وقت اور کہا محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ملک بعد تسلم کے جاتی رہے گی۔ اور اسی پر فتوے ہے ۔

کرے۔ خواہ شرط کرنے والے نے یہ شرط نہ کی ہو ٭

اگر کوئی حویلی وقف شدہ ہو۔ تو اُس میں رہنے والا اُس کی مرمت کرے۔ اور اگر وہ اِنکار کرے یا عاجز ہو۔ مرمّت نہ کر سکے۔ تو حاکم اُس کی اِس طرح مرمّت کرے کہ اُس مکان کو کرائے پر دے۔ جو کرایہ ہو۔ وہ مرمّت پر لگا دے۔ اگر وقف شدہ مکان خراب ہو جاوے۔ جو بالکل بنانے کے قابل بھی نہ ہو۔ اُس کو گرا کر وقف عمارت پر خرچ کیا جاوے۔ اگر حاجت ہو۔ اور اس میں کچھ باقی رہا ہو۔ تو حفاظت سے رکھا جاوے۔ کہ اِحتیاج کے وقت کام آوے اور اُس کو وقف کے حقداروں میں نہ بانٹ دیا جاوے ٭

بہتان کی سزا کا بیان

بُہتان کی سزا اسّی کوڑے ہیں۔ بُہتان

ایک دفعہ کے اقرار سے یا دو گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی محصِن[له] عورت یا مرد کو زنا کا بُہتان لگایا۔ جس کو بُہتان لگایا۔ اُس نے بُہتان لگانے والے کی سزا چاہی۔ تو اُس بُہتان لگانے والے کو سزا دی جائے گی۔ بدن ننگا کر کے کوڑے مارے جاویں گے۔ اگر اُس شخص نے رُوئی دار کپڑے پہنے ہوں۔ تو اُتار لیئے جاویں۔ اگر بہتان لگانے والے نے بہتان لگایا۔ اور پھر گیا۔ اور جس پر بہتان لگایا۔ اُس نے معاف کر دیا۔ اس صورت میں بہتان لگانے والے پر سے حد نہیں گزرتی +

خرید و فروخت کا بیان

جب بیچنے والا کہے کہ میں نے یہ چیز

له محصن وہ ہے جو عاقل بالغ مسلمان زنا سے بچا ہو +

بیچ ڈالی - اور خریدنے والا کہے کہ میں نے
خرید لی - یا یوں کہو کہ خریدنے والا بیچنے
والے کے ہاتھ میں قیمت مال کی دے دے
اور مال لے لے - تو بیع درست ہو جاتی
ہے - اگر بیچنے والا یا خریدنے والا قبول
کرنے سے پہلے مجلس سے اُٹھ گیا - تو
ایجاب باطل ہوگا - اگر قیمت[1] کا شمار اور
وصف بیان کر دیا - تو بیع جائز ہے - اگرچہ
قیمت کا اشارہ نہ کیا ہو - اگر مقرّرہ قیمت
موجود ہو - اور اُس کی طرف اشارہ کیا جائے
کہ ان روپوں یا اشرفیوں کے بدلے مول
لیا - تو بیع جائز ہو جاتی ہے +

بیع نقد اور قرض دُرست ہے - قرض کی
یہ شرط ہے - کہ مُدّت ادا کرنے کی مقرّر
کر لی جائے +

اگر کوئی صندوق اس قسم کا اِس شرط
پر خریدا کہ اُس میں پچاس کپڑے ہیں -

---

[1] جیسے یہ کہا - یہ چیز چار یا آٹھ روپے کی ہے +

پھر اُس میں کم یا زیادہ ہوئے۔ تو بیع فاسد ہے ⁂

اگر درخت پھل لگا ہُوا بیچا۔ تو پھل بیچنے والے کا ہے۔ اگر میوہ کا ذکر بھی بیچنے میں آجاوے۔ تو خریدنے والے کا ہو جاتا ہے ⁂

مفقُود کا بیان

مفقُود غائِب چیز کو کہتے ہیں۔ جو ایسا غائِب ہو۔ کہ جس کا کہیں پتہ نہ ہو۔ اور نہ اُس کی زندگی یا موت کا حال معلُوم ہو۔ اُس کو مفقود کہتے ہیں۔ اُس کے بارے میں قاضی ایک شخص کو مقرّر کرے کہ جو اُس غائب شدہ کے حق لیا کرے۔ اور اُس کے مال کی حفاظت کیا کرے۔ اور مفقُود کے مال سے اُس کی جورُو پر اور اُس رشتہ دار پر کہ جس سے وہ پیدا ہُوا۔ یا مفقُود کی اولاد میں

خرچ کرے۔ قاضی[1] مفقود اور اُس کی زوجہ میں تفریق نہ کرے۔ نوّے برس کے بعد حکم کرے۔ کہ مفقود مر گیا۔ تب مفقود کی عورت عدّت میں بیٹھے۔ اور اُس کا مال اُس وقت اُس کے وارثوں میں تقسیم کیا جاوے۔ نوّے برس سے پہلے تقسیم نہیں ہو سکتا ⁂

شراکت کے بیان میں

شِراکت دو قِسم کی ہوتی ہے۔ پہلا اِملاک اَور دُوسرا عقُود۔ شراکت اِملاک اُس کو کہتے ہیں۔ جو دو شخص یا کئی شخص مِل کر خریدا کریں۔ اِس صورت میں بِلا اجازت دوسرے شریکوں کے اُس میں سے خرچ کرنا حرام ہے ⁂

[1] یہ ہمارے نزدیک ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک جب چالیس برس گزر جاویں تو تفریق کر دے ⁂

شراکتِ عقود اُسے کہتے ہیں ۔ جو دو
آدمی یا کئی آدمی مِل کر شراکت کریں ۔
اور ایک دُوسرے سے کہیں کہ مَیں تیرا
اِتنے روپوں میں شریک ہُوا ۔ اور وہ دُوسرا
قبول کرے ۔ سو اِیسا معاوضہ کئی طرح
پر ہوتا ہے ۔ ایک معاوضہ ہے کہ دونوں
شریکِ مال ہیں ۔ اور تصرّف میں اور دین
میں برابر ہوں ✦

اگر حُرؔ[1] اور غلام یا بالغ و نابالغ یا
کافر اور مسلمان نے آپس میں شراکت معاوضہ
کی تو دُرست نہیں ۔ شراکت کا مال شریک
کے پاس بطور امانت ہوتا ہے ۔ خریدی ہوئی
چیز میں اگر کچھُ عیَب دیکھا ۔ تو واپس کر
دے ۔ یا قیمت جس قدر مقرّر ہوئی تھی ۔ وُہ
واپس لے لیوے ۔ اگر کپڑا خرید کر کے
اُس کو قطع کر لیا ۔ اور اُس میں کچھ عیَب
دیکھا ۔ تو عیَب کے نقصان کے بموجب اتنی

[1] حُرّ ۔ آزاد ۱۲

قیمت بیچنے والے سے خریدار واپس لے۔ اگر کپڑا خرید کر سیا یا رنگا۔ یا آٹا خرید کر اُس میں گھی ملا کر اُس میں کچھ عیب پایا تو عیب کے نقصان کی قیمت خریدار بیچنے والے سے واپس لے سکتا ہے ×

اگر فروخت کرنے والا یہ کہہ دیوے۔ کہ مَیں نے اس چیز کو سب عیبوں کے ساتھ فروخت کیا۔ یعنی اگر اس میں کچھ عیب ہو تو مَیں اُس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ اگرچہ ہر عیب کا نام نہ لیا ہُوا درست ہے۔ اگر خریدار نے پھر اُس میں عیب دیکھا۔ تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے ×

بیع فاسد اور باطل کے بیان میں

شکار سے پہلے مچھلی اور ہُوا میں اُڑتا ہُوا جانور اور پیٹ کا بچہ اور بچے کا بچہ[۱] اور

[۱] اس کو عربی میں نتاج اور حبل الحبلہ کہتے ہیں۔ نور الہدایہ (ابو رشید عفی عنہ)

تھنوں میں دُودھ اور سیپ میں بند موتی اور بھیڑ کے جسم پر لگی ہوئی اُون اور چھت میں لگا ہُوا شہتیر اور کپڑے میں سے گز بھر بیع فاسِد ہے۔ مُردے۔ خون، شراب، حُر ام، ولد وغیرہ کی بیع درست نہیں۔ درخت میں لگا ہُوا میوہ ٹوٹے ہوئے میوہ کے بدلے بیچا۔ تو درُست نہیں۔ جنگل کی گھاس زمین پر لگی ہوئی اور اُس کا اِجارہ دینا۔ اور شہد کی مکھّی بیچنا جائز نہیں۔ ریشم کا کیڑا اور اُس کے انڈے بیچنے جائز ہیں۔ مَرے ہوئے جانور کے پٹھّے، ہڈی، اُون، سینگ بیچنا جائز ہے +

اگر گھی برتن سمیت تول کر بیچا۔ اور برتن کا قیاساً وزن لگا لیا۔ تو درست نہیں ہے ہاں اگر یہ شرط ہو کہ برتن کا وزن اس قدر مجرُا لے گا۔ تو درست ہے۔ اگر کُپّے سمیت گھی تول کر خرِید کیا اور کُپّا بھی بیچنے والے کو واپس دے دیا۔ تو پھر اُس کے وزن میں جھگڑا پڑا +

مثلاً بیچنے والا کہتا ہے۔ کہ کپڑا دس سیر کا تھا۔ اور خریدنے والا کہتا ہے۔ کہ کپڑا بارہ سیر کا تھا۔ تو اُن میں سے بات خریدار کی معتبر ہوگی۔ اگر بیع فاسد فسخ کیا تو خریدار کو اختیار ہے۔ کہ جب تک اپنی دی ہوئی قیمت واپس نہ لے لیوے۔ تب تک بیچنے والے کو اُس پر قبضہ نہ کرنے دیوے۔

فاتحہ خوانی پر

چند سوال و جواب

سوال:۔ صدقاتِ مالی جیسے طعام اور شیرینی پھل و پھول اور عبادت بدنی جیسے کلمہ شریف، درود شریف و اذکار و نماز و روزہ و ختم قرآن شریف ان کا ثواب موتی کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ صدقاتِ مالی کا ثواب پہنچتا ہے اور معتزلہ اِس کے منکر ہیں۔ حنفیہ کرام

کے نزدیک جمیع صدقات و عبادات کا ثواب موتی کو پہنچتا ہے؀

دار قطنی میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ میں اپنے ماں باپ کے ساتھ اُن کی زندگی میں سلوک کیا کرتا تھا۔ اب بعد وفات کے سلوک کس طرح کروں؟ حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و سلّم نے فرمایا۔ کہ سلوک بعد وفات کے یہ ہے۔ کہ تُم اپنی نماز کے ساتھ اُن کے لئے نماز پڑھا کرو۔ اور اپنے روزوں کے ساتھ اُن کے لئے روزے رکھا کرو؀

اور نیز دار قطنی میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے حدیث نقل ہے۔ کہ جو شخص قبرستان کے پاس سے گزرے۔ اور قل شریف گیارہ دفعہ پڑھ کر اُس کا ثواب موتیٰ کو بخشے گا۔ اُسی قدر اُس کا ثواب اللہ تعالےٰ کی طرف سے دیا جائیگا؀

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم اپنے موتیٰ کی طرف سے صدقہ دیتے ہیں۔ اور اُن کی طرف سے حج کرتے ہیں۔ اور اُن کے لئے دُعا مانگتے ہیں۔کیا۔ یہ اُن کو پہنچتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔کہ یہ پہنچتا ہے۔اور وے اس سے ایسے خوش ہوتے ہیں۔ جیسا کہ کسی کے پاس ایک طشت تحفہ و تحائف کا پیش کیا جاوے۔ تو وہ خوش ہوتا ہے ؂

اور ابوداؤد میں معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔کہ حضرت صلّے اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم نے فرمایا۔ تو تم اپنے موتیٰ پر سورۃ یاسین پڑھا کرو۔ اور جمیع مسلمین حرمین شریفین میں قدیم سے چلا آتا ہے۔کہ سب اہل اسلام صالحین جمع ہو کر قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ اور ثواب اُس کا موتیٰ کو بخش دیتے ہیں۔ اور معتزلہ

کی دلیل یہ ہے۔کہ آدمی کے واسطے وُہی ہے۔جو کچھ اُس نے خود کوشش کی، مُعتزِلہ کا قَول ہے۔کہ بجُز اپنی کوشش کے دوسرے کی کوشش کچھ مفید نہیں۔حنفیہ کرام اُن کی اِس دلیل کے آٹھ جواب دیتے ہیں ✣

(۱) عبداللہ بِن عبّاس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔کہ یہ آیت مذکُور اِس آیت کے ساتھ منسوخ ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں۔اور اُن کی اَولاد ایمان میں اُن کے تابع ہوئی ہے۔تو ہم اُن کو اُن کے ساتھ مِلا دیں گے۔اور اُن کے عملوں سے کچھ نقصان نہ کریں گے ✣

(۲) یہ کہ آیت اوّل کا مضمون حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السّلام کی اُمّت کے ساتھ مُختص ہے۔ یعنی صُحُف ابراہیم اور مُوسےٰ (علیہما السلام) میں یہ ہے

اَنْ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی یعنی اُمم ماضیہ کے واسطے یہ حکم تھا کہ ہر شخص اپنے اعمال کا پابند و مفید ہے +

کوئی نفس دوسرے کا بوجھ اُٹھانے والا نہیں۔ اور آدمی کے ساتھ بجز اپنی سعی کے کچھ نہیں۔ اور اِس اُمّت مرحومہ کے واسطے اپنے اپنے اعمال بھی ہیں۔ اور دُوسرے کے اعمال کا ثواب بھی پہنچتا ہے +

(۳) ربیع بن اُنس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آیتِ اوّل میں مُراد از اِنسان کافر ہے۔ کہ کافِر کو دوسرے کا عمل کچھ مفید نہیں ہوتا۔ بخلاف مومن کے۔ کہ دُوسروں کے اعمال اُس کو مفید ہوتے ہیں +

(۴) اس آیت میں بیان طریق عدل کا ہے۔ اور دُوسروں کے اعمال کا ثواب بہ طریق افضل کے پہنچتا ہے +

(۵) ابوبکر ورّاق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
مَا سَعٰی کے معنی مَانوی کے ہیں - یعنی
مومن کو اپنی نیّت کے مطابق جزا ملتی
ہے - حدیث شریف میں وارد ہے - کہ آدمی
کے واسطے وہی ہے جو اُس نے نیّت
کی ہو ؛
(۶) اَبُو اسحٰق (رضی اللہ عنہ) نے کہا ہے
کہ لَیْسَ لِلْاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کے یہ
معنی ہیں - کہ کافر کو دُنیا میں اُس کے اعمال
کی جزا ملتی جاتی ہے - اور عقبےٰ میں اُس
کے واسطے کچھ نہیں ہوتا ؛
(۷) یہ کہ لام لِلْاِنْسَانِ میں بمعنی عَلٰی ہے
جیسا کہ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا اور وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ
میں ہے - یعنی آدمی پر دوسرے کے گناہ کا
عذاب نہیں ہوتا ؛
(۸) یہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سعٰی کے
معنی یہ ہیں کہ اسباب مال کے بہت ہیں
گاہے انسان خود عمل کرتا ہے - اور گاہے
بسبب اعمال کے سعی کرتا ہے - یعنی بیٹا

اَور دوست بناتا ہے۔ کہ اِس سبب سے
وَے لوگ اُس کے لئے عمل کرتے ہیں
اَور گا ہے۔ خدمتِ دین و اولاد بندگانِ
خدا کرتا ہے۔ کہ اِس سبب سے وُہ
مُستحقِ ثواب اُن اعمال کا ہوتا ہے۔ یہ
سب کچھ ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے
بیان کِیا ہے؛

اَور حدیث شرِیف میں وارد ہے۔ کہ
آنحضرت صلّے اللہ علیہ و آلہٖ و سلّم دو کبش
(مینڈھے) قربانی فرماتے تھے۔ ایک اپنی
طرف سے اَور دُوسرا مومنینِ اُمّت کی
طرف سے۔ اس حدیث کو ایک جماعت
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا
ہے۔ اِس سے ثابت ہے۔ کہ ثواب
صدقات کا دُوسرے مومن کو بخشنا خواہ وُہ
مُردہ ہو، خواہ زِندہ، مسنون ہے؛

اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے
مروی ہے۔ کہ اُس نے آنحضرت صلّی اللہ
علیہ و آلہٖ و سلّم کی خدمت میں عرض کِیا۔

کہ میری ماں فوت ہو گئی ہے۔ اب کونسا صدقہ اُس کے لئے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا۔ پانی۔ پس اُس نے کنواں کھُدوا کر کہا۔ کہ یہ کنواں اُم سعد رضی اللہ عنہا کے لئے ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے۔ کہ طعام وغیرہ سامنے رکھ کر اگر کہا جاوے۔ کہ فلانے موتے کے واسطے ہے۔ تو جائز ہے۔ اور اس میں اِتباع صحابہ کرام کا ہے۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے۔ کہ دُعا بلا کو ردّ کرتی ہے۔ اور صدقہ خدا کے غضب کو فرد کرتا ہے۔

اور نیز وارد ہے کہ عالم و شاگرد کسی گاؤں کے پاس سے گزرتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ اس گاؤں کے قبرستان کا عذاب چالیس دن تک مُعاف کر دیتا ہے۔

سوال:۔ دُعا میں دو ہاتھ اُٹھانے کیسے ہیں؟

جواب :- مسنون ہیں - جیسا کہ مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے- کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ و سلم نے کہ جب تم اللہ تعالےٰ سے دُعا کیا کرو- تو ہاتھوں کی پیٹھ سے سوال مت کیا کرو- پس جب تم دُعا سے فارغ ہو- تو اپنے ہاتھ چہرے پر مَلا کرو ÷

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے- کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا- کہ تم اپنی ہتھیلیوں کے ساتھ خدا تعالےٰ سے سوال کرو- اور ہاتھوں کی پُشت سے مت سوال کرو پس جب تم دُعا سے فارغ ہو- تو ہاتھ مُنہ پر مَلا کرو ÷

اور عمرؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ و سلم دُعا میں ہاتھ اُٹھاتے تو بغیر چہرے پر ملنے کے نیچے نہ کرتے تھے ÷

اور سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے۔ کہ فرمایا حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ و سلّم نے کہ تمہارا رب بڑا حیادار اور کریم ہے۔ اپنے بندہ سے بہت حیا کرتا ہے۔ جب بندہ اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے۔ تو اُن کو خالی ہاتھ رد کرے ٭

اور نیز انس بن مالک رضی اللہ عنہا اور سہیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور عکرمہ حسن عباس رضی اللہ عنہما سے مرویات ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و سلّم دُعا میں دونوں ہاتھ اُٹھاتے تو بعد فراغ کے چہرے پر ملتے تھے ٭

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ ہر دُعا میں ہاتھ سینے سے بلند کرلے نئی بات ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلّم ہر دُعا میں ایسا نہیں کرتے۔ اور گاہے سینے کے برابر رکھتے تھے۔ جیسا کہ دُعائے اِستسقاء میں بہت بلند کرتے تھے ٭

اور ہاتھوں کی پشت کو اُوپر
کرتے تھے۔ اور باقی دُعاؤں میں ہاتھ سینے
کے برابر رکھتے۔ اور ہتھیلیوں کو اُوپر رکھتے
تھے +

الغرض فاتحہ خوانی و ختم قرآن شریف و
ایصال ثواب و صدقات و نذر کے وقت ہاتھ
اُٹھا کر دُعا مانگنی جیسا کہ اہل اِسلام میں
مروّج ہے۔ سب مسنون ہے۔ اور ایصال
ثواب کا یہی ہوتا ہے۔ کہ یا اللہ اِس کا
ثواب فلانے فلانے روُح کو پہنچا۔ اور
بموُجب حدیث مذکور سلمان رضی اللہ عنہ
کے جس دُعا میں اجابت و قبولیت منظور ہو
تو بالضرور اُس میں ہاتھ اُٹھاوے کہ حسب
فحوائے حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
خداوندِ کریم اپنے کرم سے بندہ کے ہاتھ خالی
نہیں ردّ کرے گا اور نہ کرتا ہے +

تمّت بالخیر

جدید سلسلہ تعلیم النساء

آج کل تعلیم نسواں کے متعلق لوگ بڑی اشش و پنج میں مبتلا ہیں بعض حضرات تو اس کی تائید کرتے ہیں کہ لڑکیوں کے لئے حصول تعلیم از حد ضروری ہے۔ دوسرے حضرات تعلیم کا نام بھی سننا نہیں چاہتے۔ لیکن ہمارے خیال میں دونوں غلطی پر ہیں عورت کو اتنی تعلیم نہیں دینی چاہئے کہ انگریزی پڑھنے کیلئے کالج کی ہوا کھائے اور امور خانہ داری سے بالکل بے بہرہ رہے۔ عورت کو اتنا ضرور خواندہ ہونا چاہیے کہ گھر کے متعلق حساب کتاب کر سکے۔ بچوں کو تربیت دے سکے۔ خانہ داری سلیقہ شعاری اور دیگر ہر ضروری چیز سے واقفیت رکھتی ہو اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر ہم نے ایک جدید سلسلہ تعلیم النساء صرف زنانہ تعلیم کے لئے بنوائی ہے ہر لڑکی کو اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ بلکہ والدین پر ایسی کتاب کا مطالعہ کرنا بچیوں کو اسلامی رنگ میں رنگنا اور ان میں دیگر اوصاف پیدا کرنا فرض ہو جائے یعنی ہر گھر میں عورتوں کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ قیمت جدید سلسلہ تعلیم النسا قاعدہ ۲ر تعلیم النسا کی پہلی کتاب ۴ر دوسری کتاب ۸ر تیسری کتاب ۱۱ر چوتھی کتاب ۱۵ر

اسلامی اٹلس

مرتبہ ڈاکٹر سید مبین ہاشمی ایل ایل بی ایچ ڈی لنڈن

پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے ہمیں آزادی کا دم بھرنا نصیب ہوا اور موقع ملا کہ مسلمانوں میں عموماً اور طلباء میں خصوصاً وہ روح پھونکیں جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں پائی جاتی تھی - اس لئے پہلا قدم ہمارے محترم ڈاکٹر ہاشمی صاحب ایل ایل بی ایم - اے (علیگ) پی ایچ ڈی منشی فاضل اجل ماہر تاریخ اسلام نے اٹھایا اور ہماری خاص فرمائش پر ایک اسلامی اٹلس تیار کی جس میں عہد ماضی کی اسلامی فتوحات کے بیس نقشے معہ مختصر تاریخ اسلام وحالات فاتحان اسلام درج کئے گئے ہیں - یہ اٹلس اپنی نظیر آپ ہے - آج تک کوئی ایسا تاریخی اٹلس مارکیٹ میں نہیں آیا اس اٹلس کی تصنیف کا شرف ڈاکٹر صاحب موصوف ہی کو حاصل ہے اس میں حضور جناب رسالت مآبؐ سے لے کر موجودہ زمانے تک کی تاریخ وضاحت سے بیان کی گئی ہے - واقعات کے سامنے نقشے دئے گئے ہیں - قیمت صرف ۴؎

تاریخ اسلام

مصنفہ عبداللہ قریشی

یہ تاریخ مسلمانوں کی چودہ سو سال کی مذہبی سیاسی معاشرتی مبسوط اور جامع تاریخ ہے۔ حالات مکمل اور وضاحت کے ساتھ درج کئے گئے ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے اس میں ظہور اسلام۔ خلفاے راشدین۔ بنو امیہ کا عروج و زوال۔ اسلامی حکومتیں فتح یا شکست کس کو ہوئی وغیرہ وغیرہ پاکستان کے بننے تک کے مکمل حالات با وضاحت درج ہیں۔ ترتیب دو جلدوں میں ہے پہلی جلد میں رسول مقبول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک دوسری جلد امام حسن و امام حسین علیہ السلام سے لے کر پاکستان کے قیام تک۔

آج کا مسلمان پست محض اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ وہ اپنے ماضی کو بھول کر نئے رنگ میں ڈوب گیا ہے اور وہ بہادری۔ جرات اور جذبہ جہاد عنقا ہو کر رہ گئے ہیں۔ اسلام کی تاریخ سے بے بہرگی اس وقت ہماری بہت بڑی کمزوری ہے۔ سرورق نہایت عمدہ اور دلکش

قیمت ہر دو حصہ مکمل للعہ روپے

از تصنیف فاضلِ اجل و عالم بے بدل جناب مولوی غلام قادر صاحب
قریشی چشتی بھیروی مرحوم مدفون مسجد بیگم شاہی لاہور

اِسلام کی چوتھی کتاب

ناشرین
ملک سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز
کشمیری بازار، لاہور

۷۸۶

طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ

سلسلہ قادری میں سے حنفی مذہب میں

اسلام کی چوتھی کتاب

از تصانیف

فاضل اجل عالم بے بدل جناب مولوی غلام قادر صاحب قریشی

چشتی، سیالوی، بھیروی مرحوم - مدفون مسجد بیگم شاہی لاہور

ناشران

ملک سراج الدین اینڈ سنز تاجران کتب

کشمیری بازار لاہور

قیمت ۱۰/

اسلام کی چوتھی کتاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

نکاح کا بیان

نکاح ایک ایسی عبادت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جاری ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے:

اَلنِّکَاحُ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ

یعنی نکاح میری سُنّت ہے جس نے میری سُنّت سے مُنّہ موڑا وہ ہم میں سے نہیں۔

نکاح شرعاً ایجاب و قبول کا نام ہے جو مفید ملکِ تمتع[1] کا ہوتا ہے۔ یعنی مرد کو عورت سے برتاؤ کرنا حلال ہو جاتا ہے۔ جس میں شرعاً ممانعت نہ ہو۔ خنثیٰ[2]

---

[1] نفع حاصل کرنا۔ [2] جس کو ہیجڑا یا خسرا کہتے ہیں۔

جس کو مرد و عورت کے دونوں سبیلیں ہوں - اس سے نکاح ناجائز ہے - جو عورت کتابی[2] نہ ہو - یا محرم نہ ہو - اُس سے بھی نکاح جائز نہیں ؛

نکاح کے اقسام

نکاح پانچ قسم ہے - واجب - سُنّت مؤکدّہ - مستحب حرام - مکروہ ؛

جب آدمی کو بہت شہوت ہو اور زنا کا یقین ہو تو اس حالت میں نکاح واجب ہے - اور سُنّت مؤکدہ اس حالت میں ہے - جب معتدل مزاج ہو - اور مہر و نفقہ کی طاقت رکھتا ہو - اگر کسی کو عورت کی حق تلفی کا یقین ہے - تو نکاح حرام ہے - اگر شک ہے تو مکروہ ہے - نکاح کا اعلان مستحب ہے ؛

آداب و شرائطِ نکاح

اوّل خطبہ پڑھنا - دوسرا جمعہ کا روز ہو - تیسرا مسجد

---

[1] یعنی مرد و عورت کے اعضاء تناسل ہونا [2] کتابی سے اہل کتاب مراد ہیں - یہود و نصاریٰ ؛

میں نکاح ہو - چوتھا - اور شید عقلمند ہو - پانچواں گواہ نیک اور صالح ہوں - چھٹا - عورت سے اجازت پوچھنا - ساتواں - اس کو عورت بھیج کر دیکھ لینا +

یہ جو مشہور ہے کہ مرد خواہ عورت کو دیکھ لے - مگر یہ دیکھنا حرام ہے - جیسا کہ امام طحاوی نے شرح معانی آثار میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ اجنبی عورت کا چہرہ دیکھنا بالکل حرام ہے - اس سے احادیث بسوئے مخطوبہ بالکل منسوخ ہو گئیں ؎

عورت اور مرد میں نسبت

عورت مرد سے کم سن ہو - خاندان میں بھی مرد سے کم ہو - عزت اور مال میں بھی کم ہو - لیکن، خلق ادب، پرہیزگاری اور محال میں مرد سے فائق ہو عورتیں جمع ہو کر خوشی کے ساتھ ذکر اذکار کرتی ہوئی دلھن کو مرد کے گھر رات کو پہنچائیں تو اچھا ہے. بشرطیکہ کوئی دینی فساد نہ ہو - اور راستہ میں بلند کریں - اور بے پردہ نہ ہوں ؎

---

۱ نیک اور تندرست ۲ جس عورت کی منگنی ہو چکی ہو ۳ زیادہ - اچھی

چند مسائل متعلقہ نکاح

ایجاب و قبول نکاح کے دو رکن ہیں ۔ جو عقد میں پہلے بولا جائے ۔ وہ ایجاب ہے جو اس کے جواب میں ہو ۔ وہ قبول ہے ۔ ایجاب و قبول بصیغۂ ماضی ہوں [1] یعنی زَوَّجْتُ نَفْسِیْ مِنْکَ (میں نے اپنے نفس کا تجھ سے نکاح کر دیا) اور عورت اسی مجلس میں کہے میں نے قبول کیا ۔ یا ان کے وکیل یا ولی باہم ایجاب و قبول کریں ایک وکیل یا ولی نام لیکر لے کر کہے کہ فلاں لڑکے یا مؤکل کو میں نے فلاں لڑکی سے نکاح کیا اُسکا ولی یا وکیل کہے کہ میں نے اس کی طرف سے قبول کیا ؛

اگر مجلس میں گواہوں کے رُوبرو مرد ، عورت زوجیت [2] کا اقرار کریں کہ ہمارا نکاح ہے ۔ تو اِس اقرار سے نِکاح نہیں ہوتا لیکن اگر قاضی دونوں سے اِس امر کی تصدیق کرے کہ ہمارا نِکاح ہے اور دونوں پختہ یقین دلا دیں تو نکاح ہو جاتا ہے ۔ اگر مرد

---

[1] گزرا ہوا زمانہ [2] ایک دُوسرے کا زوج یعنی میاں بیوی بننا ؛

کہے۔ کہ میں نے تجھ کو اپنی عورت بنایا۔ یا عورت
کہے، کہ میں نے تجھ کو اپنا خاوند بنایا اور دُوسرا
کہے کہ میں نے تجھ کو قبول کیا۔ تو یہ نکاح بھی
ہو جاتا ہے۔ اگر مرد کہے کہ یہ میری عورت ہے
اور عورت کہے کہ یہ میرا خاوند ہے صحیح یہی ہے
کہ نکاح ہو جاتا ہے ؛

ایجاب و قبول میں یہ ضرور ہے کہ لفظ تزویج[1]
ہو یا نکاح کا لفظ۔ یا ایسا لفظ جس سے تملیک[2]
ثابت ہو۔ جیسے کہا جائے۔ کہ میں نے اپنا نفس
تم کو بخش دیا۔ اور مرد کہے کہ میں نے قبول کیا۔
یا عورت کہے کہ میں نے تم کو اپنا نفس دے دیا
صدقہ کر دیا۔ قرض دیا۔ سُپرد کیا۔ اپنا نفس دیکر تیرے
ساتھ صلح کی۔ اور مرد کہے کہ میں نے قبول کیا۔ اِن
سب میں بہت شرط ہے اور گواہ بھی اس بات کو
سمجھتے ہیں کہ ان کی مراد نکاح ہے۔ اگر نیّت قرینہ
گواہ نہ سمجھیں تو نکاح درست نہ ہو گا۔ اور نکاح
میں دو گواہ مَرد ہونے ضروری ہیں۔ اگر دو مَرد نہ
ہوں، تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں اور فریقین[3]

[1] نکاح کرنا [2] مالک بنا دینا [3] مرد عورت کے دونو گروہ ؛

کے الفاظ ایک مجلس میں سُنتے ہوں اور سمجھتے ہوں گواہ مُسلمان ہوں ۔ خواہ دونوں ایک ہی شخص کے بیٹے ہوں ۔ یا ایک کا بیٹا ہو ۔ اور دُوسرے کا دُوسرا مگر ان بیٹوں سے زوجین کے انکار کے وقت نکاح ثابت نہیں ہو سکتا ۔ اگر عورت بالغ ہو اور اُسکا باپ ایک گواہ کے سامنے نکاح پڑھا دے ۔ تو جائز ہے کیونکہ اصل میں وُہی عاقد بنائی گئی ہے ۔ اور باپ دوسرا گواہ شامل ہو گا ۔ اگر عورت حاضر نہ ہو تو نکاح نہیں ہوتا ؞

مسئلہ ۔ مرد اگر چند لوگوں کو ناطہ کے لئے عورت کے ولی کے پاس بھیجے ۔ منجملہ اُن کے ایک شخص ولی سے ناطہ کی درخواست کرے ۔ اور ولی اُسکے جواب میں قبول کر کے نکاح کر دیوے ۔ تو یہ نکاح بھی صحیح ہے ۔ کیونکہ بولنے والا عاقد تصوّر کیا گیا اور باقی گواہ ؞

مسئلہ ۔ اگر کوئی شخص کو کوئی مرض برص[1] ۔ جنوں[2] یا جذام[3] وغیرہ ہو تو امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی عورت چاہے تو حاکم کو درخواست دے کر تفریق کرا لے اور حاکم کو چاہئیے کہ وہ تحقیق کرا کے دونوں کو جُدا کر دے ؞

[1] پھلبہری [2] پاگل پن [3] کوڑھ

کسی عورت کا نکاح قریبی ولی کے ہوتے ہوئے ولی بعید[1] نہیں کر سکتا۔ عورت کے ولی ترتیب وار یہ ہیں:- باپ۔ دادا۔ بھائی۔ بھتیجا۔ چچا۔ ماں دادی۔ بہن۔ پھوپھی۔ خالہ۔ خالو وغیرہ۔

صغیر پن کے نکاح میں ولی کا ہونا فرض ہے۔ اس کا نکاح بغیر ولی کے ناجائز ہے اور بکر بالغہ کے واسطے ولی کی موجودگی سُنّت ہے۔

اگر عورت بالغہ غیر کفو[2] میں نکاح پڑھانا چاہے تو وہ نکاح بغیر اجازت ولی کے ناجائز ہے۔

اگر ولی بے مروّتی کرے اور عورت کی حق تلفی کرے۔ یا رشوت لے اگرچہ باپ دادا نکاح کرے، تو اُس کو بالغ ہونے پر اختیار فسخ[3] ہو گا۔ اور اس فسخ میں قاضی کی شرط ہے۔

اگر کسی شخص کی دو لڑکیاں صغیرہ اور کبیرہ ہوں۔ اور وہ بارادہ نکاح کبیرہ کے سہواً[4] صغیرہ کا نام لے لیوے تو چھوٹی کا نکاح منعقد[5] ہو گا۔

---

[1] دُور کا ولی [2] غیر کفو سے دُوسری قوم کا مسلمان ہونا مُراد ہے۔
[3] توڑنا [4] بھول کر [5] قائم ہو گا۔

مہر کے بیان میں!

مہر صدقہ عطیّہ کا نام ہے۔ اِس کا ادنیٰ درجہ دس درہم ہے۔ اس سے کم جائز نہیں اور زیادہ مہر کی کوئی حد نہیں۔ باہم اتفاق کر کے جس قدر مقرر کر لیں اُسی قدر معتبر ہو گا۔ دس درہم سے زیادہ جو مقرر کر لیں درست ہے ؛

اگر دو شخص اپنی بیٹیوں یا بہنوں کا ایک دوسرے سے بالمقابل نکاح کر دیں اور دونوں نکاحوں کا ایک دوسرے سے معاوضہ[1] قرار دیں۔ تو اس نکاح کا نام شغار ہے۔ اس صورت میں مہر مثل واجب ہو گا مہر مثل وہ ہے جو عورت کے قدیم خاندان سے اس شرط پر مقرّر چلا آتا ہو۔ کہ دونوں عورتیں علم و جمال عمر اخلاق میں مساوی ہوں۔ وہاں مہر مثل واجب ہوتا ہے۔ اگر مہر خدمتِ زوج یا تعلیم[2] قرآن مقرر کیا جائے تو بھی مہر مثل دینا ہو گا۔ اگر مہر کی نفی کریں تو بھی مثل آویگا کیونکہ یہ معاوضہ شرع نے مُقرر کر دیا ہے۔ اگر عورت کا مہر مذکور نہ ہو۔ اور قبل از خلوت

---

[1] بدلہ [2] قرآن کی تعلیم ؛

اس کو خاوند طلاق دے دے ۔ تو متعہ[1] دینا واجب اگر مہر معین[2] ہو، تو نصف مہر مسمٰے[3] ؛

اگر نکاح کے وقت کچھ مہر مقرر کیا گیا ہو۔ اور بعد میں زوجین بخوشی کچھ کم یا زیادہ کریں۔ تو یہ کمی بیشی معتبر ہو گی ۔ اگر مہر میں یہ شرط کرے۔ کہ اگر عورت خوبصورت ہو تو دو ہزار اگر بد صورت ہو تو ایک ہزار ہو گا، تو یہ شرط جائز ہے ؛

اگر مہر خاص غلام مقرر کرے یا خاص روپیہ تھیلی کا یا کوئی اور جنس مقرر کرے اور قبل از خلوت طلاق دے تو متعہ واجب ہو گا ۔ اگر کوئی گھوڑا یا بکری وغیرہ مہر مقرر کرے ۔ تو اس کی درمیانی جنس دینی ہو گی ؛

نکاح فاسد میں اگر وطی کرے تو مہر مثل دینا پڑے گا ۔ اگر مہر مسمّٰی کم ہو۔ تو اس سے زیادتی نہ کی جائے گی ۔ اور مثل کا ثبوت دو گواہوں کی گواہی سے ہو سکتا ہے ۔ گواہ دو مرد ہوں، یا ایک مرد اور دو عورتیں ؛

---

[1] ضروری کپڑے، زنانہ جن کی قیمت نصف مہر مثل سے زائد نہ ہو۔ اور ۵ درہم سے کم نہ ہو۔ نان نفقہ مناسب حال [2] مقرر شدہ [3] مرد عورت

عورت اپنے ماں باپ کی زیارت کے واسطے بغیر اجازت خاوند کے نہیں جا سکتی ؎

جو اشیاء بوقت نسبت ناطہ کے شوہر کی طرف سے بھیجی جائیں، اُن کی نسبت یہ حکم ہے۔ کہ اگر والد مخطوبہ کا نکاح نہ کرے تو وُہ اشیاء واپس کی جائیں۔ اگر خرچ ہوگئی ہوں۔ تو اُن کی قیمت ادا کرے۔ اگر نکاح ہو جائے پھر اُن کی نسبت اختلاف پڑ جائے کہ یہ ہدیہ ہے یا مہر۔ تو اگر جنس ہدیہ کی ہے تو ہدیہ تصوّر ہو گا۔ یعنی اگر روپیہ نقد ہُوا تو مہر ہے اور اگر جنس کپڑا وغیرہ اشیاء ہوں۔ تو ہدیہ تصوّر ہو گا ؎

اگر کسی عورت کو طلاق دی گئی ہو۔ یا بیوہ عدّت میں تھی اور کسی سے اُس نے نکاح کا وعدہ کیا۔ مثلاً اُن ایّامِ عِدّت میں وعدہ کے اعتماد پر اُس کو نان و نفقہ دیتا رہا۔ اگر بعد عِدّت کے نکاح ہو گیا تو بہتر۔ اور اگر عورت نے نکاح سے انکار کیا، تو وہ خرچہ عورت پر واجب الادا ہو گا۔ یعنی وُہ مرد خرچہ واپس لے گا۔ اگر دونوں باہم مل کر کھاتے رہے ہوں تو مرد واپس نہیں لے سکتا ؎

اگر کوئی شخص اپنی لڑکی کو جہیز دے تو وُہ واپس نہیں کر سکتا۔ اگر واپسی چاہے۔ تو ناجائز ہے ؛

عورت کے ماں باپ نے جو مُہر منظور کرتے وقت کچھ داماد سے لیا ہو، وہ رشوت ہے۔ داماد واپس لے سکتا ہے ؛

اگر والدین عورت کے جہیز کی بابت دعویٰ کریں کہ یہ کسی سے برائے نمائش مانگ کر لیا تھا۔ اور عورت انکار کرے کہ یہ میری ملکیّت ہو چکی ہے یا اگر عورت مر جاوے اور اسکا خاوند ملکیّت کا دعویٰ کرے۔ تو عورت اور خاوند کا قول معتبر ہو گا۔ اگرچہ رواج ہے کہ اس قسم کا جہیز مستعار[۱] لے کر لڑکی کو دیتے ہیں۔ تو والدین کا قول معتبر ہو گا۔ سب ایسے مسائل تابع رواج ہیں ؛

اگر عورت کی والدہ اپنے خاوند کے رُوبرو اپنی لڑکی کو کچھ جہیز دیوے اور اس لڑکی کا والد خاموش رہے۔ تو یہ جہیز واپس نہیں ہو سکتا علیٰ ہذا القیاس[۲] جو جہیز مروّج ہو اور رُوبرو والد کے والدہ لڑکی کو

۱؎ مانگی ہوئی چیز ۲؎ اسی طرح قیاس کر لو ؛

دے دیوے تو رَدّ نہیں کر سکتے ؎

اِس مُلک میں رواج ہے کہ دیہاتی[1] یا قصباتی نکاح خواں فارسی میں خطبے پڑھتے ہیں جس میں مُہر پانچ سو ٹکہ اور ایک دینار سُرخ سُلطانی مُقرّر کرتے ہیں۔ جیسا دیکھا ہے کہ طلاق کے وقت یا وفات کے وقت جب مَہر کا مُطالبہ[2] ہوتا ہے، اور عدالت تک نوبت پہنچتی ہے۔ تو عدالت علما کو طلب کر کے مَہر شرعی دریافت کرتی ہے اور علما بموجب رواج عام مَہر شرعی پانچ سو ٹکہ اور ایک دینار سُرخ سُلطانی کے بتیّس روپیہ دگورنمنٹ پاکستان کے مساوی، بتاتے ہیں یہ سب غلط ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب سلاطین غزنوی و غوری مُلک ہند میں آئے تھے تو اُنہوں نے خطبہ فارسی زبان میں نکاح خوان مُلّاؤں کو دیا تھا۔ جس میں مہر پانچ سو تنگہ دسِکّہ رائج الوقت خراسان و سمرقند و بخارا) لکھا ہُوا تھا۔ اور اُن کے دفاترِ شاہی میں بھی اب تک مرقوم ہے۔ کیونکہ ملازموں کو تنخواہ اِسی حساب سے دیتے تھے۔ اور عوام[3] الناس ہند نے غلطی سے

---

[1] گاؤں کے رہنے والے [2] کسی چیز کا مانگنا [3] عام لوگ

تنگہ کو ٹکہ سمجھ کر ہزارہا بے کس عورتوں کی حق تلفی[1] کر دی۔ تنگہ مطابق رواج عرب درہم کے برابر ہوتا ہے جو ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہوتا ہے جس کی قیمت بحساب ۱۲ ماشہ چاندی فی روپیہ کے پونے پانچ آنے بنتے ہیں تو اس حساب سے پانسو تنگہ ایک سو پینتالیس روپے تیرہ آنے کے قریب ہوتا ہے اور دینار سُرخ سُلطانی دسونے کی اشرفی، ایک تین ماشہ، ایک چھ ماشہ اور ایک بارہ ماشہ کی۔ اوسط کے حساب سے اس کے پندرہ روپے بنتے ہیں۔ تو کُل ملا کر ایک سو ساٹھ روپے کچھ آنے ہوتے ہیں ؁

اِس مُلک میں بڑی غلطی ہے کہ ولی اپنی لڑکیوں کے مہر سے اور اپنی بیوی کے مُہر سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اور بالعموم[2] کہہ دیتے ہیں کہ جو کچھ شرعی مُہر ہے مُقرّر کر دو۔ ہم اس پر راضی ہیں۔ ان کو پانچ سَو تنگہ کا حساب معلوم نہیں ہوتا ؁

کُلُ عرب اور خاندان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مُہر چار سو درہم سے کم نہیں ہوتا تھا۔ اور

---

[1] حق ضائع ہونا [2] اکثر ؁

اُس وقت درہم پانچ ماشہ کا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے وقت میں ساڑھے تین ماشہ ہُوا۔ اور تنگہ رائج دیار سمرقند و بُخارا بھی پانچ آنہ کا ہے۔ اگر کمی بیشی نرخ چاندی کا خیال کر کے قیمت پانچ سو تنگہ کی لگائی جائے تو جیسا حسب الوقت قرار پائے۔ اُسی قدر روپیہ ہو گا۔ خواہ سَوا سَو روپیہ ہو یا ڈیڑھ سو روپیہ مگر بہرحال پانچ سو تنگہ سے کم نہیں۔ یہ مسئلہ فرد گذاشت[1] کرنے کے قابل نہیں اور کتب عربی میں درج نہیں۔ اور نہ ہی کسی شارح[2] نے لکھا ہے۔ اور نہ ہی عدالت میں فیصلہ ہُوا ہے۔ منجملہ بد معاملگی کے منع ہے کہ مَہر مثل سے کم مُقرّر کرے۔

اگر کوئی شخص کسی نابالغہ کا نکاح کسی بے حیثیت آدمی سے کر دے۔ تو جب وہ بالغ ہو کر اپنے خاوند کو ناپسند کرے۔ تو ایسا نکاح بھی ناجائز ہے۔

---

[1] چھوڑ دینا [2] شرح کرنے والے

محرّمات نکاح

مندرجہ ذیل سے نکاح کرنا حرام ہے :-
والدہ - حقیقی ہمشیرہ - دادی - پردادی - نانی - بیٹی - پوتی
نواسی - بھانجی - بھتیجی - پھوپھی - خالہ - باپ یا دادے کی
منکوحہ یا مدخولہ بالزنا - بیٹے یا پوتے کی منکوحہ یا مدخولہ
بالزنا ؛

زوجہ کی ہمشیرہ اور زوجہ کی والدہ اور پھوپھی خالہ
بھانجی کے ساتھ نکاح حرام ہے - مطلقہ کی عدّت میں
بھی نکاح حرام ہے - اگر مدّت گزر گئی ہو تو جائز ہے -
اگر کسی عورت کے ساتھ نکاح کر کے قبل از
دخول طلاق دی جائے اور وُہ کسی دُوسرے سے
نکاح کرلے تو اُسکی بیٹی سے نکاح درست ہے - مگر
اُسکی ماں کے ساتھ نکاح دُرست نہیں ؛
جس شخص کی چار عورتیں موجود ہوں - اُس کو
پانچواں نکاح کرنا حرام ہے - اگر ایک کو طلاق دے
دے اور ابھی اُس کی عدّت نہ گُزری ہو - تو بھی
پانچویں عورت سے نکاح کرنا حرام ہے - الغرض جن
دو عورتوں کو ایک مرد کے نکاح میں جمع کرنا حرام

اُن میں اگر ایک کی عِدّت باقی ہو تو بھی دُوسری سے نِکاح حرام ہے ؎

طلاق کا بیان

طلاق کنائی

طلاق کنائی تب، پڑتی ہے۔ جب خاوند کی نیّت طلاق دینے کی ہو۔ یا خفگی وغیرہ کی حالت میں طلاق دی ہو۔ جس سے معلوم ہو کہ اس کنایہ سے مُراد طلاق ہے ؎

اگر خاوند نے اپنی جورُو سے کہا کہ تُو عِدّت میں بیٹھ۔ یا اپنا رِحم پاک کر یا کہا کہ تُو ایک ہے۔ تو اُس پر ایک رجعی طلاق پڑ جائے گی۔ اگر اس طرح کہا۔ کہ تُو علیحدہ ہے۔ حرام ہے۔ خالی کی ہوئی ہے۔ بری کی ہوئی ہے۔ تیری رسّی تیری گردن پر ہے۔ تُو تنہا ہے۔ تجھ کو اپنا اختیار ہے۔ اوڑھنی اوڑھ۔ اوڑھنی سر پر ڈال۔ پردہ کر۔ دُور ہو۔ نکل جا۔ کھڑی ہو جا۔ میں تم سے جُدا ہُوں تُو خاوند تلاش کر۔ یہ جتنے الفاظ ہیں طلاق کنائی کے ہیں۔ انہی سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ اگر ایک لفظ کہے عِدّت میں یا بعد عِدّت کے نِکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے

ان میں رجوع نہیں کر سکتا۔ مثلاً عدّت میں بیٹھ، اپنا رحم پاک کر۔ تو تنہا ہے۔ ان تین لفظوں میں طلاق رجعی ہوتی ہے ان کی عدّت میں رجوع کر سکتا ہے۔ دُوسرے سب الفاظ طلاق بائن کے ہیں اور اگر ان کنائی الفاظ میں سے ایک لفظ میں تین طلاقوں کی نیّت کرے تو تین طلاق واقع ہونگی مگر لفظ اختیار میں ایک ہی دفعہ واقع ہو گی ؏

لحوق طلاق باطلاق

صریح طلاق ایک دفعہ بول کر پھر بولے تو دوسری طلاق پہلی سے مل جائیگی اور تیسری طلاق بھی مل جائیگی اگر پہلی طلاق بائن ہو۔ اور دُوسری تیسری صریح ہو تو یہ بھی مل جائیگی۔ اگر دُوسری تیسری طلاق کنائی ہو تو یہ نہ ملے گی ؏

خلاصہ یہ کہ بائن طلاق دُوسری یا تیسری پہلی طلاق میں نہیں ملتی اور صریح ملتی ہے۔ اس مسئلہ میں مشکل بات یہ ہے کہ جب بائن بطور خبار کے ہو جیسا کہو کہ تُو بائن ہے۔ بائن ہے۔ میں تجھے کو بائن کر چکا اگر اس کا منشا اس لفظ کا ہو تو مستقل طور پر واقع

ہو کر لاحق ہو جائیگا - جیسا کہ الفاظ مذکورہ بار بار کہے ؂

مسئلہ :- جو تفریق[1] اور فسخ نکاح قطعاً ہو جائے جیسا کہ اسلام لانا - اور عورت کا اسلام سے انکار کرنا یا کافر عورت کا اسلام لانا اور ہجرت[2] کر کے اسلام میں آنا یا مرتد ہو کر دارُ الحرب میں چلا جانا یا اختیار بالغ کا جس سے حاکم نکاح فسخ کر دیوے - اس تفریق کی عدت میں طلاق دیوے، تو وہ طلاق لاحق نہیں ہوتی ؂

تفویض[3] طلاق!

جب مرد نے اپنی عورت کو نیت کر کے کہا کہ تجھ کو اختیار ہے یا تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے۔ یا کہے کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے تو عورت کو اختیار ہے کہ جس مجلس میں یہ لفظ کہا گیا ہے یا جس مجلس میں یہ لفظ سُنا ہے۔ اگر غائبانہ کہلا بھیجا ہو - تو اسی مجلس میں اپنے نفس کو طلاق دینا - پس اگر اس مجلس میں کھڑی ہو جائے - اور

---

[1] مرد اور عورت کی جدائی، طلاق [2] وطن چھوڑ دینا، خاندان سے الگ ہو جانا [3] عورت کو طلاق سپرد کرنا ؂

طلاق دیوے۔ تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لیکن اگر یہ
کہے کہ جب تو چاہے تو اپنے آپ کو طلاق دے
تو جب وہ طلاق دیوے گی۔ تب طلاق واقع ہو
جائے گی ؛

مرد کو اختیار نہیں کہ اس کلام میں رجوع
کرے۔ اگر کسی مرد اجنبی کو کہے۔ کہ میری
عورت کو طلاق دے دے۔ تو اس کہنے سے
رجوع کر سکتا ہے۔ اور اس بات مجلس کی
شرط ہے کیونکہ یہ وکیل ہے۔ ہاں اگر کہے
جب مَیں چاہوں، تب تُو طلاق دے، اس
میں بھی رجوع ہو سکتا ہے۔ اور اگر یہ کہے
کہ تجھ کو اپنے نفس کا اختیار ہے۔ اور جب
اُس نے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائن
ہو گئی۔ اگر بار بار کہے کہ اپنے نفس کو اختیار
کر اور عورت کہے، کہ مَیں نے اپنے نفس کو
اختیار کیا۔ تو طلاق واقع ہو جائے گی۔
صاحبین[1] رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں۔ کہ ایک
دفعہ کے کہنے سے ایک طلاق بائن ہو گئی۔ اور

[1] امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ علیہما شاگردانِ امام اعظم رح

تین دفعہ کہے تو تین طلاق ہو جائیں گی ؛
اگر مرد کہے کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے اور عورت اس کے جواب میں اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی ۔ اگر مرد کہے کہ تُو اپنے نفس کو طلاق دے ۔ اور عورت نے کہا ۔ کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی تو طلاق رجعی پڑ جائے گی ۔ اگر تین طلاق کی نیّت کرے تو تین طلاقیں واقع ہو جائینگی ؛

تعلیقؔ الطلّاق !

اگر مرد اپنی عورت سے کہے کہ اگر تو فلاں حویلی میں داخل ہو تو تجھ پر طلاق ہوگی ۔ یا یہ کہا کہ اگر کھانا کھائے یا پانی پیئے تو تجھے طلاق ہے ۔ یا تُو ایسا کام کرے تو تجھ پر طلاق پڑ جائیگی جب وُہ فعل پایا جائیگا تو طلاق ہو جائے گی اگر ساتھ ہی انشاءاللہ کہہ دیے تو طلاق واقع نہ ہو گی

طلاق المریض

اگر کوئی مریض مرض الموت میں جس حالت

لہ کسی فعل پر طلاق کو متعلق کرنا ؛

میں اپنے اُمور خانگی سے عاجز ہے، اپنی عَورت کو طلاق دے دے۔ اور ابھی عِدّت نہیں گذری تھی کہ وہ شخص اُس بیماری میں مر گیا اور طلاق رجعی دی تھی۔ نہ طلاق بائن دی تھی نہ تین طلاقیں تو عورت وارث ہو جائیگی اور اگر وُہ شخص عِدّت گزرنے کے بعد مرا، تو عورت وارث نہ ہوگی طلاق کا سوال عَورت نہ کرے اگر عَورت طلاق مانگ لے تو پھر وارث نہ ہوگی ؎

رجعت[1] کا بیان

جب مَرد اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق صریح دے دے، تو عِدّت میں رجُوع کرنا جائز ہے۔ نکاح کی حاجت نہیں۔ رجُوع یہ ہے، کہ میں اپنی طلاق دینے سے باز آ گیا۔ اگر صحبت یا مَسّ[2] کرے تو جائز ہے۔ نکاح کی حاجت نہیں۔ اگر عِدّت گزر جائے۔ تو سوائے نکاح کے ناجائز ہے۔ اگر تین طلاق دے دے تو حلالہ[3] ضرور ہے

[1] واپس ہونا۔ کوٹنا۔ طلاق کا واپس لینا [2] چھونا۔ ہاتھ لگانا [3] طلاق کی عِدّت کے بعد دوسرے سے نکاح کرے۔ پھر وُہ طلاق دے تو پھر پہلے مرد سے نکاح[4]

[4] کرے ؎

سوائے حلالہ کے ہرگز درست نہیں۔ مگر اپنی رجوع قولی و فعلی پر دو گواہ رکھنے مستحب ہیں اور گواہ نہ بھی ہوں تو بھی درست ہے۔ اگر بعد عدت کے رجوع کا دعویٰ کرے اور عورت تصدیق کر لے تو رجعت صحیح ہے۔ اگر انکار کرے تو عورت کا قول معتبر ہے مگر مرد گواہ گذارے ؏

ایلا[1] کا بیان!

اگر مرد اپنی عورت کو کہے۔ کہ خدا کی قسم ہے۔ میں چار مہینے تیرے پاس نہیں آؤں گا۔ اگر وہ چار مہینے عورت کے پاس نہ گیا تو طلاق ہو جائے گی۔ یہ طلاق بائن ہے۔ اس میں دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔ اگر چار مہینے کے اندر عورت سے صحبت کرے تو قسم کا کفارہ دے۔ یعنی دس مسکینوں کو کپڑے دے۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو متواتر[2] تین روزے رکھے۔ اگر اسطرح

---

[1] ایلا کے لغوی معنے قسم کے ہیں اور شرح کی اصطلاح میں یہ ہے، کہ خاوند قسم کھائے کہ میں اتنے مہینے عورت کے قریب جاونگا [2] لگاتار ؏

کہا کہ خدا کی قسم ہے کہ میں تم سے ایک برس صحبت نہ کروں گا سوائے ایک دن کے - یہ ایلا نہیں ہے ؂

خلع کا بیان

اگر عورت کچھ روپیہ دے کر یا اپنا مہر کا معاوضہ کر کے طلاق لیوے تو یہ خلع[1] ہے - مرد اگر اس کے عوض طلاق دیوے . تو یہ طلاق بائن ہوگی - اگر مرد کی طرف سے مخالفت کا باعث ہو تو اس حالت میں مال لینا مکروہ ہے بلا معاوضہ طلاق دیوے - اگر عورت خاوند کے کہنے میں نہ ہو - تو طلاق کے بدلے اس سے کچھ لینا مکروہ نہیں - مناسب ہے کہ مال مہر سے زیادہ نہ ہو - اگر خلع کسی ایسی چیز (شراب - مردار وغیرہ) پر کر لے جو مہر کی جنس نہیں تو جب اس نے طلاق دے دی تو وہ مال دینا عورت کے ذمے نہیں جو مہر نکاح میں نہیں ہو سکتا ہے ؂

---

[1] علیحدگی ؂

ظہار کا بیان

جن عورتوں سے کبھی نکاح کرنا درست نہیں منجملہ اُن کے کسی عورت سے اپنی منکوحہ کو مشابہ بتلانا ظہار ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی عورت سے یہ کہہ دے کہ تو مثل میری ماں یا بہن یا بھانجی یا پھوپھی یا خالہ کے ہے یا اس کے کسی عضو کو اسکے اعضا سے تشبیہ دے۔ مثلاً یہ کہے کہ تیرا چہرہ مثل میری ماں کے چہرے کے ہے۔ تو ایسا کہنے سے عورت سے صحبت کرنی حرام ہو جائیگی۔ اگر صحبت کرے گا تو گنہگار ہو گا۔ اور اسکا کفارہ ساٹھ آدمیوں کو دو وقت کھانا کھلانا یا ساٹھ کو دو دو سیر دانے دینا واجب ہے۔ اگر کفارہ دینے کی توفیق نہ ہو تو ساٹھ روزے پے در پے رکھے اور اگر کوئی ناغہ ہو گا تو از سرِ نو پھر ساٹھ روزے رکھنے پڑیں گے۔ جب کفارہ ادا ہو چکے، تو اُس وقت صحبت کرنی حلال ہو گی اگر قبل از کفارہ صحبت کرے تو استغفار کرے اور کفارہ بھی دے۔

عدّت کا بیان

عورت مطلّقہ (جس کو طلاق ملی ہو) یا بیوہ جس کا نکاح فاسد ہُوا ہو۔ یا موطوءہ بالشبہ (یعنی شبہ سے صحبت کرنا) کے انتظار کا نام عدّت ہے۔ سبب عدّت کا وہ نکاح ہے جس میں خلوتِ صحیحہ یا صُحبت ہو چُکی ہو۔ اس پر عدّت نہیں۔ اگر خلوت یا صُحبت نہ کی ہو یعنی غیر مدخولہ اور غیر مخلات پر طلاق کی عدّت نہیں۔ عدّت میں عورت کو نکاح کرنا اور گھر سے باہر نکلنا حرام ہے۔ مرد کو عورت کی ہمشیرہ کیساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔

عدّت تین قسم کی ہے (۱) ایک حیض کے ساتھ یعنی حائضہ تین حیض بیٹھے اور جس عورت کو بسبب کم سنی یا بڑھاپے کے حیض نہ ہو وہ تین مہینے بیٹھے (۲) حاملہ وضع حمل تک بیٹھے (۳) جس کا خاوند مر جائے وہ چار مہینے دس دن تک بیٹھے۔ اگر حاملہ ہے، تو وضع حمل تک کی ایک عدّت تین حیض کی اسلئے مُقرر کی گئی ہے کہ ایک حیض میں تو صفائی رحم کی معلوم ہو کہ خالی از حمل ہے۔ دُوسرا حیض واسطے حرمتِ نکاح

سکے۔ تیسرا واسطے اظہار فضیلت اسلام کے عورت کرے ہے۔ کیونکہ لونڈی کی عدّت دو حیض کی ہوتی ہے۔ اگر طلاق حیض میں دیجائے تو وُہ حیض شمار نہ ہو گا۔ علاوہ اسکے تین حیض کی کامل عدّت ہونی چاہیئے۔

اگر کسی بیمار نے عورت کو بائن طلاق دے دی۔ اور اُسی مرض میں مر گیا۔ اگر اُس عورت کو حیض دیر سے آتا ہو۔ تو وفات اور طلاق کی عدّت دریافت کی جائے۔ دونوں میں سے جو طویل ہو۔ اُس پر عدّت ختم ہو گی۔ اگر چار مہینے دس دن کے اندر تین حیض ختم نہ ہو جائیں تو عدّت وفات کی پوری کرے یعنی چار مہینے دس دن عدّت میں بیٹھے اور اگر اس مدت میں حیض تمام نہ ہوں اور کوئی حیض باقی رہے تو حیض کو پورا ختم کرے۔ اگر طلاق رجعی ہو تو عدّت وفات کی ختم کرے ۞

بُڑھیا عورت جس کو حیض نہیں آتا۔ وُہ تین مہینے بیٹھے۔ اگر تین مہینے کے اندر اسکو خون دکھائی دیا۔ تو عدّت حیض سے شروع کرے۔ اور جب تک عدّت تین حیض کی ختم نہ ہو۔ عدّت ختم نہ

ہو گی - اگر مابین تین مہینے کے خون نظر آئے - اس پر کچھ اعتبار نہیں - اس کی عدّت تین مہینے پر ختم ہو گی - اگر اسکو بعد طلاق کے ایک حیض یا دو حیض آئے - اور پھر بند ہو گئے - اور اس کی عمر بڑھاپے کی تھی تو وہ عدّت تین ماہ کیساتھ ختم کرلے - اور سنّ یاس پچپن سال کی عمر کو کہتے ہیں اس عمر میں حیض کا خون بند ہو جاتا ہے - بعض نے ساٹھ سال اور بعض نے ستّر سال مقرر کئے ہیں - تحقیق یہ ہے کہ یہ اندازہ غیر معتبر ہے - سن معتبر وہ ہے کہ اسکی شکل اور وضع کی عورتیں یعنی اس کی فربہی اور لاغری کی مشابہ جس سن میں حیض سے مایوس ہو جاتی ہیں اس میں پہنچے تو آئسہ[1] ہے ؛

جب عورت عدّت میں ہو اور اس کا خاوند کبھی شبہ سے صحبت کرلے - تو بعد صحبت کے نئی عدّت شمار کرے - اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دیکر انکار کرے - اور اس کی شہادت طلاق پر گزر جائے اور قاضی تفریق کا حکم کر دے - تو اس کی عدّت طلاق کے وقت سے شمار ہو گی ؛

---

[1] نا اُمید ہونے والی - جس بڑھیا کا حیض بند ہو گیا ہو ؛

اگر مرد نے کسی وقت گزشتہ سے اقرار طلاق کا کیا - اور عورت خاموش رہی یا انکار کیا - تو اس وقت اقرار سے عدّت محسوب کی جائے گی - بعدّت کے وقت میں نفقہ اور مکان دینا مرد کے ذمّہ ہو گا ؛

اگر نکاح فاسد ہو - تو عدّت وقت تفریق زوجین سے شروع ہو گی - یا اُس وقت سے جب خاوند ترکِ صحبت کا اظہار کرے ؛

حداد یعنی خاوند کی وفات پر عورت کا سوگ کرنا

عورت عاقلہ بالغہ مسلمان منکوحہ بنکاح صحیح اور مدخولہ کو اپنے خاوند کی وفات پر اظہار تاسّف[1] کرنا واجب ہے - یعنی زینت نہ کرے - ریشمی کپڑا نہ پہنے - شانہ تنگ دنداں نہ کرے اور خوشبو نہ لگائے - تیل - سُرمہ - مہندی اور کُسنبے کا رنگ اور کیسری رنگ وغیرہ کا کپڑا پہننا سب ترک کر دے مگر بیماری کی وجہ سے جائز ہے ؛

فاسد نکاح والی عورت پر حداد نہیں - اور اس حالت میں اس کیساتھ نکاح کا ذکر کرنا حرام ہے ؛

---

[1] افسوس کا اظہار کرنا ؛

جو عورت شوہر متوفی کی عدّت میں ہو - اُس کو بھی گھر سے نکلنا منع ہے لیکن جو رات کے وقت گھر واپس آ جائے - وُہ کہیں جا سکتی ہے اگر مکان گرنے کا خوف ہو یا مال تلف ہو جانے کا خطرہ ہو - یا کرایہ مکان دینے کی طاقت نہ ہو، تو دُوسرے مکان میں چلی جائے ؞

جس عورت کا خاوند فاسق ہو وُہ گھر میں رہے اور اُس کا خاوند نکل جائے ؞

اگر مرد نے عورت کو سفر میں طلاق دی تو عدّت اپنے گھر میں آ کر گزارے ؞

عورت کو نان و نفقہ[1] دینے کا بیان

عورت کو کھانا اور کپڑا دینا مرد پر واجب ہے - اگر مرد تونگر ہے یا عورت خود تونگر[2] یا تونگر کی بیٹی ہے تو کھانا کپڑا تونگروں کا سا دینا چاہئے - اگر دونوں محتاج ہیں تو محتاجوں کا سا دیوے ؞

اگر عورت خاوند کی اجازت کے بغیر کہیں چلی جاوے - یا بلا سبب صحبت نہ کرنے دے یا ایسی

---

[1] عورت کا روٹی کپڑا [2] امیر - دولت مند ؞

کم عمر ہو۔ کہ خاوند اُس سے صحبت نہ کر سکے۔ یا وہ عورت قرض کی وجہ سے قید ہو۔ یا خاوند کے سوا کسی اور کے ساتھ حج کرنے کو گئی ہو یا بیمار ہو۔ یا کبھی خاوند کے گھر نہ رہی۔ تو کھانا کپڑا دینا مرد پر واجب نہیں ۔

اگر عورت تونگر ہو۔ تو عورت کی خدمت گار کا کھانا کپڑا بھی دلوے۔ اگر خاوند عورت کو روٹی کپڑا نہیں دے سکتا تو اُس کو نکاح سے علیحدہ نہ کرے۔ بلکہ عورت کو حکم کرے کہ مرد کے اُوپر قرض لے کر کھاوے پہنے۔ اگر عورت مر گئی یا خاوند مر گیا۔ تو کھانا کپڑا جاتا رہا۔ اگر عورت نے کچھ مدّت کے لئے مرد سے پیشگی کھانا کپڑا لے لیا اور خاوند مر گیا تو مرد کے والی اُس سے واپس نہیں لے سکتے ۔

طلاق کی عِدّت والی عورت کو کھانا کپڑا اور مکان دینا عِدّت کے دِنوں تک خاوند کے ذمّے ہے۔ خاوند متوفی کی عدّت والی عورت کو کھانا کپڑا خاوند کے گھر سے دینا واجب نہیں۔ اگر بائنہ طلاق کی عِدّت میں عورت مُرتد ہو گئی۔ تو

عِدّت کے دِنوں کا کھانا کپڑا خاوند کے ذمہ سے جاتا رہیگا۔ اور اگر ایسی عِدّت میں خاوند کے بیٹے کو اپنے ساتھ زنا کا اختیار دیا تو کھانا اور کپڑا عِدّت کے ایّام کا جاتا نہیں رہتا۔ مُحتاج اولاد کو کھانا اور کپڑا دینا باپ پر واجب ہے ؎

مناقب خلیفۂ اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کی فضیلت خود حق سُبحانہٗ سب پر عیاں فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں[1] کو بیٹھنے والوں پر بڑا اجر عطا فرمایا ہے۔ سو یہ بات صدّیق اکبر رضی اللہ عنہٗ میں بوجہ اکمل موجود تھی ؎

اوّل صدّیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کا جہاد سب سے افضل تھا۔ کیونکہ وُہ جہاد ابتدائے اسلام میں تھا۔ جبکہ اسلام کمزور تھا۔ اور دُوسروں کا جہاد مدینہ منوّرہ اور باقی غزوات میں ہُوا۔ جب کہ اسلام قوّی[2] تھا۔ دوم جہاد صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ

---

[1] وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا ۝

[2] طاقت ور۔ مضبوط ؎

کا بدعوت الخلق الی الحق[1] تھا۔ کہ اکثر افاضل[2] عشرہ[3] مبشو ان کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ اس قسم کا جہاد انبیاء علیہم السلام کا کام ہے۔ اور جہاد باقی صحابۂ کرام کا بالسیف[4] والقتال تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جہاد بالسیف سے جہاد بالدعوت افضل ہے کہ اوّل مظہر رحمت کا ہے اور ثانی مظہر قہر و غضب کا اور بموجب اسکے کہ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ (الحدیث) رحمت غضب پر سبقت رکھتی ہے۔ پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب پر سبقت ہے اور نیز وہ صاحب فضل ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ بزرگی والے تم میں سے اور مال والے اس بات پر قسم نہ کھاویں کہ قربت والوں و مساکین و مہاجرین فی سبیل اللہ کو نہ دیویں چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ بھلا تم نہیں چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخشے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ آیت[5] کریمہ دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام لوگوں

---

[1] خلقت کو اللہ کی طرف بلانا۔ [2] افاضل جمع افضل بمعنی بزرگ [3] رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ دس اصحاب جن کو ایک ہی وقت جنت کی خوشخبری دی گئی، اُن میں پہلے نمبر پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے [4] تلوار کیساتھ [5] وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ

بقیہ آیت حاشیہ صفحہ ۳۴ پر ملاحظہ فرمائیں

افضل ہیں۔ مقام مدح کا ہے اور مدح بالفضل بجز دینی فضیلت کے ناجائز ہے۔ پس اگر کوئی دوسرا شخص، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مساوی ہوتا تو یہ صاحب فضل مطلق کے نہ ہوتے اور یہ افضلیت باستثناء رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہے اور سب اہل علم کتب سیر و تواریخ و احادیث کے دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ خاص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اس کا انکار کرنا انکار متواترات کا ہے۔ اور سب اُمت نے اجماع کیا ہے کہ اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ الْاَنْبِیَآءِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے۔

جب بیان ہو چکا کہ اس آیت کریمہ سے امیر رضی اللہ مراد نہیں ہیں تو بالیقین ثابت ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی مراد ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بجز خواہش[ط] ذات پاک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳ - مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ط حاشیہ صفحہ ہٰذا ؎ برابر

؎ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى (ليل)

حبّ العلی کے کچھ رغبت نہیں۔ ایسی نیّت خالص لوجہ اللہ خاصہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کا ہے ۔

چہارم اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ فرمایا۔ کلمہ مِن کا تمیز کے واسطے آتا ہے پس حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے ان کو سب مسلمانوں سے ممتاز[^1] فرمایا۔ اور کوئی شخص اس منصب میں ان کا شریک نہیں ۔

ترمذی میں عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرم سرا سے مسجد مقدس کو تشریف لا رہے تھے اور صدیق اکبرؓ اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہما آپ کے یمین[^2] و یسار میں تھے۔ اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم دونوں کے ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے۔ اور فرماتے تھے "ہم روزِ قیامت میں ایسے ہی اُٹھائے جائیں گے" اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص مُردے کو زمین پر چلتا دیکھنا چاہے۔ وہ صدّیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کو دیکھ لے ۔

ا تم میں سے بزرگ ۲ عزّت والا ۳ دائیں بائیں ۴ مُردے سے مراد نہایت عاجز ہے۔ کمال انکسار ۔

نیز ترمذی میں ان سے مروی ہے - اوّل من تنشق عَنه الارض محمّدً ثمّ ابُوبکر ثمّ عمر (صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم و رضی اللّٰہ عنہما)

حضرت جابر رضی اللّٰہ عنہ سے مروی ہے - کہ جب وفد عبدالقیس حضور میں آکر فخریہ کلام کرنے لگے تو صدّیق اکبر رضی اللّٰہ عنہٗ نے ان کو فصیح جواب دیا - پس آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا - "اے ابوبکر خدا تعالےٰ تم کو رضوان اکبر دیوے *

کسی نے عرض کیا کہ "رضوان اکبر" کیا ہے ؟ حضرت صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا - "خدا تعالےٰ قیامت میں اپنے بندوں پر تجلّی عام طور پر فرمائیگا - اور ابوبکر صدیق رضی اللّٰہ عنہٗ پر تجلّی خاص طور پر ہو گی - اور آیت کریمہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ○ میں بروایت حضرت علیؓ صدیق اکبر رضی اللّٰہ عنہٗ مراد ہیں - پس اختیارِ کلّی صدّیق اکبر رضی اللّٰہ عنہٗ کا ہے وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ یعنی آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم

کا ثَانِيَ اثْنَيْنِ لَهُمْ مَا يَشَآؤُنَ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے ؂

اور مسند بزّار میں ایک قصہ طویل کے بعد حضرت علی اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اَشجع[1] النّاس ابوبکر رضی اللہ عَنْہُ ؂

اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ رسُول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر ابوبکرؓ کا ایمان کُل اہل زمین کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے۔ تو ابوبکر صدیقؓ کا ایمان بھاری ہو گا ؂

صاحب[2] کشف المحجوب اپنی کتاب میں خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے منبر پر فرمایا تھا۔ وہ بخدا میں کبھی امارت پر حریص[3] و راغب[4] نہیں ہوُا۔ اور نہ پنہاں و آشکارا مَیں نے اس کو طلب کیا ہے اور نہ مجھے اس میں آرام ہے"؂

پس وُہ مقام صدق سے مرتبہ تمکین میں

---

[1] لوگوں سے زیادہ شجاع [2] حضرت مخدوم علی ہجویری داتا صاحب گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ [3] لالچی [4] رغبت کرنے والا۔ خواہشمند ہ

فائز[۱] ہو کر تابع ارادتِ[۲] ایزدی میں تھے۔ اگر فقر دیویں تو فقر میں راضی۔ اور اگر امیری دیویں تو اس میں حاضر۔ اپنا اختیار سلب کر کے تسلیم میں خوش۔ سو کل اولیاء اللہ تجرید[۳] و تنہائی[۴] اور تفرید[۵] وغیرہ میں ان کے متقدی[۶] ہیں اور وُہ شریعت و طریقت کے امام ہیں ؛

اور طبرانی وغیرہ جابر والی الدرداء سے لائے ہیں۔ اور روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ (سُورج نے) کسی پر طلوع و غروب نہیں کیا۔ کہ ابوبکرؓ سے اچھا ہو۔ مگر پیغمبر اچھے ہیں ؛

یعنی دنیا میں سوائے پیغمبروں کے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کوئی افضل نہیں۔ اس حدیث میں پہلے سے ترقی ہے۔ اور بخاری و مسلم میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسولُ اللہ! کون آدمی

---

[۱] مقصد میں کامیاب ہونا۔ [۲] خدا کی مرضی کے ماتحت ہونا [۳] اکیلا ہونا۔ [۴] جگہ دینا۔ [۵] اکیلا ہو جانا [۶] پیروی کرنے والا۔ تابع دار ؛

آپ کو پیارا ہے ؟ فرمایا! عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
ہیں نے عرض کیا - مردوں میں سے کون پیارا ہے
فرمایا - اُس کا باپ - مَیں نے عرض کیا پھر کون ؟
فرمایا - عُمرؓ ابن الخطاب رضی اللہ عنہٗ - اور ترمذی وغیرہ
میں حضرت علی و انس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا -
کہ ابوبکر و عُمرؓ رضی اللہ عنہما بہشت کے سب
مردوں کے سردار ہیں - سوائے پیغمبروں کے - اور
طبرانی عمار یاسر رضی اللہ عنہٗ سے روایت کرتا ہے
کہ جو شخص کسی کو ابوبکر صدیق و عُمر رضی اللہ عنہما
پر فضیلت دیوے - اُس نے جملہ صحابہ مہاجرین و
انصار کو خاطی[1] جانا - اور صاحب سکینہ صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ ہے کہ آیت فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ میں اہل
اسلام کا اتفاق ہے کہ صاحب سکینہ[2] صدیق
اکبر رضی اللہ عنہٗ ہے - اور عبداللہ بن حمید اپنی
تفسیر میں مجاہد رحمتہ اللہ علیہ سے لایا ہے کہ جب
آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ
نازل ہوئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا

---

[1] جان بوجھ کر گناہ کرنے والا [2] تسلی - آرام

یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ ہم کو ہر خیر میں آپ کے ساتھ شامل کرتا رہا ہے تو بس یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالےٰ اور اُسکے فرشتے تم پر مہربانی کرتے ہیں ۔ اور شیخین بخاری و مسلم ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ بڑا احسان کرنے والا مجھ پر مصاحبت و انفاق[۱] مال میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہے ۔ اگر میں بجز اپنے رب کے دوسرے کو خلیل[۲] بناتا ۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو بناتا ۔ لیکن اخوّت اسلام کی باقی ہے اور حافظ جلالُ الدین سیوطی اس حدیث کو متواترات میں محسوب[۳] کرتے ہیں اور ابویعلی ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ معراج میں جس آسمان پر میرا عبور[۴] ہوا وہاں یہی لکھا دیکھا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ اَبُوْبَکْرٍ خَلِیْفَتُہٗ ہر چند اس حدیث کے اسناد ضعیف ہیں لیکن باہم مل کر بدرجہ صحت پہنچتی ہے ۔ دار قطنی و خطیب و ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے راوی ہیں کہ

---

[۱] مال خرچ کرنے میں [۲] جانی دوست [۳] گنتی [۴] گذرنا

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - اے
علی مَیں نے تین بار خدا تعالےٰ سے تیری امامت
کا سوال کیا - سو سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہٗ کے دوسرا حکم نہیں ہوا ؁

حضرت سُلطان المشائخ مخدوم جہانیاں شیخ
نجم الدین کبرےٰ قدسؒ سرّہ[1] سے راوی ہیں - کہ
حق تعالےٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کو چند
انبیاء کرام کے وصف سے یاد کیا ہے - چنانچہ حضرت
آدم علیہ السلام کے حق میں فرمایا - اِنِّیْ جَاعِلٌ
فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ط یعنی مَیں زمین میں خلیفہ بنانے
والا ہوں اور صدیق اکبر کے حق میں بصیغہ جمع
فرمایا ہے کہ[2] اللہ تعالیٰ تم میں سے جنہوں نے
ایمان لاکر نیک کام کئے ہیں اُن سے وعدہ کرتا
ہے کہ ضرور زمین میں اُن کو خلیفہ بناؤنگا - اَور
حضرت ادریس علیہ السلام کے حق میں فرمایا - کہ
ہم نے اس کو بلند مکان میں چڑھایا - یعنی ان
کو اعلیٰ درجات عطا فرمائے - اور صدیق اکبر رضی

---

[1] ان کا بھید پاک ہو [2] وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ پ۱۸ [3] وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا ط

اللہ عنہٗ کے حق میں فرمایا کہ تم میںؔ سے نیک،
ایمانداروں کو اُونچا چڑھاتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم
ہے زاری کرنے والا خدا کی طرف جُھکنے والا
اور پھر فرمایا تابعداری کر اُس شخص کی جو میری
طرف جُھکا ہُوا ہے۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام
کے حق میں فرمایا۔ کہ ہم نے اُس کو قریب
کر دیا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق
میں فرمایا۔ جبؔ بندے تجھ سے میرا حال پُوچھیں
تو میں پاس ہُوں۔ اور آں حضرت صلے اللہ
علیہ و آلہٖ وسلم کے حق میں فرمایا فرمایا۔ کہ ضرور
جلدیؔ تجھ کو تیرا ربؔ اتنا دے گا۔ کہ تو راضی
ہو جائے گا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کے
حق میں فرمایا۔ کہ ضرور جلدی راضی ہو جائیگا؛
اور جناب باری تعالےٰ نے جیسا کہ اپنی ذات
کو ذو فضل فرمایا۔ ویسا ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ

ے يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۔ ؎ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ط
؎ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؎ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى
؎ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَا
يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ ط

کو ذُوالفضل فرمایا۔ جیسا کہ اس آیت سے
ظاہر ہے (اللہ فضل کرنے والا ہے بندوں پر
نہ قسم کھائیں تم میں سے بزرگی والے)
حضرت محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں
فرماتے ہیں کہ تین سَو خصلت ہے۔ جس شخص
میں ایک خصلت ہو وہ بہشت میں لے جاتی
ہے۔ چنانچہ یہی امر حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ
وسلم نے فرمایا۔ تو حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض
کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم! مجھ
میں اُن میں سے کوئی وصف ہے؟ تو حضرت
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ تجھ میں
برابر تین سَو ہیں ؞
اور صدّیق اکبرؓ کی وفات کا قصّہ اور روضہ
مُبارک کے دروازہ پر لے جانا اور دروازہ کھُل
جانا اور آواز آئی کہ "خوش آیا پیارا دوست
رفیق صدّیق" مشہور و معروف ہے ؞
روایت ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہٗ
مرقد صدّیق اکبر رضی اللہ عنہٗ سے دفن کرکے باہر آئے

۱ؔ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ

تو آپ کا چہرا برنگ زعفران متغیر[1] تھا۔ تغیر کا باعث دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے پُوچھا۔ کہ اَے صدیق رضؓ! تُم میرے واسطے کیا لائے؟ اُنہوں نے عرض کیا۔ "محمدؐ محمدؐ و احمدؐ احمدؐ" اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اندرُون قبر سے دونوں ہاتھ دراز فرما کر صدیق اکبر کو لے لیا اور فرمایا دوست[2] دوست کے پاس پہنچ گیا۔ خوش آیا خوش آیا دوست؂

مناقب حضرت امیرالمؤمنین عُمر رضی اللہ عنہ

خلافت آپ کی داخلِ ایمان ہے۔ اس کا بیان عیاں ہے۔ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ قیامت میں اوّل جس سے مصافحہ[3] و معانقہ[4] فرمائیں گے اَور ہاتھ ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائیں گے وہ حضرت عمرؓ فارُوق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اور جنت میں اُن کی روشنی اَیسی ہو گی جَیسا کہ مجلس میں چراغ

---

[1] زعفران یعنی کیسر کی طرح بدلا ہوا۔ زرد [2] وَصَلَ الْحَبِیْبُ اِلَی الْحَبِیْبِ مَرْحَبًا مَرْحَبًا بِالْحَبِیْبِ [3] ملاقات کے وقت ہاتھ سے ہاتھ مِلانا [4] گلے مِلنا؂

عمار یاسر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے ۔ کہ حضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے حضرت عُمر رضی اللہ عنہٗ کے فضائل جبرائیل علیہ السلام سے پُوچھے ۔ وہ بولے ۔ کہ اگر میں حضرت نوُح علیہ السّلام کے زمانے سے آج تک کے عرصہ میں اُن کے فضائل بیان کروُں تو پوُرے نہ ہونگے ؛ اور عُمر رضی اللہ عنہٗ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ کے حسنات میں سے ایک حسنہ ہے ؛

اَور حضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم نے شیخین[1] کو دو فرشتوں اور دو نبیوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے طبرانی میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ۔ آسمان پر دو فرشتے ہیں ۔ ایک شدّت کے ساتھ امر کرتا ہے ۔ دُوسرا نرمی کے ساتھ ۔ اَور دونوں مُصیبؔ[2] ہیں ۔ ایک جبریل دوسرا میکائیل ۔ اور دو نبی ہیں ۔ ایک نرمی کے ساتھ امر کرتا ہے ۔ اور دُوسرا سختی کے ساتھ اور

---

[1] یہاں شیخین سے مُراد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عُمر خطاب رضی اللہ عنہما مُراد ہیں [2] پہنچنے والے ؛

دونوں مصیب ہیں۔ ایک حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ دُوسرے حضرت نوُح علیہ السلام۔ میرے بھی دو صاحب ہیں۔ ایک نرمی کے ساتھ امر کرتا ہے اور دُوسرا سختی کے ساتھ۔ اور دونوں مصیب ہیں۔ ایک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور دُوسرا عُمرؓ رضی اللہ عنہ،

خلفائے راشدین[1] کی فضیلت کتاب[2] اللہ و سُنّتِ[3] سنیہ و اِجماعِ[4] اُمّت مرحومہ ثابت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، کہ جس کے دل میں اصحاب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے غیظ و غضب ہو۔ اُس پر یہ آیت پہنچی ہے۔ لِیَغِیظَ بِہِمُ الکُفّار۔ صحابہ کرام پر غیظ کرنا علامتِ کفر ہے،

اور قصّہ کسوف[5] آفتاب کا بہ تیزیٔ نگاہ حضرت عُمرؓ رضی اللہ عنہ مشہُور ہے۔ اگر حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کی خوشیٔ خاطر نہ ہوتی تو آفتاب سیاہ رہتا اور رُودِ نیل کے جاری ہونے کا قصّہ بموجب

---

[1] پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے چار خلیفے حضرت ابوبکر صدیق۔ عمر بن خطاب۔ عثمان غنی۔ علی رضی اللہ عنہم [2] قرآن مجید [3] احادیث رسُول [4] اُمّت کا عمل [5] سُورج گرہن،

پروانۂ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہرہ آفاق[1] ہے ؂

روایت ہے کہ ایک قطعۂ زمین میں کچھ گھاس وغیرہ پیدا نہ ہوتا تھا۔ پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے اپنا دُرّہ لے کر وہاں جا کر زمین کو فرمایا۔ کہ اگر تو گھاس نہ دے گی تو دُرّہ سے تیری تادیب کروں گا۔ بعد ازاں وُہ زمین سرسبز رہنے لگی ؂

اور موافقیات آرائے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مجید کیساتھ بہت مشہور ہیں ؂

مناقب امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

اِن کی شان میں آیت کریمہ[2] وارد ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے :-

" کیا وُہ شخص جو ساری رات سجدہ کرتے ہُوئے یا کھڑے ہو کر عبادت کرتا ہے۔ آخرت سے ڈرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے اُمید رکھتا ہے "

---

[1] مشہور [2] اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَيَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ط

قیامت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے
حساب نہ ہو گا۔ وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ عید
کے روز ازواج[1] مطہرات امہات المومنین کے یہاں
اسباب دنیوی سے کچھ نہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم باہر مصلے[2] کی طرف تشریف لے
گئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب یہ
حال معلوم کیا تو دس بار شتر آٹا اور چاول اور
روغن زرد اور قند کے ہر ایک دولت خانے
میں بھجوا دیئے۔ جب حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ
وسلم گھر تشریف لائے۔ تو دریافت فرمایا کہ یہ
اجناس[3] کہاں سے آئے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ عثمان
رضی اللہ عنہ نے بھیجے۔ تب حضرت صلے اللہ علیہ
و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عثمان غنی سے حساب نہ
ہو گا۔ اور ایک قبہ[4] نور کا حضرت عثمان رضی
اللہ عنہ کی خاطر آویگا اور اللہ تعالی فرمائینگے۔ مجھ کو
تجھ سے کچھ حساب نہیں۔ اگر چاہو۔ تو تنہا بہشت
میں چاہو تو ہمراہ یاروں کے ؎

[1] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نیک بیویاں [2] عیدگاہ [3] غلہ وغیرہ
[4] گنبد یا گنبد والا مکان ؎

پُل صراط کی روشنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کی ہو گی - سب اُمت اسی روشنی میں عبُور کریگی +
حضرت صدیق اکبر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے جاہلیت میں اپنے آپ پر خمر[1] کو حرام کر رکھا تھا - اور زنا و سرقہ[2] سے مُبرا[3] تھے - اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ صاحب ہجرتین ہیں - ایک ہجرت حبشہ کی - دُوسری ہجرت مدینہ منورہ کی اور آپ صاحب سخاوتین ہیں - ایک سخاوت فی الجاہلیت[4] دوسری سخاوت فی الاسلام - اور حافظِ قرآن - ذُو النورین صائم الدھر[5] قائمُ اللیل[6] ہیں - ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے اور اَصدَقُ فِی الحیا[7] ہیں حیا سے یہ مُراد ہے کہ دِل و طبع تابع نورِ ایمان کے ہووے - جب ان سے تجہیز عُسرت کی بخوبی ہُوئی - تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ عثمان رضؓ سب اصحاب سے میرے ساتھ اخلاق میں زیادہ مشابہ ہے - اَور ملائکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ سے ویسا حیا کرتے

---

[1] شراب [2] چوری [3] پاک [4] زمانہ اسلام سے پہلے [5] ہمیشہ روزہ رکھنے والے [6] رات کو قیام کرنے والے - عابد [7] نہایت حیا والے +

تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حیا کرتے تھے ؛

اور ترمذی و حاکم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ قمیص خلافت کا تھا۔ ہر چند خوارج[1] نے چاہا کہ وہ خلافت کو خلع[2] کریں مگر بحکم آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم خلع نہ کیا۔ اور اسی میں شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا تھا کہ تحقیق اس کو مار ڈالا اور حالانکہ وہ سب سے میل جول رکھنے والا تھا رشتہ داروں سے بڑا ملنے جلنے والا۔ اور خدا کا پرہیزگار۔ آپ چالیس روز سے زیادہ محصور[3] رہے اور ایسا کلمہ نہ فرمایا، جس سے مخالفت کی حجت[4] ہو ؛

مناقب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو فضائل

---

[1] خوارج ایک گمراہ فرقہ ہے جو حضرت علی رضا کا دشمن ہے [2] اُتارنا۔ چھوڑ دینا [3] گھیرا گیا۔ نظر بند [4] دلیل یعنی جس سے مخالفت ثابت ہو ؛

ان کی شان میں وارد ہوئے ہیں۔ وہ کسی دوسرے کی شان میں وارد نہیں ہوئے۔ حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کیا تو نہیں راضی کہ تو مجھ سے ایسا ہو، جیسا ہارون موسےٰ علیہما السلام سے۔ مگر اتنی بات ہے کہ ہارون نبی تھا۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس حدیث میں وہ نسبت فرمائی ہے جو باہم حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السّلام کی تھی بیشک حضرت امیر کی قرابت اخوتؔ[1] کی قرابت ہے مگر اس حدیث میں ایک باریک خیال ہے۔ کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی غیبت[2] میں بنی اسرائیل میں بُت پرستی کا تفرقہ[3] پڑ گیا تھا۔ تو ستّر ہزار آدمی توبہ میں مقتول ہوئے تھے۔ ویسا ہی حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قتال[4] و جدال صفینؔ[5] و نہروان میں واقع ہوا۔ یعنی ستّر ہزار آدمی مقتول ہوئے۔ اور بہت محدّثوں نے روایت کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کا

---

[1] بھائی ہونا [2] غیر حاضری سے جدائی۔ مخالفت [3] لڑائی جھگڑا [4] جنگ
[5] صفین و نہروان دو شہر ہیں جہاں حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے مابین جنگ ہوئی۔

میں مددگار اس کا علیؓ مددگار ۔

اور اکثر روایتوں میں یہ وارد ہے کہ خداوند دوستی رکھ اس کے ساتھ ۔ جو علیؓ کے ساتھ دوستی رکھے ۔ اور ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں ہے ۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہٗ سے ہوں ۔

اور ترمذیؒ نے ابو سعیدؓ سے روایت کی ہے ۔ کہ دشمنی رکھ اس کے ساتھ جس کے ساتھ وہ دشمنی رکھے ۔ ہم منافقوں کو حضرت علیؓ کے بغض سے پہچانتے تھے ۔

اور ترمذی و حاکم لائے اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا (الحدیث) یہ حدیث حَسَن ہے ۔ موضوع نہیں ۔

---

[1] میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اسکا دروازہ ہے ۔ پوری حدیث یوں ہے انا مدینة العلم و ابوبکر اساسها و عمر حیطانها و عثمان سَقفُها و علی بابها ۔ میں علم کا شہر ہوں ابوبکرؓ اسکی بنیاد ہیں عمرؓ اسکی دیواریں ہیں اور عثمانؓ اسکی چھت ہیں اور علیؓ اسکا دروازہ ہیں ۔ بعض راویوں نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور بعض نے حسن بھی کہا ہے جیسا کہ ملحق کتاب میں ہے ، یہ حدیث پوری پڑھنی چاہیئے تاکہ روافض دھوکہ نہ دیں ۔

جیسا کہ ابن جوزی نے خیال کیا ہے کہ حاکم اس کو صحیح کہتا ہے ؎

اور طبرانی و ابن ابی حاتم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی آیت یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ کی نازل ہوئی ہے تو علی رضی اللہ عنہٗ اس آیت میں امیر و شریف ہی رہے ہیں اور حق تعالےٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو ہمیشہ خیر کے ساتھ یاد فرمایا ہے اور ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لایا ہے کہ جس قدر آیات حضرت علی رضؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اتنی کسی دوسرے کے حق میں نازل نہیں ہوئیں کہ ان کے حق میں تیس آیات نازل ہوئی ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کا لقب[1] ذوالقرنین[2] اسی واسطے ہے کہ بہشت کی طرفین میں تصرف[3] شاہانہ کریں گے ؎

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم رنج میں ہوتے تو بجز حضرت علی رضی اللہ عنہٗ

---

[1] تعریفی نام [2] ذوالقرنین ۔ دو قرنوں والا یا مشرق و مغرب کا بادشاہ

[3] قبضہ ۔ اقتدار ؎

کے کسی دوسرے کو کلام کی جرأت[1] نہ ہوتی تھی ؎

مناقب جملہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ میں تم کو اپنے صحابہ کے حق میں خدا تعالیٰ کا خوف دِلاتا ہوں تم خدا سے ڈرو۔ اور میرے بعد ان کو سہامِ[2] طعن کا نشانہ نہ بنانا۔ پس جو کوئی ان کو دوست رکھے گا۔ سو میری دوستی کا سبب ہے اور جو اُن سے بُغض[3] رکھے گا۔ مجھ سے بُغض رکھے گا۔ اور جو اُن کو ایذا[4] دے گا اُس نے مجھے ایذا دی تو وہ اُسکو جھٹ پکڑے۔ جملہ اصحاب بہ برکت صحبت و نظر مبارک نبوی کے اس درجہ کو فائز ہوئے، ہیں کہ ان کے بعد کوئی ولایت والا اِس نورِ نبوّت کی برکت کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ جملہ صحابۂ کرام کو نبوّت میں نسبت نفس مطمئنہ[5] کے ساتھ رُوح نبوی کی ہے۔ اُن کی پرورش ہر آن و ہر لحظہ

---

[1] حوصلہ [2] طعنہ کا تیر [3] دشمنی۔ بَیر [4] تکلیف دینا [5] نفس مطمئنہ۔ جس نفس نے اطمینان حاصل کر لیا ہو۔ راضی برضائے الٰہی ؎

منظور نظر مبارک تھی - اسی واسطے ارشاد ہوا - کہ جس نے ان کو ایذا دی - اُس نے مجھے ایذا دی ۔

حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات متقدس کو باری تعالیٰ سے وہی نسبت ہے - جیسی رُوح کو ساتھ حیات کے - سو ایذا حضرت کی بعینہٖ ایذا ذات باری ہے ۔

فضائلِ اہلِ بیتِ نبویؐ

حضرت رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا - مَیں تم میں دو خزانے چھوڑتا ہُوں - اگر تم نے ان کو خوب پکڑ رکھا تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے - ایک قرآن شریف - دُوسرا میری عِترت اور اہل بیت کی ۔

حق سُبحانہٗ و تعالیٰ فرماتا ہے - کہ جو لوگ ایمان لائے ہَیں اور اُن کی اَولاد ایمان کیساتھ اُن کے تابع ہُوئی ہیں - ہم اُن کی اُولاد کو اُن سے مِلا دیں گے - اور اُن کے اعمال سے

لے بزرگیاں ۲ے حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مُطہرات، اُن کی اولاد و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ۔

کچھ کم نہ کریں گے ؎

اہل بیت کی شان و قرب کا خیال پورا پورا نہیں ہو سکتا کہ جب اولاد کا ملاپ والدین سے ہوا تو اب کوئی ان کی منزلت و مرتبت (جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے) کا خیال کس طرح کر سکتا ہے ؎

اور بحکم اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ[1] اَسرارِ نبوّت کے خزانے یہی حضرات ہیں۔ پس اہل بیتؓ مُرشد و ہادی کامل[2] اُمّتِ مرحومہ کے ہیں۔ نورِ نبوی اسی سرچشمہ سے قیامت تک جاری رہے گا ؎

اور امام مہدی آخر الزمان خود نشان عالیشان اس بات کا مصدّق[3] ہے۔ اور کتاب[4] اللہ میں سب احکام شرعیّہ موجود ہیں ؎

طبرانی میں حضرت علی کرم اللہ وَجْہَہٗ سے روایت ہے کہ جو شخص ہم اہل بیت سے بغض رکھے، وہ منافق ہے۔ اور جو کوئی ہم سے

---

[1] بیٹا اپنے باپ کا بھید ہے یعنی بیٹے میں باپ کی خوبیاں موجود ہوتی ہیں [2] راستہ دکھانے والا۔ نیکی سکھانے والا۔ تصدیق کرنے والا [3] [4] قرآن مجید ؎

بُغض و حسد رکھے گا ۔ قیامت کے روز حوض کوثر سے آتشیں کوڑوں کے ساتھ ہٹایا جائے گا ؛

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صُورت علمی آں حضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم کے ہیں اور اہل بیت صُورتِ عملی تکمیل انسان کی بقوّت علمی و عملی ہوتی ہے ۔ اگر ایک کا نقصان ہو تو کمال ناممکن ہے ؛

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا ہے ۔ کہ میں نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے سُنا کہ فرمایا اِنَّ عُمَرَ سِرَاجُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فِی الْجَنَّۃِ[1] یعنی بہشت میں روشنی حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہٗ کی ہو گی ؛

پس ہر مُومن کو محبّت جملہ حضرات کی بہ باعث حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے اپنے دل میں رکھنی فرض ہے ۔ اور بموجب اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ[2] جن کی

---

[1] بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ جنّت میں اہل جنّت کے چراغ ہیں [2] آدمی کو جس شخص سے محبّت ہو وہ (آخرت) میں اُسی کیساتھ ہو گا ؛

محبت اس کے دل میں ہو گی ۔ ان کے ساتھ ہی اس کا حشر و نشر ہو گا ۔

مناقب امامین ہمامین سعیدین شہیدین امام حسین و حسن رضی اللہ عنہما

حضرات حسنین قرتی عینین[1] رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ریحانتین[3] از باغ دنیا ہیں ۔ ان کی شان میں حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ سَیِّدُ الشَّبَابِ اَھْلُ الْجَنَّۃِ جنت والے نوجوانوں کے سردار ہیں اور فرمایا کہ اے خداوند! میں ان کو دوست رکھتا ہوں ۔ تو بھی ان کو دوست رکھ ۔ اور جو ان کو دوست رکھے، تو اس کو بھی دوست رکھ ۔

دونوں مل کر ہو بہو شبیہ مبارک حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تھے ۔

---

[1] قیامت کے روز اٹھنا [2] رسول کریم کی دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک [3] نازبو یعنی رزق و دولت و فرزند ۔

امام حسن رضی اللہ عنہٗ صورت بالا از صدر[1] اور امام حسین رضی اللہ عنہٗ زیر از صدر مبارک دونوں پیشوائے اہل[2] توحید و تجرید و تفرید کے ہیں ؎

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ نے چند بار کُل اسباب ظاہری لِلّٰہ[3] فی اللہ لُٹا دیا۔ اور کئی بار نصف نصف لُٹا دیا۔ جب آپ حج کو جاتے تو آپ کے ساتھ کوتل گھوڑے چلتے مگر آپ پیادہ پا ہی ہوتے ؎

ذکر ہے کہ ایک دفعہ کوئی اعرابی آکر آپ کو کلمات وحشیانہ کہنے لگا۔ آپ ہنستے رہے۔ اور آپ نے غلام کو فرمایا۔ اگر یہ بھُوکا ہے تو اس کو کھانا دو۔ اور اگر یہ پیاسا ہے تو دُودھ لا دو۔ غلام نے سب کچھ دیا۔ مگر وہ اپنے کلمات وحشیانہ سے باز نہ آیا۔ آخر الامر آپ نے غلام کو فرمایا۔ کہ مکان میں درہم کے جس قدر توڑے ہیں اس کو لا دو۔ غلام نے درہم کے چند توڑے اُس کو دئے۔ اور

[1] سینہ چھاتی [2] اہل توحید۔ ایک خدا کے پوجنے والے [3] اللہ کے واسطے

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ بالفعل ہمارے پاس اتنا ہی مال موجود تھا۔ پھر تم آنا تم کو جتنی حاجت ہو گی دیا جائیگا۔ اُس نے یہ حوصلہ دیکھ کر کہا :- اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّکَ اٰلُ طَیِّبُ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ [1] ؂

عارفینِ کاملین لکھتے ہیں کہ آپ بحرِ توحید میں ایسے مستغرق [2] تھے کہ مدح (تعریف)، و ذم (ہجو [3]) آپ کو مساوی تھی۔ سب کچھ خدا کی طرف سے جانتے تھے۔ بجز ذات باری تعالیٰ کے کسی چیز پر آپ کی نگاہ نہ پڑتی تھی ؂

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا نے جد امجد [4] صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے دین متین [5] کو ایسا قائم کیا کہ معہ اہل و

[1] میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ تم پاکیزہ آل رسول ہو۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے [2] ڈوبے ہوئے [3] برائی [4] بزرگ [5] مضبوط دین ؂

اطفال[1] جان و مال کو اُس پر قُربان کر دیا۔ لیکن خُدا اور رسُول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی مرضی کے خلاف ایک حُکم بھی قبُول نہ فرمایا ؛

حضرت علی کرّم اللہ وَجہہٗ نے فرمایا۔ کہ پاکیزگی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کو کہ اس کی نعمت دوستوں کے لئے محنت کے پردے میں وسیع[2] ہو رہی ہے۔ اور اُس کا عذاب دشمنوں کے لئے نعمت کے پردے میں گنجان ہے۔ سو یہ اسرار[3] انہی حضرات پر منکشف[4] ہوئے ہیں ؛

عوام کا ادراک[5] تو اِتنا ہی ہے کہ کربلا کے مصائب[6] سُن کر اَز خود[7] رفتہ ہو جاتے ہیں لیکن اِن حضرات کو آلام[8] کے پردے میں، آرام نظر آتا ہے۔ جب کوئی تکلیف ہوتی تھی

---

[1] بال بچے [2] زیادہ [3] اَسرار۔ جمع سِر بمعنی بھید [4] کھُل جاتے ہیں۔ ظاہر ہوتے ہیں [5] اِدراک۔ سمجھنا۔ عقل [6] مُصیبتیں [7] از خود رفتہ ہونا۔ آپے سے باہر ہو جانا۔ برداشت نہ کر سکنا [8] آلام جمع الم کی دُکھ۔ تکلیف ؛

تو حضرت علی رضی اللہ عنہٗ فرماتے کہ دو سختی خوب[1] ہو۔

ذکر امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہٗ

ولادت شریف بروز جمعہ گیارہ جمادی الآخر اور ایک روایت میں ماہ شعبان ۳۷ یا ۳۸ھ ہجری ہے
نام مبارک۔ کنیت ابو محمد لقب زین العابدین و ذکی و امین واقعہ شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہٗ میں دو سال کے تھے۔ اور واقعۂ کربلا میں تیئس سال کے۔

بعد از شہادت امام حسین رضی اللہ عنہٗ محمد حنفیہ رضی اللہ عنہٗ نے اُن سے در باب امامت تنازع کیا تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ حجر اسود کے پاس جا کر دریافت کریں کہ امامت کس کی ہے؟ چنانچہ ہر دو حضرات نے حجر اسود[2]

---

[1] اللہ کے خاص بندے ہر تکلیف کو خدا ہی طرف سے سمجھتے ہیں اس لئے وہ ہر تکلیف کو رضائے الٰہی کے ماتحت بخوشی برداشت کرتے ہیں [2] حجرِ اسود کعبہ میں ایک سیاہ پتھر ہے جس کو حاجی طواف کے وقت بوسہ دیتے ہیں یا اُس کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے اُس کی طرف اشارہ کر کے

(بقیہ حاشیہ ۶۳)

سے دریافت کیا - تو حجر اسود[1] جنبش میں آکر
امامت بعد حسنین کے حسین کے بیٹے علی کی
ہے یعنی امام زین العابدین کی ۔
وفات شریف اٹھارھویں ماہ محرم ۹۵ھ
بعہد ولید ابن عبدالملک - مزار شریف بہ پہلوئے
امام حسن رضی اللہ عنہ در مدینہ منورہ ۔
عمر شریف ۵۷ سال - امامت ۳۴ سال ۔

ذکر امام باقرؓ بن زین العابدینؓ و فاطمہؓ بنت امام حسن رضی اللہ عنہ

ولادت[2] یوم جمعہ - تیسری ماہ صفر - اور ایک
روایت سے غرہ ماہ صفر ۵۷ھ در مدینہ منورہ -
نام محمد - کنیت ابو جعفر - لقب باقر و شاکر
وقت شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے تین
سال کے تھے اور وقت وفات زین العابدین کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۲) فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے
تم کو بوسہ دیتا ہوں ورنہ تو کچھ نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا ۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] حرکت [2] پیدائش ۔

اٹھتیس سال کے تھے ۔ خوارق[1] آپ کے بسیار در بسیار ہیں ؁

ذکر امام جعفر صادق بن امام باقر و اُمِّ فروہ بنت محمد قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

نام جعفر ابو عبداللہ و ابو القاسم ۔ کنیت صادق و صابر و فاضل و طاہر لقب ۔ ولادت یوم شنبہ یا یکشنبہ سترھویں ربیع الاول ۸۳ھ ۔ بوقت وفات زین العابدین رضی اللہ عنہ جدّ خود پندرہ سال کے تھے ۔ اور بوقتِ وفات والدِ ماجدِ خود امام باقر چونتیس سال کے اور ایک روایت سے اکتیس سال کے تھے ۔ آپ کا مقولہ تھا کہ ہمارا علم آئندہ و گذشتہ و الہام ربانی[2] و سماعِ[3] اصواتِ ملائکہ ہے ؁

فصل الخطاب میں ہے کہ آپ نے ایک بڑھیا کی گائے زندہ کر دی ۔ اور نابینا کو بینا کیا اور اس بصیر[4] نے حسب ارشاد آپ کے اُسی بینائی کو پسند کیا ۔ کہ قیامت میں حسابِ نگاہِ حرام سے مامون[5] ہے ؁

---

[1] خلاف عادت کرامت [2] فرشتوں کی آواز کا [3] سننا [4] دیکھنے والا [5] محفوظ

وفات دوشنبہ پندرھویں رجب ۱۴۸ھ ہجری بعہد منصور دوانقی عباسی و بقول اکثر منصور نے آپ کو زہر دیا ؂

عمر اڑسٹھ یا پینسٹھ سال اور مدت امامت چونتیس سال ؂

ذکر امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ از وحمیدہ ام ولد

ولادت یوم یکشنبہ ساتویں صفر ۱۲۸ھ ہجری، بمنزل ابواء مابین مکہ و مدینہ ۔ اسم مبارک موسیٰ کنیت ابوالحسن و ابو ابراہیم و ابو علی ۔ لقب کاظم و صابر[1] و صالح[2] و امین[3] ؂

آپ بوقت رحلت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ۲۱ سال کے تھے ؂

حبیب السیر میں ہے کہ ایک روز کسی نو وارد نے آپ سے جانوروں کی بولی میں کلام کی ۔ آپ نے اسی آواز میں جواب دیا ۔ جب وہ چلا گیا ۔ تو اُسے روکا ۔ رفتہ رفتہ اُس کو امام

---

[1] صابر ۔ صبر کرنے والے [2] نیک [3] امانت دار ؂

کا دُشمن بنا دیا تھا۔ چنانچہ اُس نے آپ کو زہر دے دیا۔ یعنی باغ میں لے جا کر انگور زہر دار کھلائے۔ زہر کھاتے ہی فرزند محمد تقی کو بغداد سے طوس میں لے جا کر سب امانتیں امام مہدی کی جہاں مدفون[1] تھیں۔ بتا دیں۔ کہ بعد از بلوغ نکالنا۔ اور وفات کے قریب دفن کر دینا۔ اور اپنی مرقد[2] شریف کی نسبت فرمایا۔ کہ فلاں مقام میں زمین کھودنے سے ایک سنگ نکلے گا۔ جس پر کچھ لکھا ہو گا۔ مجھ کو وہاں دفن کرنا ؛

وفات آخر ماہ صفر ۲۰۳ھ ہجری بہ مشہد مقدس در عہد مامون رشید ؛

ذکر امام ابو جعفر ثانی محمد بن علی رضی اللہ عنہ و ریحانہ اُمّ[3] ولد

ولادت شب جمعہ ۱۵ یا ۱۷ رمضان المبارک

---

[1] دفن کیا ہُوا [2] سونے کی جگہ۔ قبر [3] اُمّ ولد اُس لونڈی کو کہتے ہیں جس کی اولاد کو آقا اپنی طرف منسوب کرے ؛

سنہ ۱۹۵ھ - نام محمد - کنیت ابو جعفر موافق امام باقر اِسی لئے اُن کو ابُو جعفر ثانی کہتے ہیں - لقب تقی[1] و جواد و قانع - بوقت وفات والدِ ماجد خود امام علی بن موسےٰ رضا سات سال کے تھے - اور اُسی وقت مسندِ امامت پر متمکن[2] ہوئے ؛

ان کے کمالات و خوارق صغرِ[3] سنی میں ہی شہرہ آفاق ہوئے - تو ماموں رشید نے شیفتہ[4] ہو کر اپنی دُختر اُم فضل کا نکاح آپ سے کر دیا - اور آپ کے ہمراہ مدینہ منورّہ کو روانہ کیا - اور سالانہ ہزار دینار اُن کو پہنچاتا تھا ؛

آپ ایک روز کُوفہ میں گئے - تو آپ نے صحن مسجد میں وضو فرمایا - وضو کا پانی ایک درخت کو پہنچا - تو وُہ تازہ ہو کر بار[5] آور ہوا - مویز بے دانہ تھا - لوگ تبرک لیتے تھے - آپ کے خوارق بہت ہیں - کہ صرف نگاہ سے زنجیر آہنی[6] ٹوٹ جاتے تھے - وفات بہ یوم

---

[1] پرہیزگار [2] قائم [3] بچپن [4] خوش ہو کر [5] پھل لایا [6] لوہے کی زنجیر ؛

سہ شنبہ ۶ ذی الحجہ ۲۲۰ھ بعہد معتصم باللہ۔
عمر ۲۵ سال کی تھی - امامت ۱۷ سال۔ بقول
بعض معتصم نے آپ کو زہر دیا۔ مزار قریب
مرقد جدِ خود امام موسےٰ کاظم رضی اللہ عنہٗ
بغداد شریف میں ہے

ذکر امام علی نقی بن محمد تقی رضی اللہ عنہٗ

شمامہ اُم وَلد بقولے ام فضل بنت رشید

ولادت در مدینہ ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۱ھ ہجری -
بقولے در وسط ماہ رجب ۲۱۴ھ ہجری - نام و
کنیت آپ کی موافق علی مرتضٰی و علی رضا کے
ہے - لہٰذا ان کو ابو الحسن ثالث کہتے تھے۔
لقب نقی و ہادی[۱] و عسکری و ناصح و متوکل[۲]
و فتاح و مرتضٰی ؛

بوقت وفات والد ماجد چھ سال کے تھے۔
اور اُسی وقت مسندِ امامت پر جلوس فرمایا۔ چونکہ
صغر سنی میں بہت کرامات و خوارق آپ سے
ظہور میں آئے - تو کلُ اہل مدینہ منورہ آپ کے مطیع[۳]

---

[۱] ہدایت دینے والا [۲] خدا پر بھروسہ کرنے والا [۳] تابعدار ؛

و منقاد[1] ہو گئے۔ خلیفہ متوکل عباسی کو اطلاع ہوئی۔ تو ان کو عراق میں بلوایا۔ اور شہر سر من رائے میں جو اب سامرہ مشہور ہے۔ آپ کو اقامت[2] کا حکم دیا۔ جس جگہ آپ کا ورود ہوا وہ مکان متوحش[3] و چرکین[4] تھا۔ صالح بن سعید ایک مرید نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لوگ آپ کے بدخواہ ہیں انہوں نے محقر[5] جگہ میں آپ کا قیام کرا دیا ہے حضرت نے دست مبارک سے اشارہ کیا۔ تو وہاں باغاتِ خوش و جوہائے[6] دلکش اُس کو نظر آئے۔ وہ مرید متحیر[7] ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم جہاں ہوں گے۔ یہ باغات ہمارے ساتھ ہیں۔ ظاہراً مکان کی خوشی سے ناخوش نہیں ہوتے خلیفہ متوکل کے پاس ہندی شعبدہ باز آیا۔ متوکل نے اس سے کہا کہ اگر تو عجائبات دکھا کر امام نقی کو خجلت[8] زدہ کر دے۔ تو میں تم کو ہزار دینار دوں گا۔ جب امام محمد نقی متوکل کی مجلس

---

[1] تابع دار [2] ٹھیرنے کی جگہ [3] ڈراؤنا [4] میلا [5] حقیر نما [6] دلپسند نہریں [7] حیران [8] شرمسار۔

میں تشریف لائے۔ تو شعبدہ باز نے حسب[1] الایما[2] شعبدہ بازی شروع کی۔ حتیٰ کہ اہل مجلس خندہ[3] زن ہوئے۔ شعبدہ باز نے شیر کی ایک تصویر وہاں بنائی تھی۔ حضرت نے اس تصویر کو فرمایا کہ تو اس شعبدہ باز کو پکڑ۔ اس تصویر نے مجسّم ہو کر شعبدہ باز کو ہلاک[4] کر دیا۔

وفات یوم دوشنبہ۔ آخر جمادی الاخریٰ۔ و بقولے دوم رجب ۲۵۴ھ ہجری بعہد مستنصر باللہ۔ مزار سامرہ میں ہے۔

ذکر امام ابو محمد حسن بن علی رضؓ و سوسن ام ولد

ولادت یوم دو شنبہ دہم ربیع الاول۔ یا ربیع الآخر ۲۳۱ھ ہجری و بقولے ۲۳۲ھ ہجری در مدینہ منورہ۔

نام حسن کنیت ابو محمد موافق اسم و کنیت حسن بن علی رضی اللہ عنہٗ لقب ذکی و عسکری خالص و سراج۔ والد ماجد کی وفات کے وقت تیئیس سال کے تھے کہ جب مسندِ امامت پر جلوہ افروز

---

[1] ملادی [2] اشارہ کے مطابق [3] ہنسی قہقہہ [4] مار دیا۔

ہوئے ؛

آپ کی خدمت میں کوئی مفلس[1] آیا اور افلاس[2] کی شکایت کرنے لگا۔ حضرت نے زمین کو کوڑے سے صاف کر دیا۔ تو وہاں سے پانسو دینار نکلے۔ یعنی آپ خزائن[3] غیب کے امین[4] تھے ؛

وفات یوم جمعہ ۸ ربیع الاوّل یا ربیع الآخر ۲۶۰ھ ہجری بعہد معتمد خلیفہ عباسی۔ اور اسی نے آپ کو زہر دیا تھا۔ مزار تقریب مرقد والد ماجد خود امام علی نقی سامرہ میں ہے ؛

ذکر امام ابو قاسم محمد بن حسن رضی اللہ عنہ و نرجس ام ولد

ولادت شب جمعہ ۱۵ ماہ شعبان ۲۵۵ھ ہجری و بروایتے ۲۳ رمضان ۲۵۵ھ ہجری سامرہ میں ؛

لقب مہدی و حجّت و قائم والمنتظر و صاحب زمان و خاتم اثنا عشر ؛

بوقت وفات والدِ ماجد خود پانچ سال کے تھے۔ اور مثل یحییٰ بن ذکریا و عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کے صغر سنی میں بدرجہ علیا امامت

---

[1] غریب [2] غریبی [3] خزانے [4] امانت دار ؛

پر فائز ہوئے تھے ؏

حلیمہ خواہر حضرت علی نقی رضی اللہ عنہا امام حسن عسکری فرماتی ہیں کہ جب آپ تولد ہوئے تو میں نے قُلْ ھُوَاللہ اور اِنَّآ اَنْزَلْنَا اور اٰیۃُ الْکُرْسِیّ پڑھی۔ شکم سے آواز آئی کہ لڑکا بھی وہی پڑھتا تھا۔ بعدہ' گھر روشن ہو گیا اور حضرت زمین پر آتے ہی سر بسجدہ ہوئے۔ جب امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ' نے ان کو گود میں لیا تو صاحبزادہ نے بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور چند آیاتِ قرآنی پڑھیں۔ شواہد النبوۃ میں ہے کہ آپ جب متولد ہوئے تو دو زانو ہو کر اور سبابہ بطرفِ آسمان کر کے چھینک لی۔ اور فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

اور حضرت حلیمہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بعد ازاں دیکھا کہ مُرغانِ سبز ہمارے گرداگرد آ گئے ہیں۔ میں نے امام حسن عسکری سے پوچھا کہ یہ مُرغ کیسے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جبرائیل علیہ السلام اور دُوسرے ملائکہ رحمت کے ہیں۔ پس جب آپ امام کے فرمانے پر اُن کی والدہ کے پاس لے گئے۔ تو دیکھا۔ کہ

آپ ناف[1] بریدہ اور ختنہ کردہ ہیں اور آپ کے دائیں بازو پر لکھا ہے جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ط

اُمتِ مرحومہ محمدیہ کا اِتّفاق ہے کہ مہدی کا ظہور ہو گا۔ اور بواسطۂ اجتہاد و اہتمام امام عالی مقام کے کُل عالم عدل و داد سے معمور ہو گا مگر اِس میں اختلاف ہے کہ امام موعود امام محمد بن عسکری رضی اللہ عنہٗ ہے۔ یا کوئی اور حضرت ہیں از اولادِ سیّدۃ النسا[2] فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔ اہل سُنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے۔ کہ وُہ امام آخری زمانہ میں متولّد ہو گا۔ اور امام محمد بن عسکری مہدی موعود نہیں۔ جیسا کہ شیخ رکن الدولہ اسمنانی قدس اپنی کتاب عروہ میں لکھتے ہیں کہ محمد بن عسکری رحمۃ اللہ علیہ جب نظروں سے غائب ہو گئے۔ تو اوّل دائرہ ابدال میں رہے۔ بعدہٗ ترقی فرما کر بمرتبۂ قطب اعلیٰ پہنچے۔ بعدہٗ وفات پائی اور مدینہ منورہ میں مدفون ہُوئے۔

[1] بعد پیدائش آپ کی ناف کاٹنے کی ضرورت نہ پڑی [2] عورتوں کی سردار

امامیہ[1] کہتے ہیں کہ مہدی موعود محمد بن حسن عسکری رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔ وہ اب تک سردابۂ سامرہ میں مخفی ہیں۔ جب ارادہ ایزدی ہو گا۔ تب ظہور فرماویں گے ۔

حق وہی ہے کہ امام موعود اور ہیں۔ نام و کنیت ان کی اور۔ نام والدین شریفین کا موافق نام و کنیت وغیرہ حضرت رسول مقبول، صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہو گا۔ اور ابدال و اصحاب کہف اُن کے ہمراہ ہوں گے۔ اور نور کا ستون اُن کے پیش ہو گا۔ اور ہر دو کتاب اسامی سعدا[2] اور اشقیا[3] کی اُن کیساتھ ہوں گی۔ اسامی احباب[4] و اعدا[5] کے تفصیل جانیں گے۔ اور بارہ خلیفہ اہل بیت نبوی اُن کے بعد دنیا میں ہوں گے اور خزانۂ مدفون[6] بیت اللہ کو نکال کر تصرف[7] میں لائیں گے۔ تفصیل اس کی فصل الخطاب و فتوحات مکیہ میں ہے ۔

---

[1] امامیہ وُہ فرقہ ہے جو اپنے آپ کو بارہ امام کی طرف منسوب کرتا ہے [2] نیک [3] بدلوگ [4] دوست [5] دشمن [6] دفن شدہ۔ زمین میں دفن کیا گیا [7] تصرف میں لانا۔ قبضہ کرنا۔ اپنے خرچ میں لانا ۔

مناقب حضرت قطب الاقطاب غوث الثقلین سیّد محی الدّین عبدُالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ

یہ حضرت رُسل و انبیائے کرام علیہم السّلام کے ہمیشہ مُمدلہ و معاون رہے ہیں۔ جس، طرح حضرت رسُول الثقلین صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا نام مُبارک دافِع بلیّات انبیاء و امم سابقہ کا تھا۔ ویسا ہی بحکم اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہٗ عالم کے فریاد رس اور دستگیر برناؤ پیر ہیں اور جس طرح اصل نورُ رسالت و جملہ کمالات و انوار جبروتی و ملکوتی و ناسُوتی کا نور حضرت رسُول الثقلین صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ہے۔ ویسا ہی اصل نورُ غوثیت و قطبیت و دیگر کمالات ولایت کا نورُ کا رُخ مبارک جناب غوث، الثقلین رضی اللہ عنہٗ کا ہے۔ اور یہی باعث تھا کہ شبِ معراج میں جب کلُ صُورہ کائنات

لہ مددگار ۲ے پہلی امتیں ۳ے مددگار ۴ے جوان اور بوڑھے ۵ے صُور جمع صُورت کی ؛

صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی نظر مبارک سے پس انداز ہوئے۔ اور براق و رف رف یکلخت پیچھے رہ گئے۔ تو روح مبارک حضرت غوث الاعظم کا جملہ اولیاء اللہ کے دوش پر آگیا۔ اور جو اسرار آپ سے ظہور میں آئے۔ اولیا اللہ اُن سے آگاہ نہیں ٭

کتاب "انسان کامل" میں در بابِ خلافت مذکور ہے۔ کہ خلافت صاحبان اُمتِ محمدیہ کی حضرت سلیمان علیہ السلام کی خلافت جیسی ہے اور تصرف[1] کل عالم میں ہے۔ اور اُن کو وہ مراتب[2] عالیہ عطا ہوئے ہیں کہ دوسرے کسی ولی کو عطا نہیں ہوئے۔ اور یہ قول حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا شاہد لائے ہیں کہ اے گروہ اولیا ہم کو وہ وہ عنایتیں ہوئی ہیں جو تم کو نہیں ہوئیں ٭

قدوۃ المحققین شیخ محی الدین فتوحات مکیہ کی جلد سوم میں فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا سا تصرف فی العالم کسی کا نہیں

---

[1] قبضہ [2] مراتب عالیہ۔ اعلیٰ مرتبے جہان میں قبضہ ٭

تھا۔ اور یہ فردِ وحید دُرِّ[1] فرید بحرِ[2] توحید کے ہیں
اِن کی محبُوبیّت ایسی جلوہ گر تھی کہ انس و جِنّ
آپ کے دربار کے سامنے سر جُھکاتے تھے۔

شیخ ابو القاسم لخمی بہجت الاسرار میں آپ سے
نقل فرماتے ہیں کہ حضرت رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا
کہ جب کسی کو کوئی مصیبت و حاجت ہو۔
شِدّت[3] در پیش آئے۔ تو میرا نام پُکارے،
انشاء اللہ وُہ سب مصائب[4] و شدائد[5] رفع
دفع ہو جائیں گے۔

مشکوٰۃ شریف میں قِصّہ حضرت مُوسیٰ علیہ السلام
اور ملک[6] الموت کا لکھا ہے۔ چونکہ درجہ شہداء
کا درجۂ صدیقین[7] سے کمتر ہے۔ اور شہداء کی
حیات نصّ قرآنی سے منصوص ہے۔ تو اس
سے صاف واضح ہے کہ صدیقین کی حیات بہ
نسبت شُہداء[8] کے بدرجۂ اوّل ہے۔ اور
انبیائے کرام کی سب سے اوّل۔ سو حضرت
غوث الثقلین رضی اللہ عنہٗ کے تصرّف جیسا

---

[1] دُرِّ یکتا۔ بےمثل موتی [2] توحید کا سمندر [3] سختی [4] مصیبتیں [5] سختیاں [6] موت کا فرشتہ [7] سچے لوگ [8] شہید۔ مجاہد۔

حیات میں اور قبل از ظہور بعالم شہادت فرماتے تھے۔ ویسا ہی تصرّف عالم البرزخ[1] میں فرماتے تھے۔ جیسا کہ نفحات الانس میں منقول ہے۔ کہ اِن کا تصرّف فی القبر ویسا ہی ہے جیسا کہ فی الحیات تھا ؎

فتوح الغیب میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ ولی کو علم الغیب و قدرت و تکوینِ[1] اشیا باذنِ اللہ عطا ہوتی ہے۔ شارح لکھتے ہیں۔ کہ یہ اشارہ اپنی ذات مُبارک کی طرف ہے۔ در پردہ اپنا حال بیان فرما رہے ہیں۔ غرضیکہ ابتدائے کُن فیکون کا آپ کو عطا ہُوا ہے۔ جیسا کہ اِسی کتاب میں فرماتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تو میری عبادت کر۔ ایسا ہو جائیگا۔ کہ جب تو کسی چیز کو کہے گا۔ کُن[2]۔ سو وُہ ہو جائے گی ؎

---

[1] چیزوں کا ہو جانا۔ بن جانا [2] کُن امر کا صیغہ ہے بمعنی ہو جا ؎

تمت بالخیر!

سلسلۂ تعلیم الاسلام معروف بہ سلسلۂ قادری

یہ سلسلۂ تعلیم الاسلام حضرت مولانا غلام قادر صاحب بھیروی مرحوم کی تالیف ہے یہ سلسلۂ دینیات نہایت آسان اور سلیس زبان میں لکھا گیا ہے کہ چھوٹے بچے اسکو آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ اس سلسلے کی مکمل فہرست درج ذیل ہے :

اسلام کی پہلی کتاب - اس میں آداب اخلاق پند و نصائح اور فضائل قرآن مجید ہیں
اسلام کی دوسری کتاب - اس میں نماز روزہ کے فضائل مفصل درج ہیں -
اسلام کی تیسری کتاب - اس میں مسائل حج و زکوٰۃ بیع و شریٰ وغیرہ درج ہیں -
اسلام کی چوتھی کتاب - اس میں نکاح - طلاق اور مہر کے مسئلے درج ہیں -
اسلام کی پانچویں کتاب - مسائل رضاع ذکر فتوحات عرب و عجم کا بیان -
اسلام کی چھٹی کتاب - قرآن شریف کی سورتوں کے خواص اوراد و وظائف -
اسلام کی ساتویں کتاب - اسلام کے عقاید اور احکام وغیرہ -
اسلام کی آٹھویں کتاب - مقلد اور غیر مقلد کے عقائد اور مسائل ذبیحہ پر فتوی -
اسلام کی نویں کتاب - نکاح جہیز و طلاق وغیرہ کے مسائل -
اسلام کی دسویں کتاب - رسول کریمؐ کا آن واحد مقامات متعددہ خصوصاً مجالس مولود شریف میں رونق افروز ہونا وغیرہ
اسلام کی گیارھویں کتاب - مسئلہ عصمت انبیا - ثبوت معراج جسمانی رسولِ اکرمؐ - نزول عیسیٰؑ و ظہور امام مہدیؓ کا بیان ہے *

طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ

اللّٰہ اکبر

سلسلۂ قادری میں سے حنفی مذہب میں

اسلام کی پانچویں کتاب

از تصانیف

فاضل اجل عالم بے بدل جناب مولوی غلام قادر صاحب قریشی حنفی بھیروی مرحوم

مدفون مسجد بیگم شاہی لاہور

شیخ غلام حسین اینڈ سنز تاجران کتب

کشمیری بازار لاہور

Rs 1-0-0

بہ اُمید پروردگارِ عالم

اِسلام کی پانچویں کتاب

مُصنّفہ

مولانا مولوی غلام قادر صاحب

پبلشرز

شیخ غلام حسینؒ اینڈ سنز

کشمیری بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[1]

اسلام کی پانچویں کتاب

الحمد للہ رب العٰلمین[2] والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا
ونبینا محمد وآلہ واصحابہ واہل بیتہ اجمعین

رضاع یعنی شیرخوارگی کا مسئلہ

جب کوئی بچہ کسی عورت کا دو تین قطرے دُودھ کے پیئے
یا کم از کم ایک یا دو قطرے اس کے پیٹ میں چلے جائیں خواہ
وُہ پستان کو چوس کر پیوے یا دُودھ نکال کر بچہ کے حلق میں
ڈالا جاوے[3]۔ شرط یہ ہے۔ کہ بچہ اڑہائی برس کے اندر ہو۔ اور
صاحبین کے نزدیک دو برس کا۔ اگر اس مدت کے بعد ہو تو۔
اس سے رضاع ثابت نہیں ہوتی ؛

جس عورت کا دُودھ پیوے وُہ اس کی ماں بن جاتی ہے
جتنے محرمات اس کی والدہ حقیقی کے سبب ہیں۔ اتنے ہی اس
کے سبب حرام ہیں۔ یعنی اس عورت کے رشتہ دار

---

[1] شروع اللہ تعالےٰ کے نام سے جو بخشنے والا مہربان ہے [2] سب تعریف اللہ تعالےٰ کیواسطے ہے جو پروردگار جہانوں کا ہے۔ اور درود و سلام ہمارے سردار اور نبی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحابوں اور اہل بیت سب پر [3] حلق گلا

ابو رشید محمد عبدالعزیز خطیب جامع مسجد رنگ عزیز منزل شہر عید میلاد النبی ۱۳۵۵ھ

ذوالرحم محرم اس پر حرام ہیں۔ اگر دودھ پینے والی لڑکی ہو تو
عورت مرضعۂ[1] لڑکی کے مردان ذوالارحام محرموں پر بھی یہ حرام ہو گئی۔
اور خاوند اس مرضعہ کا لڑکی یا لڑکے کا باپ ہو جاوے گا جس کسی اور
لڑکی یا لڑکے نے اس عورت کا دودھ پیا ہو۔ وہ بھی اس لڑکی
لڑکے کا حقیقی بھائی بن جاوے گا۔ مراد یہ ہے کہ دودھ پلانے والی
کے لڑکے پر وہ لڑکی حرام ہو گئی۔

اس لڑکی لڑکے کے بھائی رضاعی[2] یا نسبی جس نے اس مرضعہ کا
دودھ نہیں پیا وہ دوسری اولاد شیرخواروں سے کچھ نسبت
برادری کی نہیں رکھتا۔ جب عورت کا دودھ پانی سے ملا کر
پلایا جاوے تو دیکھا جائے کہ اگر دودھ غالب ہے تو اس سے
رضاع ثابت ہو جاوے گی۔ اور اگر پانی غالب ہے تو پھر رضاع
ثابت نہیں ہو گی۔ اگر دودھ طعام کے ہمراہ شامل کر کے لڑکے
کو کھلایا جاوے۔ تو بھی تحریم ثابت نہیں ہوتی۔ اگر دودھ دوائی
کے ساتھ شامل کر کے پلائیں تو اس سے حرمت رضاع[3] ثابت
ہوتی ہے۔

اگر مردہ عورت کا دودھ نکال کر لڑکے کے حلق میں ڈالا جاوے
تو بھی حرمت رضاع ثابت ہوتی ہے۔ جب بکری کے دودھ کے ساتھ
ملا کر پلائیں۔ اگر عورت کا دودھ زیادہ ہے۔ تو حرمت ثابت ہو گی۔
ورنہ نہیں۔

---

[1] مرضعہ۔ دودھ پلانے والی۔ [2] بھائی رضاعی۔ دودھ کا بھائی۔ [3] رضاع[4] بکسر اور
بفتح را دار دونوں معتبر ہیں ۱۰ عمد الرعایہ مع الد مصباح المنیر ۱۲۔

اگر دو عورتوں کا دودھ ملا کر لڑکے کو پلایا جاوے گا۔ تو امام صاحب[۱]
اور ابو یوسف کے نزدیک حرمت۔ رضاع اس عورت کی ہے جس کا
دودھ غالب ہے۔ اور امام محمد[۲] رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر
دو کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

شہر آمد و میافارقین کی فتح کا بیان

روایت ہے کہ شہر مکہ میں پطرس اور یوحنا دو بھائی تھے۔ پطرس
اس شہر کے مشرق کی جانب رہتا تھا۔ اور یوحنا مغرب کی طرف۔ یوحنا
کی ایک لڑکی تھی جس کا نام اغورہ تھا۔ اور پطرس کی بھی ایک
بیٹی تھی جس کا نام صفورہ تھا۔ یوحنا نے اپنا عقد کرنے کا ارادہ
کیا۔ امرطاؤس صاحب دار کے پاس پیغام بھیج کر اس کی دختر
مریم نامی سے شادی کی۔ اور مریم کو اس کے باپ کے شہر سے اپنے
پاس بلیا۔ یہ عورت بڑی مکار و حیلہ[۳] باز تھی۔ جب وہ شہر میں
داخل ہوئی۔ تو دیکھا کہ اس شہر میں مال[۴] و متاع بکثرت اور نعمتیں
بےشمار ہیں۔ اور باشندے بھی نہایت مالدار ہیں۔ کیوں کہ دیوار
شہر پناہ بہت مضبوط و بلند تھی اور اس کے تمام باغات سرسبز
تھے۔ در گروہ اپنی

۱؎ امام صاحب سے مراد ہے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور ابو یوسف ان کے شاگرد رشید
ہیں جو ہیئے ... قاضی القضاۃ تھے ۲؎ امام محمد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔
جنہوں نے ۹۹ کتب مسائل دین میں لکھی ہیں جن میں صحیح سنۃ فقہ بھی ہیں ۳؎ مکار۔
خفیہ تدبیر کرنیوالی۔ ۴؎ مال و متاع۔ اسباب ۱۲
ابو رشید عفا اللہ عنہ

دایہ سے تخلیہ[۱] میں کہنے لگی۔ میں نے اس شہر سے بہتر اور کوئی شہر مضبوط اور بلند تر نہیں دیکھا کیا تو نہیں دیکھتی کہ وسط[۲] شہر میں نہریں جاری ہیں اور بسبب دیوار شہر پناہ کے ہر طرف سے پائیداری ہے۔ پھر اس نے دایہ سے پوچھا کہ بانی اس شہر کا کون تھا؟ دایہ نے کہا کہ مالک، تمام بلاد روم کا یونان سے بلادِ عمودیہ تک بادشاہ طیماؤس بیٹا ارساؤس بن میطاط بن میکلادکن بن الاصغر بن العیص بن اسحاق کا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے اول بیت حکمت اپنے شہر رومۃ الکبریٰ میں بنایا تھا جس سے اس کے بہت مطالب حاصل ہوتے تھے اور عجائب امور روئے زمین کے اس پہ منکشف[۳] ہوتے تھے۔ اس نے اس فن کو اپنی طبیعت سے ایجاد کیا تھا اور اس حکمت کو بصرفِ زر کثیر ممالک روئے زمین پر جاری کیا تھا۔ اور اس کی منفعت[۴] سے سود مند ہوا۔

طیماؤس کے بیٹے اصطبنول نامی نے اپنے باپ سے درخواست کی کہ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اپنے نام پر ایک شہر آباد کروں چنانچہ باپ نے حسب درخواست اپنے ملک کے کاریگروں کو جمع کیا اور ان کو اس کے سپرد کر دیا۔ اصطبنول نے اپنے مجوزہ[۵] شہر کی دیوار شہر پناہ کھچوائی اور چار برس تک اپنے اہتمام سے شہر تعمیر[۶] کرواتا رہا۔ لیکن ابھی یہ شہر نصف کے قریب تیار

---

[۱] تنہائی [۲] درمیان [۳] منکشف۔ ظاہر [۴] منفعت۔ نفع۔ فائدہ [۵] مجوزہ تجویز کیا ہوا۔ [۶] تعمیر۔ آباد

ابو رشید عفی عنہ

ہوا تھا کہ اجل[1] کا شکار ہوا۔ اس کی وفات کے بعد اس
کے بیٹے قسطنطین نے اس عمارت کو اختتام پر پہنچایا
چنانچہ اب یہ شہر اصطنبول اور قسطنطین کے ناموں سے
مشہور ہے۔ یعنی اصطنبول باپ کے نام سے اور قسطنطنیہ
بیٹے کے نام پر۔ اور ایسا اتفاق ہوا تھا کہ اس کا باپ طیماؤس
بادشاہ جب ملک فتح کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تو یہاں کے
چشمہ سار اور دجلہ کو دیکھ کر اس سرزمین کو بہت پسند کیا
اور اپنے ارکان دولت و ارباب سلطنت کو طلب کیا کہ
کہ وہ سب سے بہتر شخص باہم ملک مشہور تھے یعنی ملک
کہلاتے تھے۔ چنانچہ ان سے مشورہ کیا میں یہاں ایک ایسا
شہر بنانا چاہتا ہوں کہ روئے زمین پر مثل اس کا مضبوط
اور بلند تر نہ ہو۔ لیکن اس طرح بنے کہ ہر ایک تم میں
سے اپنی اپنی ذات سے ایک ایک شہر اور ایک ایک
برج تیار کرے کہ مجموعاً ایک شہر عجیب و عظیم آباد ہو جائے
ان سب نے قبول کیا اور یہ کہہ کہ (اے بادشاہ ہم سب آپ
کا حکم بجا لاتے ہیں) اور رخصت ہوئے اور اپنی اپنی حدود
شہر کا خط کھچوا کر بنوانا شروع کیا اور اطراف[2] و بلاد[3] و اقصائے
ممالک سے معمار اور کاریگروں کو بلوا کر ہر ایک ملک نے بطور
خاص اپنا اپنا شہر برج حمام و کنسہ تیار کر دیا۔ جب بنیاد ان

---

۱ اجل۔ موت ۲ بلاد۔ شہر ۳ ملک کے کنارے ۔

شہروں کی تمام ہو چکی بادشاہ مر گیا تو اس شہر کا نام آمد رکھا گیا کہ جب مدّت بنائے شہر اختتام کو پہنچی تو مدّت عمر بادشاہ کی بھی تمام ہوئی۔ پھر وہ سب ملوک اور ملوک زادے ہمیشہ وہاں کے وارث رہے۔ یہاں تک کہ پطرس اور یوحنّا کو وارث پہنچی۔ یہ سن کر مریم کو دایہ کے بیان سے تعجب ہوا۔ اور اس راز کو مخفی[1] رکھا ۔

پطرس کے ہاں ایک بیٹا لاوّن نام تھا۔ چناں چہ اس نے اپنے بیٹے کے واسطے اپنے بھائی یوحنّا سے اس کی بیٹی صفورا کی اس شرط پر خواستگاری کی کہ اگر تو اپنی بیٹی کا عقد میرے بیٹے سے کر دے تو میں اپنی بیٹی کا عقد تیرے بیٹے سے کر دونگا یوحنّا نے نامنظور کیا۔ اس واسطے ان کے درمیان بڑا فتنہ و شر برپا ہو گیا۔ اور اس شہر کے اوسط شہر میں دیوار حد کھچی ہوئی تھی جس میں دروازے تھے، سب دروازے بند کئے گئے اور ہر ایک اپنی سرحد میں مشغول بکار خود ہوا۔

مریم نے جب یہ حال دیکھا تو صلح و اصلاح کے لئے ان کے پاس آئی اور کہا۔ کہ یہ بات تمہارے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ تم دونوں بھائی ہو۔ اگر ایسے تنازعے برپا رکھو گے تو دوسرے ملکوں کے بادشاہ بہ طمع ملک تم پر چڑھائی کر دیں گے۔ غرض کہ مریم نے ان دونوں کی صلح کرا دی اور طعام ضیافت[2] بہ سامان عظیم تیار کرا کے پطرس اور اس کے بیٹے لاوّن اور بیٹی صفورہ کی بڑی دھوم

---

[1] پوشیدہ [2] مہمانی

دہام سے دعوت کی۔ حتیٰ کہ ان سب نے طعام ضیافت تناول کیا[1]
بعد ازاں ان کے لئے شراب زہر آلود منگوائی۔ جب ان کو شراب
پلائی گئی تو وہ سب مر گئے۔ اسی طرح اس نے یوحنا اپنے شوہر
اور اس کے بیٹے کو بھی وہی شراب زہر آلود پلا کر مار ڈالا۔ پھر خود
مالک و ملکہ اس ملک و شہر کی ہو کر ایک ایسا بیعہ[2] بنایا کہ بلاد
روم میں کہیں نہ بنایا گیا۔ اس کے اندر باہر صحن میں نگینے اور رنگ
برنگ کے پتھر نصب کرائے۔ دیواروں کی لاجوردی کار سے مرصع
نگار کیا اور پردے دیباج زرتاج لٹکوا دیئے اور ہر شہر سے مردمان
مشاہیر[3] طلب کئے۔ اور اہل بلد سے جو کچھ ان پر حیف[4] و قلق تھا
دور کر کے ایسی عدالت گستری کی کہ تمام اہل شہر راضی ہو کر اس
کے حسن سیرت کی شکر گذاری کرنے لگے اور ان لوگوں کو اعلےٰ
خدمات پر مامور اور مزید انعام و اکرام سے مشکور کیا اور شہرہ اس
کی داد رسی اور دادگری کا سن کر ہر طرف و ہر جگہ سے خلایق
آ کر جمع ہوئی۔ غرضیکہ ملکہ مریم کی سلطنت میں بلاد آمد میں بارہ
برس گذرے تھے کہ عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ، اور ان کے اصحاب
آ گئے ان سب نے آ کر مدینہ آمد کو گھیر لیا۔

روایت ہے کہ عیاض بن غنم نے سعید بن زید کو باب[5] الروم
پر اور معاذ کو باب[6] الجبل پر اور خالد کو باب[7] الماء پر تعینات
کیا۔ جب ملکہ مریم نے یہ دیکھا اور معلوم کیا۔ کہ صحابہ حصار[8] کی چڑھائی

---

[1] کھایا [2] عبادت خانہ [3] مشہور آدمی [4] افسوس اور بیقراری [5] روم کا دروازہ۔ [6] پہاڑی دروازہ [7] پانی والا دروازہ [8] حصار۔ قلعہ

پر مستعد ہیں۔ تو وہ خود سوار ہو کر اپنے کینسے ہیں آئی اور اپنے
ارباب دولت کو جمع کر کے ان سے کہنے لگی کہ تم سب اس بات
کا خوب یقین کر لو کہ یہ عرب تمہارے شہر میں آ پہنچے۔ بلکہ تمہارے
گھروں میں داخل ہو گئے ہیں۔ان کے دلوں میں اس شہر کے لینے کی
طمع ہے اور تم خوب جانتے ہو کہ یہ شہر دیار بکر کا قفل[۱] ہے جب اس کو
انہوں نے کھول لیا۔تو تمام دیار بکر میرے باپ کے قبضہ سے چھین لیں
گے۔ اس صورت میں دین مسیحی بالکل مضمحل[۲] دست ہو جائے گا۔ پھر
ان شہروں میں مطلق[۳] ذکر اس کا باقی نہ رہے گا۔میں خوب جانتی ہوں
کہ جو ملوکِ دین نصرانیہ میں مشار الیہم[۴] و نامور ہیں۔ وہ سب منتظر
ہیں۔ کہ ہماری جانب سے کیا تدارک ہوتا ہے۔اور تم سب یہ بات بھی
خوب جانتے ہو کہ یہ شہر تمہارا ایسا عمدہ اور مضبوط ہے کہ عرب ایک
سو برس مقاومت[۵] و محاصرہ[۶] کریں گے تو اس پر قادر نہ ہو سکیں گے اور
قابو نہ پاویں گے۔ لازم ہے کہ اپنے خاندان و مال و متاع کیلئے قتال
کرو۔ اور شہر پناہ[۷] پر چڑھ کر ان عربوں کا مقابلہ کرو۔ بعد ازاں ملکہ
مذکور نے قسیسین[۸] و رہبان[۹] و اکابر بزرگان نصاریٰ کو طلب کر کے ان
کو حکم دیا کہ اہل شہر اور لشکر سے حلف و عہد اس امر کا لیویں کہ سب
بالاتفاق یک دل ہو جاویں۔ روپوشی نہ کریں اور گھروں میں نہ چھپ
کر رہیں۔ چنانچہ ان باتوں پر حلف[۱۰] و عہد لیا گیا۔آخر وہ لوگ دیوار شہر

---

[۱] تالا۔ جندرا [۲] ناچیز ہونے والا [۳] علیا نی [۴] جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہو
[۵] برابری کرنا [۶] چاروں طرف سے گھیر لینا۔ [۷] گھر کے چاروں طرف چار
دیواری [۸] عالم۔ پادری [۹] زاہد لوگ [۱۰] قسم ۔

پناہ پر چڑھ گئے اور اسباب آلات حرب تمام درست کئے اور صلیب و علم برپا کر کے الگ الگ گروہ کو برجوں کی حفاظت کے لئے متولی کیا ؛

روایت ہے کہ جب عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ لوگ دیوار شہر پناہ پر آمادہ جنگ و قتال ہو گئے ہیں تو آپ نے اپنے لشکر کے سرداروں کو جمع کر کے فرمایا کہ یہ محکم شہر جو دیار و بکر کا سر ہے جس وقت حق تعالٰے کی مدد سے اس کو فتح کر لیا تو ہم سارے دیار بکر کے مالک ہو جائیں گے تم لوگوں کی کیا رائے ہے۔ جنگ کس طریق پر کیا جاوے جن اعداء اللہ[1] نے اس قلعہ بلندی کی بڑی مضبوطی کی ہے۔ تب خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ اے امیر ہم مالک بلاد ہوئے ہیں۔ تو محض یہ عنایت خدا۔ نہ بقوت و کثرت خود اور نہ بسبب اسباب و سامان کے بلکہ حق تعالٰے نے ہمارے لئے آسان کر دیا۔ اور امید رکھتے ہیں کہ حق تعالٰے بہ برکت اپنے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس کو بھی فتح کر دے گا۔ کیونکہ اس نے اپنے حبیب سے وعدہ فتح اسلام کیا ہے اگر یہ قوم اپنے شہر کے ہر چہار طرف واسطے قتال کے پھیل گئی ہے۔ تو ہم کو امید ہے کہ یہ امر ہمارے لئے زیادہ تر سہل[2] ہے۔ اگر وہ اجتماع پر اقامت کریں گے تو تم صبر و استقامت رکھو کہ انجام صبر کا نصر ہے۔ چاہیے کہ صورت اس عورت کو ایک نامہ لکھو جو خوف اور رجا[3] پر مشتمل ہو یعنی اس کو بیم ہلاکت سے ڈراؤ اور مژدہ دو۔ امید کرامت سے کیا تعجب ہے کہ حق تعالٰے اس کے دل کو ایمان کے لئے ملائم کرے یا وہ اپنا ملک بطریق صلح ہمارے سپرد کر دے چنانچہ عیاض رضی اللہ عنہ نے قلم دوات اور کاغذ منگوا کر اس عورت کو یہ خط لکھا۔

[1] اللہ کے دشمن [2] آسان [3] امید ۱۲

مضمون خط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَصَلٰوتُہٗ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ آلِہٖ مِنْ عَیَاضِ ابْنِ غنمِ اَمِیْرِ جیوشِ المُسْلِمِیْنَ بِاَرْضِ بیعۃٍ وَدِیَارِ بَکْرٍ اِلٰی مَرْیَمِ الدَّارِیَۃِ اَمَّا بَعْدُ..... الخ یعنی شروع اللہ کے نام سے جو بخشش کرنے والا اور مہربان ہے اور درود لامحدود ہمارے آقا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر۔ یہ خط عیاض بن غنم کی طرف سے ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کے ان لشکروں کا امیر ہے۔ جو حدود ربیعہ اور دیار بکر میں وارد ہیں۔ مریم داریہ کی طرف لکھا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ نے ہم کو نصرت و امداد دی ہے۔ اور تمام اقوام کفار پر ہم کو فیروزمندی بخشی ہے ہم ممالک کفار پر قابض و قادر ہو گئے ہیں۔ ہم جس شہر پر نازل ہوئے۔ جو لشکر ہمارے مقابلہ میں آیا۔ اس کو ہم نے شکست دی۔ کیوں کہ غلبہ و تسلّط[1] مخصوص واسطے حق تعالےٰ اور اس کے رسول اور مومنین کے ہے اور قلعہ تیرا قلعہ تدمر سے بہت بلند اور بڑا محکم نہیں ہے۔ کہ وہ قلعہ یلنعہ[2] بنایا ہوا سلیمان علیہ السلام بن داوٗد کا ہے۔ اس پر اہل اسلام نازل ہوئے تو اس کو فتح کر لیا۔ اسی طرح قلعہ بعلبک و حلب[3] و انطاکیہ جو دارالملک ہرقل بادشاہ کا ہے۔ متسلط ہو گئے۔ ہمارے واسطے جو مشکل پیش آئی حق تعالےٰ نے ہم پر آسان کر دی اور اسی امر کا حق تعالےٰ نے اپنی کتاب میں ہم سے وعدہ کیا ہے۔

---

[1] تسلط۔ غلبہ [2] بیتعہ۔ باز رکھنے والا ۱۲ [3]

وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ - یعنی نصرت مومن کی ہم پر واجب اور
لازم ہے - پس جس وقت ہمارا یہ نامہ تجھ کو ملے بیدرنگ ہمارے امر کو تسلیم
کرلے - کہ اس صورت میں تو سلامت رہے گی - ہماری مخالفت سے
پرہیز کر - ورنہ ندامت اُٹھائے گی جس وقت ہم نے ارادہ کیا - فوراً
تیرے یہاں وہ پہنچیں گے ہم وہ نہیں کہ تیرے دین پر یا تیرے کسی
اہل بلد کے دین پر زبردستی کریں کیوں کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے -
لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ - یعنی امر دین میں جبر کرنا جائز نہیں - اگر تو باعثِ
خودداری خود ہم سے بے اعتنائی[1] کرے گی - تو نتیجہ اس کا عنقریب معلوم
ہو جائے گا - جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ
نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا - یعنی قریب ہے کہ تم جانو گے کہ کون عاجز تر ہے
اس بات میں کہ کوئی اس کا ناصر[2] و یاور نہیں ہے اور کمتر کون - یہ کہ
کثرت انصار سامان کارزار میں اور سلام ہے - اوپر بندگان و
خاصگان خدا تعالےٰ کے ؎

خط لپیٹا اور لفافہ پر مہر کر کے مجاہدین میں سے صرف ایک ہی
شخص کے حوالے کر کے اس کو حکم دیا کہ قریب اس قلعہ کے جا کر وہاں
کے لوگوں کو خط دے اور بانتظار جواب توقف کر - چناں چہ وہ شخص
زیر قلعہ پہنچا اور ان کو اپنی زبان میں پکار کر خط دکھلایا اور اشارہ
کیا تب ان لوگوں نے اوپر سے رسی لٹکا دی - اس شخص نے نامہ اس
رسی میں باندھ دیا - اُنہوں نے کھینچ لیا اور نامہ بر نیچے منتظر ٹھہرا
رہا لوگوں نے وہ نامہ ملکہ مریم کے پاس پہنچا دیا - اور پڑھا گیا جب
مریم نے اس کا مضمون سمجھا تو اپنے اعیان[3] دولت کو جمع کر کے مشورہ

[1] بے پروائی [2] مددگار [3] اعیان - امراء

کیا۔ اور کہا جو کچھ امیر لشکر عرب نے ہم کو لکھا ہے اس بات میں تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا اے ملکہ جو رائے آپ کی ہو۔ وہی بہتر ہے۔ جو حکم آپ کریں وہ بجا لادیں۔ تب مریم نے کہا اے قوم! تم جانتے ہو کہ ناگوارہ ہے۔ نہ عار۔ اگر ہم ان عربوں کا امر تسلیم کریں گے تو اہل روم ہم سے ننگ و عار رکھیں گے۔ کہ تم نے اپنا شہر اور قلعہ کیونکر حوالہ کردیا۔ کہ تمہارا محاصرہ نہ سال بھر کا ہوا۔ نہ ایک ماہ کا نہ دس دن کا چنانچہ یہ شہر تمہارا دوسرے شہروں سے محکم ہے۔ جب تم کو حاجت ہو تو تمہارے واسطے اندرون حصار کی زراعت اور پانی موجود ہے۔ تمام چیزیں جن کی کہ تمہیں کو احتیاج ہے۔ وہ سب قلعہ میں مہیا ہیں۔ اور میرے پاس بھی ملوک و پادریکر نے نامے لکھے ہیں۔ اور وعدے کئے ہیں۔ کہ وہ اپنے اپنے یہاں سے میری امداد کے لئے لشکر بھیجیں گے۔ یہ سن کر اہل مشورہ نے عرض کی کہ اے ملکہ یہ رائے آپ کی بہترین رائے ہے۔ چاہیئے کہ آپ اس قوم کو ایک نامہ ایسے مضمون کا لکھیئے تاکہ وہ ہم سے قطع طمع کریں۔ چنانچہ نامہ لکھا گیا جس میں یہ درج تھا۔

جواب خط

تمہارا نامہ پہنچا۔ مطلب معلوم ہوا۔ تم نے جو اپنے حق میں ذکر نصرت خدا کا کیا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ مسیح نے تم کو مہلت دی ہے اور تم کو مہمل اور مطلق العنان نہیں چھوڑا۔ بالفعل تم سے درگذر کیا۔ بعد اس کے تم سے مواخذہ کریگا۔ گویا تم نے سردست ملوک اور ملوک زادوں پر قبضہ و تسلط کیا ہے۔ میں تم پر ان لوگوں کو بھیجتی ہوں۔ کہ جو نہایت سخت بازو ہیں۔ اور

تلواریں ان کی تیز ہیں۔ اور رد رانہ کرتی ہوں لشکر پر لشکر اور کمک پر کمک کہ وہ تم سے بدلہ لیویں گے اور بندگان مسیح سے عقدہ عار وا کریں گے یعنی ان کو جو تم سے مغلوب ہونے کا ننگ و عار ہے۔ اسکا تدارک کریں گے۔ میں وہ نہیں ہوں کہ اپنا قلعہ تمہارے حوالے کردوں۔ پس تم چاہو تو یہاں پر مقام رکھو یا کوچ کر جاؤ۔ والسلام :۔ اس نامہ کو ایک ڈوریں باندھ کر نار بر کے آگے لٹکا دیا۔ اس نے کھول کر عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ انہوں نے جب وہ نامہ پڑھا۔ اور مضمون بھی سمجھ لیا۔ تو فرمایا ہم نے توکل کیا۔ خداوند عز و جل پر اور اپنے کام کو اس کے سپرد کیا۔ اور یہ آیت پڑھی :۔ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ○ یعنی جو کوئی خدا ہی پر توکل و تکیہ کرتا ہے۔ حق تعالیٰ اس کے لئے کافی یعنی اس کی قضائے حوائج[1] کے واسطے بس ہے۔ کیوں کہ حق تعالیٰ۔ بالضرور اپنے امر کو بالغ و کامل کرنے والا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے واسطے ایک مقدار مقرر کی ہے۔

روایت ہے کہ عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ اس بات پر آمادہ ہوئے کہ شہر آمد پر خود تاخت کریں۔ اور ایک دستہ سواروں کا بھی تاخت و تاراج کے واسطے شہرہائے ہناج و میافارقین پر بھیجا جاتے۔ اسی عرصہ میں صدائے ناقوس گوش زد ہوئی تو عیاض رضؓ نے کہا تم جانتے ہو۔ یہ ناقوس کیا کہتا ہے۔ لوگوں نے کہا کیا کہتا ہے۔ عیاض رضؓ نے کہا۔ یہ کہتا ہے کہ جس وقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے برادر عم زاد علی کرم اللہ وجہہ کو معہ ایک جماعت مسلمین کے اطراف و جوانب تبوک پر تاخت و تاراج کرنیکے واسطے بھیجا۔ گذر ان کا ایک راہب کے دیر میں ہوا۔ وہ راہب

[1] قضائے حوائج :۔ حاجتوں کو پورا کرنا۔

ناقوس میں لکھا تھا علی کرم اللہ وجہہٗ نے جواب دیا اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں. یا علی یا تم جانتے ہو. تو علی رضی اللہ عنہٗ نے کہا. اکہ یہ ناقوس کہتا ہے :۔ مَهْلاً مَهْلاً يَا بَنِيَ الدُّنْيَا مَهْلاً مَهْلاً اِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اَغْوَتْنَا وَاسْتَهْوَتْنَا وَاشْتَغَلَتْنَا غَدًا اَنُوْي مَامِنْ يَوْمٍ يَمْضِيْ عَنَّا اِلَّا اَلْنَا اَزْ عَلَيْنَا يَا بَنِيَّ الدُّنْيَا شَرْطًا مَامِنْ يَوْمٍ يَمْضِيْ عَنَّا اِلَّا اَثْقَلَ ظَهْرَ اُمَّتِنَا مَامِنْ يَوْمٍ يَمْضِيْ مِنَّا اِلَّا اَمَادَنَا جَهْلاً قَدْ ضَيَّعْنَا دَارَ الْبَقٰى وَاسْتَوْطَنَّا دَارَ الْفَنٰى :۔ یعنی اے دنیا زاد وجلدی نہ کرو ۔ سمجھ بوجھ کر تامل کام کرو. کیوں کہ دنیا ہم کو اغوا کرتی ہے. اور فریب میں ڈالتی ہے. اور ہم کو اپنے امور میں مشغول کرتی ہے. کل ہم دیکھیں گے. یعنی قیامت میں جو کچھ دیکھنا ہے دیکھیں گے. کوئی دن ہم سے نہیں گذرتا مگر کہ یہ کہ ہماری بھلائی کا ہوتا ہے. یا ہماری برائی کا. اے دنیا کے بچو. اپنے امور کو جمع رکھو. اے دنیا واظ. اپنے کاموں میں مستعد آمادہ رہو. اور جو روز ہم گذرتا ہے. وہ ہماری پیٹھ باز گناہ سے بوجھل کرتا ہے. اور کوئی زمانہ ہم پر نہیں گذرتا مگر یہ کہ ہماری غفلت و نادانی میں بسر ہوتا ہے. یہاں تک کہ ہم دار البقا[۱] کو ضائع کرتے ہیں. اور دار الفنا[۲] کو اپنا وطن جانتے ہیں. یہ باتیں سُن کر اصحاب رضی اللہ عنہم نے کہا اے فرزند عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا یہ باتیں نصرانی جانتے ہیں. علی رضی اللہ عنہم نے کہا ان باتوں کو سوائے نبی اور صدیقین رضی اللہ عنہم کے کوئی نہیں جانتا. روایت کی ربیع سلیمان نے موسےٰ ابن عامر سے اور اس نے اپنے جد سے کہ اس کے جد نے اس پر یہ روایت پڑھی تھی. مقام حضرا میں جو مضافات[۳]

۱۔ آخرت ۔ ۲۔ مراد دنیا ہے ۱۲ ۳۔ مضافات ۔ منسوب

عسقلان[1] سے ہے۔

عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے شہر آمد پر چار ماہ قیام کیا بعد ازاں حکم بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام جنود و لشکر سے باہر نکل کر عیاض سے اجازت طلب کی کہ میا فارقین پر حملہ کرے اور دوڑ مارے۔ چنانچہ عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اجازت دی تو اس نے مہاجرین و انصار میں سو صحابہ کو اپنے ہمراہ لیا۔ اور وہ لوگ نماز ظہر کے بعد روانہ ہوئے۔ دجلہ کے پار اُتر کر چلے تو ان کے واسطے طے الارض ہوا۔ یعنی زمین سمٹی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ لوگ تھوڑی ہی رات گزری تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ میا فارقین میں پہنچ گئے۔ اور اس کو گھیر لیا۔ اس بُرج کی حد تک پہنچے جو معروف بہ بُرج شاہ تھا۔ اس وقت حکم بن ہشام نے کہا میں خدا تعالیٰ سے آرزو رکھتا ہوں۔ کاش یہ شہر میرے ہاتھ بلا قتال فتح ہو جائے۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی ان کا یہ کلام ختم نہیں ہوا تھا (یعنی حکم بن ہشام کی بات ابھی پوری ادا نہیں ہوئی تھی) کہ دفعتاً ایک بُرج کے احاطے کا ایک دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور ناگاہ یہ سب اندر گھس گئے۔ اس وقت اہل شہر وسط شہر سے بڑے کنیسے تک جو معروف بہ بیعہ مار تھا۔ راستہ صاف کرتے تھے۔ اس واسطے کہ اس شب کو نصاریٰ کے یہاں عید تھی اور اس کے علاوہ جب وہ

---

[1] شہر کا نام ہے۔

لوگ نماز کے لئے متوجہ ہوئے تو دیکھا باب بیعہ پر اہلِ اسلام نازل ہیں۔ تب وہ شور و غوغا کرنے لگے۔ اور لوگوں نے ان کا شور و غوغا سُنا۔ یہاں تک کہ صاحب[1] بلد جس کا نام اسلاعورس تھا یہ غل سُنکر آیا اور دیکھ کر بولا تم لوگ کون ہو؟ حکم رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہم ہیں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے۔ اس نے کہا تم اپنے لشکر سے کب چلے۔ کہا۔ بعد نماز ظہر۔ اس نے کہا کہ ہمارے شہر کا پھاٹک تمہارے واسطے کس نے کھول دیا ہے۔ جس کے ہاتھ میں جمیع اُمور کی کُنجیاں ہیں۔ اس نے کہا تم نے ہمارا کچھ باک نہیں کیا۔ تو حکمؓ نے کہا ہم کو کیا خوف ہے۔ مخلوق کہ نہ وہ ضرر پہنچا سکتے ہیں نہ نفع بلکہ وہ زیر فرمان حکم الٰہی کے ہیں۔ کیوں کہ حق تعالےٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ یعنی اے ایمان والو تم کافروں سے نہ ڈرو اگر تم مومن ہو پس مجھی سے ڈرتے رہو۔ تب اسلاعورس نے کہا کہ وہ تمہارا دین حادث[2] و جدید ہے اور ہمارا دین قدیم و مدید[3] ہے اور قدیم کو محدث[4] پر فضیلت ہے۔ حکمؓ نے کہا اگر تیرا یہ قول حق ہے تو تفضیل ابلیس کی آدم علیہ السلام پر لازم آتی ہے۔ اس لئے کہ ابلیس قدیم تر ہے۔ آدم سے

---

[1] شہر کا مالک [2] نو پیدا دنیا [3] پُرانا [4] نئے

کہا۔ کیا تجھ کو معلوم نہیں ہوا کہ طینت آدم علیہ السلام یعنی مادہ آدم علیہ السلام کا بصورت مشکوٰۃ[1] تھا۔ چناں چہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ حق تعالےٰ جس کا قلب[2] اسلام کے واسطے کشادہ کرتا ہے۔ وہ اپنے پروردگار کے نور کرامت سے منور رہتا ہے۔ چنانچہ اس مشکوٰۃ میں بوقت جلوہ گری یعنی ہنگام نفخ روح[3] کے نور اس قلب کا روشن ہوا اور مرتبہ انقادر پر استقلال اور عروج[4] کیا۔ جب ابلیس نے دیکھا تو وہ چوں کہ اپنے پیراہن عبودیت و بندگی کو دھو کے توحید سفید جانتا تھا۔ وہ اس کو شرک سے سیاہ نظر آیا۔ پس سرف اصلی و قدیمی اس کی صفت وقت و لصورت مال کی نمودار ہوئی۔ بقولہ تعالےٰ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ابلیس اپنی اصلی خلقت میں زمرۂ کافرین سے تھا۔ یعنی درحقیقت وہ مسالک طریق شرک اور زیر سایہ اجہل ناعاقبت اندیش تھا قطع منازل عبادت العجب دریا کرتا تھا۔ واقع میں وہ مشاہدہ جمال و جلال سے عالم نابینائی میں تھا پس جس وقت نورِ الٰہی مشکوٰۃ ہدایت سے منور ہوا تو اس نے اپنا منہ آگ بھڑکایا یعنی اس نور سے طلب نارگی اور اس سے اخذ آتش کیا اس کا مفاد یہ مفہوم ہوا وَاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ تحقیق تجھ پر میری

---

[1] چراغ دان۔ حدیث شریف کی ایک کتاب کا نام بھی ہے یعنی مشکوٰۃ المصابیح
[2] دل [3] روح پھونکنا [4] ترقی بلندی

لعنت اور میری رحمت سے تیرے لئے دوری ہے اور اصل آدم علیہ السلام کی یہ ہے کہ جب اس نے جو طلب میں بھی آشیانہ پائیگاہ بشریت[1] سے ببازوئے ہمت و قصد کے پرواز کر کے حیطہٴ انسانیت[2] سے تجاوز کیا۔ یہاں تک کہ نار محنت[3] و آتش آلام سے قریب ہوا تو انوار الٰہیہ نے اس سے ہی مفارقت کی اور بازو اس کی اصطفائیت و برگزیدگی کا ٹوٹ گیا۔ اور طائر اس کی بلند پروازی اور ترقی کا سست ہو گیا۔ تو دام میں وعصیٰ آدم ربہ کے گر پڑا یعنی آدم نے اپنے پروردگار کا گناہ کیا پھر جب وہ بھی وادی محبت میں سرگرداں ہوا اور ابرہائے محنت و اندوہ نے پے در پے اس پر ہجوم کیا اور برق اِھبطا کا تازیانہ لگا۔ اِھبطا یعنی آدم علیہ السلام اور اے حوا تم دونوں باغ جنت سے اتر کے دنیا میں جاؤ۔ پھر جب آدم علیہ السلام صحرائے کربات[4] میں آنکلے تو یکایک آیت بشارت[5] دینے والی ان کی برگزیدگی کی ان سے آکر لپٹ گئی یعنی آملی کہ پھر پروردگار نے ان کو اپنا برگزیدہ کیا فتاب علیہ یعنی حق تعالےٰ اس پر متوجہ ہوا اور توبہ و انابت ان کی قبول کی غرضیکہ اسلا عورس نے ان صحابہ کو حکم دیا کہ ببیعہ میں داخل ہوں اس وقت حکم بن ہشام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم تمہارے ببیعہ میں جا کر کیا کریں۔ اس نے کہا کہ اس کے اندر جا کے تم اپنے

---

[1] بشریت۔ آدمیت [2] محنت کی آگ [3] تکلیفات [4] خوشخبری ۱۲

پروردگار کا ذکر کرو یعنی نماز پڑھو حکمؓ نے کہا کہ ہم لوگ ایسے نہیں ہیں کہ واسطے ذکر اپنے پروردگار کے بلائے جائیں تو پھر اس سے تاخیر کریں۔ آخر صحابہؓ نے اپنے گھوڑے باندھ دیئے اور بیعہ میں داخل ہوئے اور اسلاعورس کا ارادہ صحابہؓ کو بیعہ کے اندر لے جانے کا یہ تھا کہ آرائش بیعہ کی نمائش کرا دے اس واسطے کہ اس کے اندر ملمع و زرنگاری کی بڑی تیاری کی تھی اور شبیہ بیت المقدس کی کھنچوائی تھی اور صخرہ اور سلسلہ بیت المقدس کا بطور تبرک کے رکھا تھا اور محراب داؤد اور گہوارہ عیسے کا بنایا تھا۔ تصویر مسیح و مریم علیہما السلام کی لکھی تھی۔ پھر جس وقت اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیعہ میں داخل ہوئے اور اس میں یہ تماشا دیکھا تو حکمؓ بن ہشام نے یہ آیت پڑھی۔ وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی حق تعالےٰ نے فرمایا اے عیسےٰ بن مریم کیا لوگوں سے تم نے کہہ دیا ہے کہ تم لوگ مجھ کو اور میری والدہ کو سوائے خدائے واحد کے دوسرے اور دو خدا جھو۔ چنانچہ اس آیت کو باواز بلند پڑھا اور کہا واللہ یہ سب کوئی چیز نہیں بلکہ ہمارا قول سوائے اس کے نہیں ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

ا؎ مانند ۲؎ پتھر ۳؎ زنجیر ۴؎ پنگھوڑا ۵؎ نہیں کوئی معبود مگر اللہ ایک ہے اور نہیں کوئی شریک اس کا اور شہادت دیتا ہوں میں بیشک محمد رسول اللہ بندے اس کے اور رسول اس کے ہیں

روایت ہے کہ ان کی اس صدا[1] سے بیعہ زلزلہ میں آیا اور اس قوم کو گھبرا دیا۔ قندیلیں ایک دوسری سے ٹکرا گئیں اس کا مجاور ایک شیخ کہ وہ سب دینوں کا اور شرلیعتوں کا عالم عبدالمسیح نام تھا۔ جب اس نے یہ تمام خرابیاں بیعہ اور قندیلوں کی دیکھیں تو اس کے چہرے پر عبرت اور ساری قوم پر جو اس کے اندر تھی ہیبت غالب ہوئی تو ان سب نے اپنے مالک سے کہا کہ تو نے ہماری ہلاکت کا ارادہ کیا ہے۔ اس وجہ سے کہ تو نے عرب والوں کو اندرون بیعہ کے ہم پر داخل کیا ہے۔ آیا تو نہیں دیکھتا کہ ان لوگوں کا یہاں آنا گویا مسیح کا ہی غضب ہم پر ہوا ہے۔ تب اس رئیس نصاریٰ نے کہا کہ قسم ہے مسیح کی جو سمجھتے ہو۔ ایسا نہیں۔ بلکہ کام ان کا توحید خدا اور ذکر نبی کا ہے چنانچہ معجزہ ان کے نبی کا تم پر ظاہر ہوا اور تم نے اس کو دیکھ لیا۔ وائے تم پر پھاٹک خود بخود ان کے لئے کھل گیا۔ اور وہ ہم پر آ پہنچے۔ پھر جبکہ وہ داخل ہوئے تو کیوں کر بیعہ جنبش[2] میں نہ آوے۔ اور وہ قندیلیں نہ ٹکراویں۔ جو کچھ میں نے باتیں کیں پہلے میں شک میں تھا اب میں مژدہ[3] دیتا ہوں اس شخص کو جو ان کے دین پر ہو۔ یہ شخص خادم بیت المقدس کا تھا۔ جس روز بیت المقدس حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ یہ خادم بیت المقدس میں موجود تھا۔ اور اس نے ان برکات کو جو اندرون درس

[1] آواز [2] حرکت [3] خوش خبری

کے تھے۔ یہ آواز سُنی کہ یہ یعنی عمر رضی اللہ عنہ، وُہ شخص ہے کہ طول و عرض میں فتح کریگا۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم وُہ ہیں کہ جن کی بشارت[1] مسیح ابن مریم نے دی ہے۔ اسی زمانے میں ایک شخص نے اس خادم سے سوال کیا کہ میں نے مسلمانوں کو دیکھا وُہ صخرہ بیت المقدس کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ اور اس پر جو عیسٰے علیہ السلام کا قدم بنا ہے۔ بوسے دیتے ہیں۔ ہم مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ قدم چومتے ہیں۔ تب خادم نے کہا۔ اے فرزند ہم کہتے ہیں کہ وُہ قدم مسیحؑ کا ہے۔ حالانکہ وُہ قدم انہیں کے محمدؐ بن عبداللہ کا ہے جبکہ اس نے واسطے معراج کے طرف آسمان کی عروج[2] کیا تھا۔ تب لوگوں نے پوچھا کیا ایسا ہُوا تھا وُہ عروج اس کو پہنچا ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں سچ ہے مکّہ سے اس کو بیت المقدس تک سیر کرائی گئی اور وہاں اس نے سب نبیوں کو نماز پڑھائی پھر وہاں سے اس نے طرف آسمان کے سیر فرمائی۔

ذکرِ معراج شریف سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کیفیت اس سیر کی حکمؓ نے اس طرح فرمائی۔ کہ جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت دینی سے نفوس مردم،

---

[1] خوش خبری [2] ترقی بلندی ۱۲

مستبشر[1] ہوئے۔ خبر رسالت اور کمالات ان کے مشہور آفاق ہوئے انوار جمال نے عالم کو منور کیا اور ارادہ باری تعالےٰ ہوا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قربت قاب قوسین سے تمام اہل کونین پر اشرف اور افضل کرے۔ پس تمام عالم سکوت میں ندا دی گئی۔ کہ اب تم درستی اپنے احوال و عمال کی کرلو۔ اور تہذیب و آداب سے آراستہ ہو جاؤ۔ کیوں کہ یہ شب قرب حضوری کی ہے۔ یہ شب آزادی کی ہے۔ جہنم سے یہ شب بھی شادمانی و سرور کی ہے۔

یہ شب معراج ہے اے فرشتو زد بان[3] پیغمبری کا لگاؤ اور کرہ و کریوہائے[4] ہائلہ کو ہموار کردو اور پائے گاہ آداب پر مؤدب کھڑے رہو اے جبرائیل علیہ السلام جنتوں کو آراستہ کر حوروں اور غلمانوں کو یہ زیب و زینت جلوہ دے۔ امّ ہانی[5] کے گھر میں نازل ہو کہ ہمارے حبیب کو بیدار کر اور براق[6] پر سوار کر کہ ہم اپنی آیات و نشانیاں اس کو مشاہدہ کرا دیں چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے وہ مرکب[7] اپنے ہمراہ لیا۔ جس کی خلقت عجیب اور صفت غریب تھی۔ اور لگام جمالا تقرب سے اور اس کا زین سازِ حب سے تھا۔ جبرائیل نے اس براق کو میدان کون و مکان میں نکالا

---

[1] خوش خبر [2] کنایہ [3] سیڑھی [4] خوفناک ٹیلے [5] ام ہانی ابو طالب کی بیٹی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن کا نام جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد بہن تھیں (خیر ونری) عینی شرح ہدایہ ۱۵۲ میں آپ کا نام فاختہ یا ہندیہ فاطمہ لکھا ہے (محمد رشید عفا اللہ عنہ) [6] چمکدار چیز۔ یہ جانور خچر سے بڑا گدھے سے چھوٹا تھا۔ [7] سواری

میں نکالا اور بتلاوت اس آیت کی ندا دیتے ہیں ؎ سُبْحَانَ الَّذِی
اَسریٰ بعبدہ یعنی سزاوار تسبیح وُہ خُدا ہے جو اپنے
بندے کو سیر و مشاہدہ اپنی آیات کا کراتا ہے
چنانچہ جبرائیل علیہ السلام اس مرکب کو لے کر دروازے
پر اس شہسوار عرصہ رسالت کے کھڑے ہوئے اور بعد رفع
حجاب[1] اسرار کے حضرت کو دیکھا کہ وُہ اپنی عبادات میں۔
بحورِ معبود مائل ہیں۔ اور اشتیاق نے بجون و نارکو
دبا ہے اور آرزومندی سے دروما رہیں۔ پس سجائل
انور معاف سے اُن پر نور افشاں ہوئے۔ اور وفائے
وعدہ سے مژدہ رساں ہوئے۔ اور کہا یَآ اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ
یعنی اے چادر پیچیدہ اے گلیم[2] پوش اپنے قدم ہمّت پر
کھڑا ہو۔ کمربند ہمّت کو چست کر اور سوار ہو کر طرف
آسمان کی صعود[3] کر اور معراج قرب اور اوج ترقی پر
عروج کر۔ یہ سُن کر سیّد عالم جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے
اور مرکب تحیّت و سلام پہ سوار ہوئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے بالائے
ابر چڑھا لیا۔ اور خانہ کعبہ سے لے چلے۔ اسوقت ذکر خدا جلیس
تھا۔ یاخدا انیس و شوق اس کا رہبر تھا جبرائیل خلیل تھے۔ جب دائرہ
قدس[4] میں داخل ہوئے اور زیر مسجد اقصےٰ پہنچے تو وہاں بھی ارواح
انبیاء علیہم السلام بہ لباس انوار حاضر ہوئے بہ سلام

[1] پردہ اُٹھانا [2] گودڑی پہنے ہوئے [3] چڑھائی [4] انبیاء علیہم السلام کی رُوحیں انکی شکلوں کے ساتھ متشکل
کرکے دکھائی گئیں سوائے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے کہ وہ اپنے جسد عنصری کیساتھ حضور نے دیکھے کیونکہ آپ آسمان پر ہیں اور

(باقی بر صفحہ ۲۵)

وتحیت پیش آئے اور روبرو جلوہ گرا ہوئے بصلوٰۃ و درود
ثنا خوانی کرنے لگے۔ اور ہر ایک نے وصف اپنی اپنی منزلت
اور ذکر اپنی اپنی فضیلت کا شروع کیا۔ چنانچہ پہلے حضرت آدمؑ
نے بیان کیا۔ کہ حمد ہے اس خدا کی جس نے مجھے اپنے دست
قدرت سے خلق کیا اور روح امر اپنا دمیارہ کیا ملائکہ
کو میرے لئے سجدہ کا حکم کیا اور دار کرامت میں مجھے ساکن
کیا۔ حضرت ادریسؑ نے کہا حمد کرتا ہوں۔ میں اس خدا کی
جس نے میرے تئیں مکان برتر پہ مرتفع[1] کیا۔ مقام نورانی میں
مجھے جگہ دی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا میں شکر گذار
ہوں۔ اس پروردگار کا جس نے مجھے قوم ظالمین سے نجات
بخشی اور مومنوں کا باپ مقرر کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے کہا کہ میں حمد کرتا ہوں اس پروردگار کا جس نے مجھ کو اپنا
خلیل فرمایا اور مجھ پر نار کو خنک و گوارا کیا۔ یعنی آتش کو گل زار
کر دیا۔ اور میری زوجہ جو بانجھ تھی اس کی اصلاح کی حضرت
موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ سپاس بے قیاس ہے۔ اس
خالق کا جس نے مجھے نو آیاتِ بینات یعنی نشانیاں روشن عطا
کیں۔ اور میرے واسطے لوحوں میں ہر چیز کا وعظ اور
پند لکھا۔ اور ہر شے کو بہ تفصیل بیان کیا۔ اور فرعون میرے
دشمن کو ہلاک کیا۔ اور میری قوم کو اس کے ہاتھ سے بچایا اور

(بقایا حاشیہ ص۲۴) ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ میں یونہی لکھا ہے اور مشکوٰۃ مجتبائی ص۵۲۷ کے حاشیہ بالموضع
میں بھی یونہی ہے لہٰذا اہل اسلام ایسے لوگوں کے خیالات سے بچیں کہ وہ کہتے ہیں۔ وہیں تھیں جن میں حضرت
عیسےٰ علیہ السلام کی بھی روح تھی۔ [1] مرتفع۔ بلند۔ [2] شمعدان

میرے لئے دریا کو شگافتہ کیا۔ اور مجھ سے بطور تکلم کلام کیا اور فرمایا حضرت سلیمان بن داؤدؑ نے میں شکر کرتا ہوں۔ اس خداوند کا جس نے تمام انس و جان کو میرا مطیع کیا۔ اور طیور و ہوا کو میرے مسخر کیا۔ دیسی کسی کے واسطے شایاں نہ ہوئی اور حضرت عیسےؑ نے فرمایا۔ کہ ستائیش ہے۔ اس خداوند کی جس نے مجھے گندگی نطفہ سے پیدا نہیں کیا۔ اور اس نے میرے لئے مُردہ کو زندہ کیا۔ یعنی مجھ سے مُردہ کو زندہ کرایا۔ اور میرے واسطے کوڑھی مادر زاد اور سفید بدن کو اچھا کیا۔ یعنی عوارض و امراض کو میرے ہاتھ سے اچھا اور درست کرایا۔ پھر جس وقت ان جملہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی کرامتوں کا فخر کیا اس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ حمد ہے خدائے عزوجل کا کہ اس نے مجھ کو لپنے لب لباب انور سے پیدا کیا۔ اور میری اور میری قدر و منزلت کو زمین اور آسمان میں بلند کر دیا۔ اور میرے نام کو اپنی ساق عرش پر لکھا۔ اور میرے نام کو اپنے نام سے مقرون کیا۔ اور میرے ذکر کو معالم و مقام قدس

سلہ پھاڑتا ہوا سلہ پرندے سلہ بیماریوں سلہ نبی کی نبوت سے پیش تر جو کام یا بات خلاف عادت ظاہر ہو اس کو ارہاص کہتے ہیں۔ اور نبی کے ہاتھ پر نبوت کے دعوی کیساتھ وہی امر معجزہ کہلاتا ہے اور ولی سے جو کام یا بات خلاف عادت ظاہر ہو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اور جو بات مومن سے ہو۔ اس کو معونت کہتے ہیں اور جو کافر یا فاسق سے اس کے دعوی کے مطابق ہو اسے استدراج کہتے ہیں جو اس کے خلاف ہو اسے اہانت کہتے ہیں ۔۔۔

مصطفےٰ کیا اور میرے سینے کو کشادہ کیا اور میرے امر کو مجھ پر آسان کیا اور میری قدر افزائی کی اور میرے گناہ گذشتہ و آیندہ کی آمرزش فرمائی اور کفار کے سر پر مجھ کو مؤید کیا۔ اور میرے ساتھ رعب اور دبدبہ کے مبعوث کیا۔ اور دین حنیف کا مجھے رسول کیا۔ اور مجھے منصور و مظفر کیا اور میری امت کو بہترین امت کیا۔ اور میری اطاعت تمام عرب و عجم پر فرض کی۔ اور تمام روئے زمین میرے واسطے مسجد قرار دی اور خاک میرے واسطے پاک اور مطہر کرنے والی کر دی اور مجھ کو روز قیامت میری امت کا شفیع بنایا اور میری شریعت سے تمام شرائع کو منسوخ کر ڈالا۔ اور ساری امت سابقہ کو میری شفاعت میں داخل کیا اور کعبہ کو میرا قبلہ گردانا۔

میرے بعد مجھ کو میری امت کی صلواۃ کا شنوا کیا۔ یعنی میں ان کی صلواۃ کو سنا کروں گا۔ کہ روز قیامت میں ان کی شہادت ادا کرونگا اور حق تعالےٰ نے مجھ کو شاہد کل کا گردانا۔

میری امت کو شاہد اوپر منکرین اور ظالمین کے کیا ہے۔ میرے نام کو سائر افلاک پر لکھا ہے۔ اور حق جل و جلالہ نے فرمایا ہے۔ انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا یعنی ہم نے تجھ کو تمام خلق پر مشاہد کیا اور

لہ اعلیٰ حضرت مجدد مانہ حاضرنے اس کا ترجمہ قرآن کریم میں ہر جگہ یعنی کہ سورہ فتح۔ احزاب اور سورہ مزمل میں حاضر و ناظر کیا ہے۔ جو بالکل بجا درست ہے۔ شاہد وہی ہو سکتا ہے جس کو حال معلوم ہو مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ میں سارے جہان کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو ؞ لہٰذا آپ حاضر ناظر ہیں ۱۲ ابو رشید عفی عنہ

مژدہ دینے والا۔ اور ڈرانے والا بھیجا ہے ؂
روئیت ہے کہ جس وقت اسلاعورس حاکم میارفاقین نے حکم بن ہشام رضی اللہ عنہ سے یہ سارا کلام سُنا تو کہنے لگا واللہ تمہارے دین میں کچھ شک نہیں ہے ؂
بے شبہ تم حق پر ہو۔ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیت المقدس میں اسلام لایا تھا۔ اور بعد ازاں میں اس شہر میں آیا تھا۔ اور اس کا جو والی تھا جب وُہ مر گیا تو پھر اس کے بعد میں والی ولائیت بنا اور پھر میں نے اپنے دین اوّل کی طرف رجوع کی۔ اور اب میں نے توبہ کی اور تمہارے دین میں آیا۔ تو کیا ہو سکتا ہے۔ کہ حق تعالےٰ مجھے قبول کرے گا۔ اور باوجودیکہ میں نے ارتکاب گناہوں کا کیا۔ تب حکم نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایک روز آپ اصحابوں سے فرماتے ہیں۔ کہ آدمی کس چیز سے خوش ہوتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی اپنے اہل سے یہ سُن کر رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کچھ خاموش رہے اور اصحاب چپ رہے پھر فرمایا۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں۔ آدم زادہ اس بات سے شادمان[۵] نہیں ہوتا۔ بلکہ جس وقت وُہ کسی راہگذر میں ہو۔ اور اس کے پاس اس کا شتر سواری کا بھی ہو اور اس پر زاد راہ اور پانی اور اس کے آرام اور نفع کی چیزیں بار ہوویں پھر جس وقت اس کا کسی

۵ شادمان۔ خوشی

ایسے راہ پر گذر ہوا اس وقت اس پر شدت تمازت[1] آفتاب کی بہت ہو وہ کہیں سایہ میں جاکر اپنے ناقے سے اتر پڑے اور اپنے بازو کا تکیہ لگا کے سو رہے۔ اور اس کے بعد وہ بیدار ہو جاتے اور دیکھے کہ ناقہ اس کا جاتا رہا۔ یعنی گم ہو گیا۔ اور اس پر اس کا کھانا پانی اور سفر خرچ تھا۔ اور اس کے فایدے کی چیزیں تھیں۔ آخر اس کی طلب اور تلاش میں نکلا۔ اور چپ و راست ڈھونڈتا پھرا۔ مگر دستیاب نہ ہوا۔

تب وہ اسی مقام پر جہاں سے اونٹ گم ہوا تھا پھر پھرا اور اپنی موت کا اس کو یقین ہو گیا۔ اس کے بعد پھر وہاں وہ سو رہا۔ تو بعد ازاں جب وہ پھر بیدار ہوا۔ ناگاہ اس نے اپنا ناقہ معہ مال کے ویسا ہی پایا۔ اور اس کی مہار تھام لی۔ اس کے بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس شخص کو اپنا زاد اور راحلہ[2] پانے سے جیسے خوشی ہوتی۔ اس سے زیادہ حق تعالے بندہ مومن کے توبہ کرنے سے خوش ہوتا ہے۔

جب اسلاعورس نے یہ کلام حکم بن ہشام رضی اللہ تعالے عنہ کا سنا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور پھر ان سب صحابہ کو اپنے دار الامارۃ میں لے گیا۔ اور ان سے کہنے لگا۔ واللہ حق ثابت ہوا۔ اور صدق

[1] گرمی [2] شتر [3] سواری ۱۲

ظاہر ہو گیا۔ غرض کہ وہ اسلام لایا۔ اور اسلام اس کا بہت خوب اور پسندیدہ ہو گیا پھر اس نے اپنی جماعت کو طلب کیا اور اپنے اسلام سے اس کو خبر دی اور کہا کہ جو کچھ میں اپنی ذات خاص سے پسند کرتا ہوں۔ وہی تمہارے واسطے بھی چاہتا ہوں بیشک دین ان لوگوں کا برتر ہے۔ اس پر کوئی دین غالب نہیں پس جو جو تم میں سے اسلام لاوے گا۔ وہ دنیا و آخرت دونوں جگہ امن و امان پاوے گا۔ اور یہ لوگ جب شہر آمد میں داخل ہوئے تو کچھ شک نہیں۔ کہ تمام دیار بکر انہیں کا ہے۔ اس صورت میں جو کوئی ان کی مخالفت اور نافرمانی کرے گا۔ بالضرور اس کا شہر لوٹ لیں گے۔ اور اس کے اہل و اطفال کو بندی کر لیں گے۔ اور بندگی میں لینگے۔ پھر اگر تم بھی اسلام لاؤ تو تم اپنی جان و مال و بلاد سے امین رہو گے تب ان سب نے جواب دیا اے صاحب و مالک ہمارے ہم کو تین دن کی مہلت دیجئے تاکہ ہم فکر و مشورہ کریں ہمارے حق میں کیا مناسب و مصلحت ہے۔ چنانچہ اسلاعورس نے ان کو رخصت کیا۔ اور وہ سب اس کے پاس سے واپس آئے پھر جب رات ہوئی تو سب جمع ہوئے اور آپس میں انہوں نے حلف و عہد کیا کہ ہم دین عرب کا قبول نہیں کریں گے۔ اور اگرچہ وہ ہم سب کو مار ڈالیں۔ پس چاہیئے کہ جنگ پر صبر اور استقامت کرو پھر تین دن گذر گئے۔ تو اسلاعورس نے ان کو طلب کیا۔ تو ان میں سے تھوڑے سے لوگ آئے اور باقی نہ آئے اور خبرداروں نے اسلاعورس کو ان کے عزم[۳] ارادے پر خبر دی

ا بال بچے ۲ قسم ۳ ارادہ ۱۲

آخر اہل شہر مسلح ہو کر اس سے لڑنے کو آئے تب اسلاعورس بھی اپنی جماعت کو ہمراہ لے کر ان سے لڑنے کے لئے نکلا اور اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس کے ساتھ تھے۔ یہاں تک کہ جنگ شدید واقع ہوئی جب رات ہوئی تو پھر اسلاعورس نے اصحابہ سے کہا کسی کو اپنے امیر کے پاس بہت جلد روانہ کرو۔ کہ وہ ہم لوگوں کے واسطے کمک و مدد بھیجے آخر ان صحابہ میں سے ایک کو روانہ کیا۔ وہ شہر سے ابھی تھوڑی دور نہ گیا تھا۔ کہ صدائے سم اسپاں سنکر متحیر ہوا۔ پھر جب ان سے ملا تو وہ سب لشکر اسلام کے پانسو سوار تھے۔ اور افسران پر عتبہ بن عدی رضی اللہ عنہ تھے ان سواروں کے آنے کا یہ باعث تھا۔ کہ عیاض بن غنم نے اپنے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ آپ نے فتحہ میارفاقین اور ماجرا اہل شہر کا ارشاد کیا۔ اور بنابر روانگی لشکر کے حکم فرمایا کہ جب عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ خواب سے بیدار ہوئے تو عتبہ بن عدی کو پانسو سوار کے ساتھ روانہ کیا۔ اور بحکم خدائے عزوجل طے الارض ہوا یعنی زمین ایسی سمٹ گئی کہ لوگ اسی رات میافارقین میں پہنچ گئے۔ تب وہ صحابی جو بطلب ان کے جاتا تھا۔ ان سب سواروں کو خفیہ دروازے کی طرف لایا۔ وہاں پر کچھ لوگ جو برائے حفاظت مقرر تھے۔ اس صحابی نے ان کو آواز دی ؛

انہوں نے دروازہ کھول دیا اور سب سوار اندر داخل ہوئے

۱؎ حیران ۲؎ زمین کا سمٹنا۔ یہ ایک کرامت ہے جو اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو دیتا ہے کہ دور دراز کا فاصلہ تھوڑے وقت میں طے کر لیتے ہیں۔ ان کے لئے زمین سمٹی جاتی ہے۔ ۱۲

اور پوچھا کہ ہمارے آنے کی خبر تم کو کس نے دی۔ تب صاحب شہر اسلاعورس نے کہا کہ تمہاری خبر مجھ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ جب اہل شہر کے قتل سے میرا دل تنگ ہوا۔ اور میں سویا۔ تو میں نے حضرت کے وجود باجود کو خواب میں دیکھا وہ تمہارے آنے کی خوش خبری مجھ سے فرماتے تھے۔ غرض کہ جب یہ سب پہنچ گئے اور قتال شہر کے واسطے آمادہ ہوئے تو مسلمانوں نے اہل شہر کو پکارا اور کہا کہ اے دشمنان خدا بہ تحقیق تم پر بلا کی اتر چکی ہے۔ کہ تم کو اصحاب منتخاب نے گھیر لیا ہے اور تم کو تلواروں کے آگے دھر لیا ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ اپنے گھروں کو بھاگے اور اپنے مکانوں میں جا گھسے۔ اور دروازے خوب بند کر لئے۔ اس لئے ان کو یقین ہو گیا کہ نزول اس بلا کا ہو گا۔ جس کی تاب و تحمل انہیں نہ تھی۔ یہاں تک کہ الغیاث[1] اور فریاد پکارنے لگے۔ اور امان مانگنے لگے تب اس وقت اسلاعورس نے کہا کہ جو کوئی ہمارے پاس آجاوے گا وہ امان پاویگا۔ آخر سب حاضر ہوئے۔ تب اصحاب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ بہ تحقیق تم کو امان دی تمہارے مال و جان پر مگر یہ کہ تم اپنے ہتھیار حوالہ کر دو۔ پس انہوں نے اپنے سارے ہتھیار جو جوان کے پاس تھے۔ حوالہ کر دیئے۔ پھر جب کہ اس قوم نے صدق قول صحابہ کا دیکھ لیا۔ تو وہ اسلام لائے مگر کچھ لوگ انہیں سے

---

[1] الغیاث۔ فریاد ۱۲

محروم رہے اور بعد ازاں اس ہیعہ کبیر کا جامع مسجد بنایا اور وہاں صحابہؓ نے تین روز مقام کیا اور اس قوم میں حکم بن ہشام رضی اللہ عنہ کو چھوڑا اور ان کے ساتھ اور دس صحابیؓ مقرر کیے۔ تاکہ وہاں کے لوگوں کو شرائع دین کی تعلیم دیں۔ اور عتبہ بن عدی رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ اور ان سے تمام ماجرا بیان کیا۔ یہ سن کر عیاض رضی اللہ عنہ خوش ہوئے

شہر آمد کی فتح کا بیان

جب کہ اہل آمد نے دروازہ شہر کا نہ کھولا اور نہ ہی مقابلہ کیا تو اس بات سے عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ اور جملہ اصحاب تنگ ہوئے۔ روایت ہے کہ صحابہ پانچ ماہ تک شہر آمد کو گھیرے رہے۔ چناں چہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسا مذکور ہوا کہ آپ المار پر مامور تھے ہر روز سوار ہوتے تھے اور اپنا لشکر شہر آمد کے گرد پھراتے تھے۔ اور جب رات ہوتی تھی تو اپنے مقام پر پھر آتے تھے۔ اور ہمام ان کا غلام ہر شب کو ایک روٹی جو کی پکا کر حجرہ میں رکھ دیتا تھا۔ کہ بعد مراجعتؔ[1] و نماز مغرب اسی روٹی کو کھا لیا کرتے تھے۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ تین دن رات برابر گذرے کچھ نہ

[1] واپس آنا۔

ملا جس سے افطار کرتے۔ تب خالد نے ہمام اپنے غلام سے کہا۔ اے فرزند! کیا تیرے پاس کچھ نہیں ہے۔ کہ تو مجھ کو افطار کرا دے۔ یہ تیسری رات ہے۔ کہ تو نے میرے لئے کچھ نہیں پکایا۔ اس نے کہا۔ اے میرے آقا واللہ میں۔ بدستور ہر شب روٹی پکا کر آپ کے حجرہ میں رکھ دیا کرتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہوتا ہے۔ بلکہ مجھے تو یہی یقین تھا کہ آپ نوش کرتے ہیں۔ چناں چہ جب چوتھی رات آئی تو ہمام نے موافق عادت روٹیاں پکائیں اور حجرے میں رکھ دیں۔ اور وُہ آپ چھپ کر بیٹھا۔ تاکہ دیکھے کہ کون وُہ روٹیاں نکال کر لے جاتا ہے۔ ناگاہ ہمام نے دیکھا کہ ایک کتا شہر کی جانب سے آیا۔ حجرے کے اندر گھسا اور وُہ روٹیاں نکال کر لے چلا۔ تب ہمام اس کے پیچھے لگا۔ کہ کہاں جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کتا اس تالاب سے کہ جس پر خالد رضی اللہ عنہٗ مامور تھے۔ نکل کر طرف دیوار شہر پناہ کے گیا آخر ہمام اس کو چھوڑ کر پھر آیا۔ جب خالد رضی اللہ عنہٗ نماز سے فارغ ہوئے اور افطار طلب کیا۔ اس وقت ہمام نے سارا ماجرا بیان کیا۔ خالد رضی اللہ عنہٗ نے کہا۔ اے ہمام تو بلے مجھے وُہ مقام کہ جہاں کتا روٹی لے گیا ہے دکھا دے۔ تب ہمام خالد رضی اللہ عنہٗ کے آگے ہو لیا۔ اور اس مقام پر لے گیا جہاں وہ کتا کہ روٹی اڑا کر لے گیا تھا۔ جب خالد رضی اللہ نے یہ دیکھا تو

۱؎ کھانا ۲؎ رضی اللہ عنہٗ ۱۲

کہا اللہ اکبر۔ تحقیق حق تعالےٰ نے ہم کو فتح و نصرت بخشی اور پھر وہاں سے پھر آئے۔ اور اپنے اصحاب کو بلا کر یہ قصہ ان سے بیان کیا۔ اور کہا کہ اس تالاب میں ایک منفذ[1] ہے۔ میں اس میں سے اندرون شہر کے داخل ہوں گا۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ تم میں سے سو آدمی اپنی جانوں کو خدا کے لئے فدا کریں۔ اور تم خوب جانتے ہو۔ کہ دنیا مقام صدق ہے۔ اس کے لیے جو اس کو صدق[2] سے بسر کرے۔ اور دنیا امید گاہ ہے۔ جو کچھ چاہے اس سے حاصل کرلے۔ اور دنیا جائے نزول وحی خدا ہے۔ اور مصلےٰ یعنی جائے نماز ملائکہ کی ہے اور مسجد یعنی سجدہ گاہ ہے احبا دوستداروں خدا کی۔ پس اس دنیا کو کھیتی سمجھو۔ حق تعالےٰ ہم پر اور تم پر رحم کرے گا۔ چنانچہ ہمارے اور تمہارے لئے یہ بات ہے کہ جو کوئی اس دنیائے فانی سے زاد آخرت چاہتا ہوں۔ تو چاہیئے کہ وہ تجارت سود مند کو اختیار کرے۔ اور طول مدت کے قریب نہ پڑے۔ یہاں تک تقصیر[3] عمل میں مطمئن اور بے پرواہ ہو جائے گا۔ آگاہ ہو کہ میں نے اپنی جان کو خدا کی راہ کے لئے بیچا۔ اور اس نے مول لے لیا۔ بعد ازاں خالد رضی اللہ عنہ نے آیت پڑھی۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَ اَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ۔ یعنی حق تعالےٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں

[1] سوراخ [2] راستی [3] اعمال کی کمی ۱۲

کو مول لے لیا ہے۔ اور اُن کے مالوں کو قبول کیا ہے۔ بعوض بہانہ سکے اُن کے لیئے جنت ہے پس جو کوئی اپنے تئیں بیچتا ہے۔ اور وُہ چاہتا ہے کہ دلیری اور دلداری کرے۔ اور جس چیز سے وُہ ڈرایا جائے۔ اُس سے ہرگز نہ گھبرا دے۔ کیونکہ ہمارے تمہارے درمیان ہیں وعدہ گاہ عرصہ قیامت ہے موقف[۱] حسرت و ندامت ہے۔ لہذا تم کو لازم ہے کہ اپنے اسلاف کرام[۲] اور دین کی پیروی کرو۔ اور خدا کی برکت اور اُس کی اعانت پر تکیہ کرکے ہی مستعد ہو جاؤ ؎

بعد ازاں خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب میں سے سو جوانوں کو انتخاب کیا۔ اور اُن کو حکم دیا کہ اپنے اپنے ہتھیار لگا دیں اور پھر وُہ سوار ہو کر عیاض بن غنم کے پاس گئے اور اپنے عزم پر اُن کو آگاہ کیا۔ کہ منقد چشمہ سے میں شہر کے اندر داخل ہونے والا ہوں۔ اور تم اپنے ساز و سامان سے تیار ہو کر گوش بر آواز ہو۔ صدائے تکبیر و تہلیل پر انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا الحمدللہ میں تیار ہوں۔ تم جاؤ۔ حق تعالٰے تمہاری اعانت و نصرت کرے اور چاہیے کہ عون[۶] برکت خدا پر توکل کرکے روانہ ہو۔ چنانچہ خالدؓ کو عیاض رضی اللہ عنہ نے وداع کیا تو

---

[۱] کھڑا ہونے کی جگہ [۲] اولین بزرگ آدمی۔ پہلے بزرگ [۳] اعانت بمعنی امداد [۴] تیاری یا تیار ہونا کہیں جانے کو [۵] اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کی آواز [۶] مدد

اپنے اصحاب کے پاس پھر اُن کو مستعد اور تیار پایا تو
تب اُن کے آگے ہوئے۔ حتےٰ کہ آدھی رات کو چشمہ کے
دروازہ پر گئے۔ پس حق تعالےٰ نے[1] بھی جلد سان[2] و دید
بانان دیوار شہر پر نیند غالب[3] و مستولی کردی کیوں کہ اللّٰہ
تعالےٰ نے جب کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے انجام کو
پہنچاتا ہے۔ اور اُس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔

روایت ہے کہ سب سے پہلے اُس چشمہ کی راہ
سے خالدؓ داخل شہر ہوئے۔ اُن کے پیچھے عمر رضی اللّٰہ عنہٗ
بن الاحوص اور حذیفہ بن ثابت رضی اللّٰہ عنہٗ و
عمران بن لبشر تھے۔ اور اسی طرح وہ سب ایک
منفذ و سوراخ میں سے جو چشمے کے اندر تھا داخل
ہو گئے۔ مگر جو اُن میں جسیم اور فربہ تھے وہ گھسنے سے
عاجز رہے۔ اور اپنے حرمان[3] شہادت پر تاسف[4] کرتے
ہوئے واپس آئے۔ چنانچہ اَسّی آدمی اس منفذ سے داخل
شہر ہوئے۔ اور اُن کے جانے کی کسی کو خبر نہ ہوئی۔ لیکن
اُن کے جانے کے بعد اُن لوگوں کے ایک آدمی اُن سے جو
باعث جسامت کے دخول منفذ سے قاصر رہا۔ اُس نے اُسی
سوراخ کے فراخ کرنے کی تدبیر کی اور اُس کو کھود کر کشادہ
کیا۔ آخر وہ باقی آدمی بھی داخل ہو گئے۔ اور اپنے یاروں
کو مل گئے اور درمیان شہر میں پہنچ گئے۔ تو اُن کے پاؤں کی

---

[1] نگہبان [2] غالب [3] محروم [4] افسوس۔ ۱۲

آہٹ سے سوتے ہوئے جاگ اُٹھے۔ اور بیٹھے ہوئے اُٹھ
کھڑے ہوئے۔ تب خالد رضی اللہ عنہ، نے قصد اُن لوگوں
کا کیا۔ جو دیوار پناہ شہر پر دیدبان تھے۔ اُن کو پتھروں کی
مار سے نیچے اتر نے نہ دیا۔ پھر خالد رضی اللہ عنہ، نے اپنے
اصحاب میں سے دس آدمیوں کو باب شہر پر بھیجا۔ کہ وہ
قفل توڑ کر دروازہ کھول دیں۔ اور ادھر عیاض بن غنم
رضی اللہ عنہ، سوار ہو کر لوگوں کو بیدار و ہوشیار و
آمادہ کارزار کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ جس وقت خالد
رضی اللہ عنہ، معہ اپنے لشکر کے باب شہر پر جا پہنچے۔ اُس
کو کھلا ہوا پایا۔ اور اندرون شہر دھنس پڑے اہل شہر
دیوار و برج شہر پناہ کی طرف بھاگے تاکہ اُس پر پناہ لیں
رات بہت تاریک تھی۔ اندھیرے نے ان کو ڈھانپ لیا
تھا۔ چنانچہ کوئی ایسا نہیں تھا جو اپنی خواب گاہ سے اُٹھا
ہو۔ مگر کہ تلوار اُس کے سر کو تن سے اتار لیتی تھی۔ اور جو
کوئی اپنے فرزندان و دلبند سے بچھڑا۔ شمشیر نے اُس کا جگر
چاک اور بند بند جُدا کیا۔ اور خالدؓ بالاتفاق اپنے اصحاب
کے برابر پکار کر تکبیر کہتے ہیں۔ اور اہل آمد کے لئے عالم اسباب
قطع ہو گیا تھا۔ اُن کو عذاب نے گھیرا تھا اسی طرح
جنگ رہی۔ لاش پر لاش گرتی رہی اور مسلمین کے دلوں
کو کشادگی و شگفتگی ہوتی تھی۔ اور مشاغل اُن کے منقطع ہو
گئے۔ اور پھر شجاعان دلیر عرب مرہائے کفار

ٹکراتے تھے اور تلواریں پڑتی تھیں۔ اور نابکاروں کے دل دہلتے تھے۔ اور نامردوں کے بدن تھراتے تھے۔ آنکھوں سے اشک[1] بہتے تھے۔ فریاد کرنے والے کا شور کوئی نہ سنتا تھا۔ اور کوئی کسی کی شفارش نہیں کرتا تھا کوئی منع کرنے والا نہ تھا۔ جو کسی کو باز رکھتا اور کسی سے دفع بلا نہیں کرتا تھا۔ اور کسی کا دل ان پر ترس نہیں کھاتا تھا۔ یہاں تک کہ رات گذری صبح ہونے لگی۔ اور خالد رضی اللہ عنہ، باواز بلند بس بس شور کرتے تھے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اور ضیاء[2] نمودار ہونے لگی۔ اس وقت اہل شہر نے اپنی خرابیوں اور خواریوں کو دیکھ کر طرف دارالامارۃ شاہی کے رجوع کی۔ اور ملکہ مریم کو ڈھونڈنے لگے تو اس کو نہ پایا۔ اور نہ کچھ اس کا پتہ ملا۔ اور سبب اس کے غائب ہو جانے کا یہ ہوا کہ جس وقت اس نے داخلہ صحابہ رض کا اندرون شہر کے سُنا تو اس کو یقین ہو گیا۔ کہ ان کے ہاتھ سے خلاصی نہ ہو گی۔ تب اس نے اپنے تئیں اور اپنے رفیقوں کو مخفی کیا اس طور پر کہ جس قدر زر و جواہر لے سکی۔ لے لیا۔ اور اس کے دارالامارت میں ایک نقب[3] تھی۔ اس سے نکل کر دامن کوہ میں اتر گئی اور بلاد روم کی راہ لے لی اور جب ان تمام اہل شہر یعنی سب لوگ جو کہ اس زمانے میں بلد یعنی اس شہر میں جو رہتے تھے ؛

[1] آنسو [2] روشنی [3] سوراخ ؛

ان کو یقین ہو گیا کہ ان کی ملکہ بھاگ گئی تو الغیاث والامان
پکارنے لگے اس وقت صحابہ نے تلواروں کو روک لیا اور اپنے
ہاتھوں کو کھینچ لیا۔ اور ان سب کو میدان شہر میں رو برو
عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے جمع و مجتمع کیا تب عیاض بن
غنم رضی اللہ عنہ نے ان سے خطاب کیا اور بعد حمد خدائے عزوجل
و نعت سید[۱] الرسل کے یہ بیان کیا کہ تحقیق حق تعالےٰ نے ہم کو
تم پر فتح و نصرت دی اور ظفریاب و کامیاب کیا۔ اگر حق سبحانہٗ
تعالےٰ ہمارے نبیؐ کو نبیؐ الرحمۃ مبعوث نہ کرتا۔ اور مومنوں کے
دلوں میں رحم نہ ڈالتا تو بالضرور ہماری تلوار تم میں سے کسی
کو بھی نہ چھوڑتی لیکن ہمارے پروردگار نے اپنی پاک کتاب
میں ہم کو ضبط غصہ اور عفو کرنے کا حکم کیا ہے۔ وَالْکَاظِمِیْنَ
الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ یعنی جو لوگ
ضبطِ خشم کرتے ہیں اور لوگوں سے بعفو[۲] درگزر کرتے ہیں ؛
حق تعالےٰ ایسے نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔ بعد
ازاں عیاض رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں یہ تجویز کیا کہ
جو کوئی ان میں سے اسلام لایا اس کا اسلام قبول کیا اور جو
اسلام نہ لایا اس پر جزیہ یعنی محصول سالانہ اسی سال مقرر
کیا۔ فتح شہر آمد میں درمیان اس جماعت کے زید بن حالوک
وغیرہ سب کے سب جو بیان میں آئے ہیں اور یہودی بھی حاضر

---

[۱] رسولوں کا سردار [۲] اٹھاؤں گا ؛

تھا اور وُہ یہودیوں و نصرانیوں کا بڑا عالم تھا۔ اور وُہ بنا بر
اپنے گمان کے اولاد داؤد علیہ السلام میں سے تھا۔ اور اسی واسطے
بنی اسرائیل اس کی شان میں بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور
اس کے لئے ہدیئے و تحفے نذر لایا کرتے تھے۔ جب عیاض رضی
اللہ عنہ نے شہر آمد پر فتح پائی اور اہل شہر کو میدان میں جمع
کیا۔ اور موافق گفتار اس قوم کے ان کے شیخ نے کلام کیا۔ اس
وقت وُہ عالم یہودی جس کا نام طیابن چنتا تھا۔ درمیان اپنی
قوم کے اُٹھ کھڑا ہوا ؞

درمیان اپنی قوم کے اہل اسلام بھی اس کے رتبہ سے آگاہ
تھے کہ وُہ پیشوائے بنی اسرائیل اور اولاد داؤد علیہ السلام ہے۔
پس وُہ کہنے لگا کہ تم اصحاب بنی الرحمتہ ہو۔ تحقیق حق تعالےٰ نے
رحمت کو پیدا۔ اور اس کو تمہارے دلوں میں جگہ دی اور حق
سُبحانہٗ تعالےٰ نے تمام امتوں پر تم کو افضل کیا۔ اور صحاف
ابراہیم و موسیٰ علیہ السلام میں اس طرح بیان کیا۔ کہ آخر
زمانہ میں ایک بنی امی مبعوث[1] کروں گا۔ اور اس کی امت
کو ساری امتوں پر فضیلت و برتری دوں گا۔ اور رحمت
کو ان کے دلوں میں متمکن کروں گا۔ اور ان کے سبب سے
میں اپنے فرشتوں یعنی اپنے ملائکہ پر فخر اور مباہات[2] سے
فخر میں اس وقت آوں گا۔ اور روز حشر آثا وضیاو

[1] مبعوث کروں گا۔ اٹھاؤں گا۔ [2] مباہات۔ فخر

انوار بہا سے ان کو غر محجلین اٹھاؤں گا۔ یعنی پرتوِ برکات وضو سے ان کے چہرے درخشاں دست و پا تاباں ہوں گے اور جب داؤد علیہ السلام مبتلائے گناہ ہوئے اور وحشیان صحرا کی طرف باہر نکلے اور مناجات کرنے لگے کہ الٰہی بحق اس نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے جس کو آخرت میں مبعوث کرے گا۔ میرے گناہوں کو بخش دے۔ چناں چہ حق تعالےٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی یہ سن کر عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ، نے کہا۔ تحقیق اللہ تعالےٰ عفو کو دوست رکھتا ہے۔ ہم نے تم سے عفو کیا۔ تب اہل شہر نے جواب دیا کہ چوں کہ تم نے ہم سے عفو کیا۔ تو اب ہم تمہارے دین کی طرف رجوع کرتے ہیں آخر ان میں سے اکثر اسلام لائے۔ اور بعضے جو ان میں سے اسلام نہیں لائے تو ان پر سال آئندہ سے جزیہ باندھا اس طرح پر کہ ہر ایک بالغ سے چار مثقال طلا۔ یعنی فی بالغ چار چار دینار سالانہ مقرر کیا اور اُن کے ہتھیار لے لئے اور ان اموال میں سے کچھ مال بھی اُن کے حوالے کر دیا۔ اور باقی لے لیا اور بیعہ کو مسجد بنایا جو بالفعل معروف بہ جامع ہے۔ پھر وہاں بارہ دن تک قیام کیا۔ اور صعصعۃ العبدری کو وہاں کا والی و حاکم کیا اور پانسو عرب اسی کے بنی عمام سے اس کے ہی تعنیات کئے ❊

فتح اسکندریہ کا بیان

بطرک نے جب خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اسلام قبول کیا۔ تو اُن سے اپنا حال ابتدا سے انتہا تک سنایا کہ کیونکر ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور تصدیق کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ پس خالد رضی اللہ عنہ اور اُس کے مسلمان اسلام سے خوش ہوئے۔ اور خالد نے کہا کہ تو ارسطالیس بادشاہ سے کس واسطے آیا ہے۔ تو اُس نے خالد سے کل حال بادشاہ ارسطالیس کا بیان کر دیا۔ اور یہ خط بھیجا تھا۔ اس نے سردار برقا کے پاس بطلب کمک کے تمہارے خوف سے بھیجا اُس کے واسطے ملک کیماؤس نے اپنے بھائی اصطفانوس کو بہ جمعیت چار ہزار سوار کے بطور کمک کے اور میں نے سبقت[1] کی اُس پر دریا میں بادشاہ ارسطالیس کی طرف تاکہ خبر دوں میں اُس کو اِس حال سے اور بھیجا مجھ کو ارسطالیس نے تمہارے پاس بطور ایلچی کے کہ تم سے صلح کرنا چاہتا ہے۔ اور لڑنے کی خواہش نہیں رکھتا ہے۔ اُس نے کہا ہے کہ صلح کر لو۔ تم اِس امر پر کہ وہ کسی قدر مال تم کو دے گا اور تمہاری قوم عرب سے جس کو اس نے گرفتار کیا ہے۔ ساحل[2] بحر[3] شام سے وہ تمہارے سپرد کرے گا۔

---

[1] پیش دستی [2] کنارہ [3] سمندر — ۱۲

(حاشیہ: سلہ شروع ۔ آخر۲ پیش دستی ۳ بحر۔ سمندر کا کنارہ ۱۲)

تو اُس کے بعد پھر حضرت خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ ساتھی تمہارے کو رہائی دی اللہ تعالیٰ نے ان کو قید سے اور یک جا کر دیا۔ ہم کو اور ان کو۔ اور غالب کیا ہم کو قبط ہمراہیاں بادشاہ پر پس مار ڈالا ہم نے سات سو سوار کو اور تیرہ سو مردماں کو قید کر لیا۔ پھر اس کے بعد خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان قیدیوں کو بطرک کے سامنے لانے کا حکم دیا اور وُہ قیدی لائے گئے۔ خالد نے ان کو اسلام لانے فہمایش کی۔ اکثروں نے ان میں سے انکار کیا۔ اور تب جس شخص نے اسلام قبول کر لیا۔ خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور اس سے نیک برتاؤ کیا۔ اور جس نے اسلام سے انکار کر دیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن زدنی کا حکم دے دیا ؛

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ بطرک خالد رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمانوں کو سلام کر کے ارسطانیس بادشاہ کی طرف پھرا۔ اور کہا کہ جان تو اے بادشاہ کہ وُہ قوم نہیں کہ ہیں مملوک ہو سکتی ہے۔ برگزیدگی ان کی۔ اور وُہ ہوشیار اور بہت احتیاط کرنے والے ہیں۔ پھر آگاہ کیا اس کو حال اس کے ساتھیوں اور پھر رہائی ان مسلمان قیدیوں سے جن کو بھیجا تھا۔ اس نے بہ جانب دیرزجلج کے۔ پس جب بادشاہ نے یہ حال بطرک سے سُنا۔ اس کے ہاتھ میں جو شے تھی۔ وُہ گر پڑی اور اُس کو اپنے ملک کے زوال کا پورا پورا یقین ہو گیا۔ تو اس نے اپنے تمام ارباب دَولت سے کہا کہ تم ہوشیار ہو جاؤ۔ تم اپنی جانوں پہ واسطے پیش آنے۔ اور اس کے

بعد ٹھہرنے ان عرب کے گویا ملک کیماؤس حاکم برقا آگیا ہے۔ اور تمہارے پاس۔ پس لڑو تم ساتھ مضبوط دلوں کے اور اسرار پاک اور لطیف کے اور تم کو مسیح[1] مدد دیں گے ؛

راوی کہتا ہے کہ وہ رات بادشاہ نے بہ نیت لڑائی کے کاٹی اور اصحاب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑائی کا قصد کیا ؛

ابن اسحاق نے روایت کی ہے۔ کہ بادشاہ ارسطالیس نے باقی رات غمگین حالت میں کاٹی۔ پس جب وہ دریائے خواب میں غرق ہوا۔ اور آنکھیں اس کی بند ہوئیں۔ تو اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے سامنے ایک شخص سرخ و سفید اور خوب صورت سینے کا چوڑا آیا۔ اور اس کے ہمراہ ایک شخص اور ہے رظاہری خوبی اور پاکیزگی کا بہت نوروالا تمکین صورت نیک پیدایش۔ اور نورانی صاحب ہیبت و بزرگی تھا۔ اس مرد سرخ و سفید نے دوبارہ ارسطالیس سے کہا۔ کہ اے بادشاہ میں مسیح بیٹا مریم کا ہوں۔

---

[1] حضرت عیسے علیہ السلام کا لقب ہے۔ اور اس کے معنی ہیں کہ مسیح کیا ہوا۔ اور آپ جس بیمار پر اپنا دست مبارک یعنی ہاتھ پھیرتے تھے وہ بفضل الٰہی تندرست ہو جاتا تھا یا سیاست کرنے والا۔ آپ جبتک زمین پر تشریف فرمارہے تو آپ نے کوئی مکان نہیں بنایا۔ اور آپ بحکم اللہ تعالیٰ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہو کر زمین کو عدل سے بھر دیں گے۔ اور نکاح کریں گے اور اولاد پیدا ہوگی۔ اور آپ ہی دجال کو قتل کریں گے۔ اور انتقال فرما کر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ میں دفن ہوں گے یہی مذہب ہے اہل سنت والجماعت کا۔ (ابو رشید محمد عبد الرشید عفی عنہ)

اور یہ جو میرے پہلو میں ہیں وہی نبی عربی ہیں۔ جن کی بشارت دی تھی۔ میں نے قبل اُن کے مبعوث ہونے کے محمدؐ عربی سردار پیغمبروں کے اور خاتم الانبیاء ہیں۔ پس جو کہ اُن پر ایمان لاوے گا۔ ہدایت پاوے گا۔ اور جو انکار بھی اُن کی نبوت کا کرے گا۔ اُن کی نبوّت کا وُہ گمراہ ہوگا۔ اور بھٹکتا پھرے گا۔ اور ہم اُن اصحاب کی امداد کے واسطے آئے ہیں۔ اور مقام ہمارا اُس قبہ[1] میں ہے۔ جو بُرج پر ہے۔

روایت ہے۔ کہ وُہ قبہ ایک بلند بُرج پر قریب دروازہ اخضر[2] کے تھا۔ پس اگر تو میری اُمت سے ہے۔ تو ایمان لا اُن کا۔ اور اُن کی نبوّت کا۔ راوی ہے۔ کہ جب اسکندریہ کو بنایا تو نام اُس کا اپنے نام پر رکھا تھا۔ جب تعمیر کیا اُس بُرج کو اور اُس پر رکھا تھا وُہ قبہ تو اُس میں خضر[3] رہتے تھے۔ اور اسکندریہ نے دروازے کو بنایا تھا۔ اور نام اُس کا باب الاخضر رکھا۔ جیسا کہ تھا۔ اور وُہ تو اصل بُرج میں اور حضرت خُضر رہتے تھے۔ وہاں

[1] گنبد [2] سبز [3] ایک پیغمبر مشہور کا نام ہے اور جب وُہ کسی خشک جگہ پر پاؤں رکھتے تھے تو وُہ سبز ہو جاتی اس لئے اُن کو خضر کہتے ہیں اور ان کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ اور وُہ موجب عقیدہ اہل سنت والجماعت زندہ ہیں۔ ہزاروں اولیا اللہ صاحب کشف نے اُن کی زیارت کی اور بعض محدثین اور فرقہ کیدیا نیہ مرزائیہ اُس کے منکر ہیں۔ آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا کہ جو روئے زمین پر ہے سو برس کے بعد مرجاویگا۔ اس سے انکی حیات نفی ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ اسوقت روئے زمین پر نہ تھے۔ بلکہ پانی میں تھے اطمینان کیلئے دیکھو عینی شرح صحیح بخاری وغیرہ (ابو رشید عفی عنہ)

اور یہ دروازہ قیامت تک مشہور رہے گا۔ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے خواب میں بادشاہ سے یہ حال کہا وُہ دونوں شخص ایک ہی ساتھ چلے گئے تو اپنے خواب سے بیدار ہوا حالاں کہ وُہ خواب سے خوف زدہ تھا۔ جب صبح ہوئی بادشاہ اپنے امراء اور وزراء اور اکابر دولت کی طرف متوجہ ہوا اور جو کچھ خواب میں دیکھا تھا۔ ان سے بیان کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اسے بادشاہ یہ خواب شوریدہ اور پریشان ہیں اور نہیں ہو سکتے ہیں مسیح ان لوگوں سے جو چلیں ساتھ نبی عربی کے حالاں کہ وُہ نبی مسیح کے ہیں بادشاہ نے ان کی باتیں سن لیں اور آمادۂ جنگ ہوا۔ اس کے نقارے بجائے گئے اور ان کی کرناؤں نے شور کیا۔ اور اس کے نشان بلند کئے گئے۔ اور اس کا لشکر آراستہ ہو کر دو صفوں میں سوار ہوا ۔

مسلمانوں نے جب لشکر قبط کو دیکھا کہ سوار ہوا ہے۔ اور صف بندی کی ہے تو انہوں نے بھی لڑائی کے سامان کو سنبھالا اور سوار ہو کر صفوں میں آراستہ ہوئے اور خالد رضی اللہ عنہ، ان کو آراستہ کرتے اور ان کو نصیحت کرتے اور برانگیختہ کرتے تھے ان کو جہاد پر اور ان کی صفیں قریب دروازہ اخضر اور دریا کے تھیں اور ارسطالیس بادشاہ اپنی صلیب کے نیچے کھڑا

اور وہ قبے کو دیکھتا تھا۔ تو قبے پر نور ظاہر اور روشن نظر آتا تھا۔ پس ان کو اپنی خواب کا خیال آیا جو وہ رات کو دیکھ چکا تھا۔ اس نے کہا۔ قسم ہے اللہ کی جو میں نے اپنے خواب میں دیکھا ہے۔ مگر وہ سچ ہے۔ اس میں شک نہیں ہے۔

محمد بن اسحاق راوی نے بسلسلہ راویوں کے روایت کی ہے کہ میں خالد بن ولید کے لشکر میں بروز لڑائی اسکندریہ کے موجود تھا پس جب ہم ٹھہرے لڑائی کی ہر جگہ میں اور تیار ہوئیں صفیں دونوں لشکروں کی اور ہم نے عزم کیا تھا حملے کا۔ کہ اسی وقت نکلا ہماری طرف کو لشکر قبط سے ایک بطریق بڑا ڈیل کا جس کے بدن پر ایک زرہ سنہری کام کی تھی۔ جس میں طرح طرح کے جواہر جڑے تھے۔ اور وہ اچھے عربی گھوڑے پر سوار تھا۔ اور ہتھیاروں میں پورا تھا۔ پس جب وہ دونوں صفوں کے درمیان ٹھہرا تو اس نے ساتھ زبان فصیح عربی کے پکار کر کہا۔ کہ اے گروہ عرب کے پھر جاؤ تم ہماری طرف سے کیوں کہ ہم تم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ پس تم ہمارے ملک سے مصر اور سعید اور اکثر مقامات زلف کے الگ ہو گئے۔ اور ہمارے پاس اب تھوڑا ملک باقی ہے۔ اور ہم جھگڑا

نہ کرینگے تم سے اس چیز سے جو لے لی ہو تم نے ہم سے
اور تبعیت[1] کریں گے تمہاری باقی ملک میں پس مصالحہ
کرو گے تم ہم سے تو مصالحہ کریں گے ہم تم سے ایسا۔ کہ
رجوع کرے گی بہتری اس کی ہم پر اور تم پر۔ اور عدل
کرو تم ہمارے ساتھ اور نہ ظلم کرو تم ہم پر اصلح ہیں۔ پس
اگر انکار کرو گے تم اس امر سے تو پیش آویں گے ہم تم
سے بھیدوں پاک اور دلوں مضبوط کے اور پھیر دیں
گے ہم تم کو تمہاری پشتوں کی طرف یہاں تک کہ شکست
اُٹھانے والے ہو گے۔ تم اور بیچ دامنوں اپنی ذلت کے
بھاگنے والے ہو گے۔ اس واسطے کہ نہیں دشمنی کی
کسی نے اس دین کے لوگوں سے مگر یہ کہ ذلیل ہوا
وہ اور شکست اُٹھائی اس نے کیونکہ ہم ایسی قوم
ہیں جن کے واسطے کینسے[2] اور صومع اور قس[3] اور
رہبان اور انجیلی اور مذبح اور صلبان ہیں۔ پس
تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے۔
راوی کہتا ہے۔ کہ یہ گفتگو کرنے والا بادشاہ ارسطالیس
پسر مقوقش تھا۔ ابھی وہ اپنے کلام سے فارغ نہیں
ہوا تھا۔ کہ شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کاتب رسول
صلے اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نکلے اور جواب دیا کہ
سختی ہو تجھ پر اظہار بڑائی کا کیا تو نے ساتھ ایسی

[1] پیروی [2] گرجے۔ عبادت خانے [3] عالم زاہد

چیز کے جو پھیرے گی تجھ کو ہلاکی کی طرف اور عذاب میں ڈالے گی تجھ کو بڑے گھر میں۔ سختی ہو تجھ پر آیا بڑائی کرتا ہے تو ہم پر ساتھ کفر اور نافرمانی اور عبادت مسلمان اور شرک ساتھ رحمان کے۔ اور ہم لوگ صاحب پرہیزگاری اور ایمان اور راستگاری اور خوشنودی خدا اور قبلہ و قرآن اور حج اور احرام اور نماز اور روزہ ہیں۔ دین ہمارا بہتر اور بزرگ دینوں کا ہے۔ اور نبی ہمارے مبعوث ہوئے۔ ساتھ معجزات کے اور بیان اور آیات اور برہان کے ایسے تھے۔ وہ جن پر قرآن اترا جس نے تبعیت کی وہ بخشش کو پہنچا اور جو ان کی بحث اور دلیل سے پھرا وہ ساتھ غضب کے پھرا ایسے پاداش دینے والے سے کہ ہے وہ اور نہیں ہے مکان اس کے واسطے اور نہ دہر و زمان ہے۔ اس کے واسطے گواہی دی اس نے اپنی ذات پر اپنی ربوبیت کی اور ازلیت اپنی صفات کی احدیت اپنی ذات کی اور ہمیشگی اپنے ملک کی اور غلبہ اس کا ظاہر ہے اور تدبیر اس کی استوار ہے اور حکم اس کا مضبوط ہے۔ عرش اس کا بلند ہے صفت اس کی نادر ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے۔ اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ اس کی ذات کے واسطے حد مقرر ہے اور نہ اس کی بقا کے واسطے کوئی وقت شمار کیا گیا ہے۔

فروتنی کرتے ہیں۔ گردنیں جھکاتے ہیں اس کی بزرگی کے آگے اور ذلیل ہیں۔ قوی لوگ بمقابلہ اس کی قوت کے۔ نہیں گھیرا جا سکتا ہے۔ کمال اس کا اور نہیں نیست ہوتی ہے بخشش اور عطا اس کی اور نہیں معدوم ہوتی ہے۔ بزرگی اس کی سختی ہو تم پر کیونکہ خوش اور اچھا معلوم ہو تم لوگوں کو کفر ساتھ اس کی معبودیت کے اور شرک ساتھ اس کی ربوبیت[1] کے اور یہ کہ مقرر کرو تم واسطے اللہ کے بیٹے کو اس کی واحدانیت[2] میں پھر پڑھی انہوں نے یہ آیت یَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰہِ اِلَی النَّارِ فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ[3] پھر کہا شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے کہ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں۔ کہ جس وقت قسم دلاویں وہ اس پر اس امر کی طرف کہ ریزہ ریزہ کر دیوے اللہ ان کے واسطے اس دیوار شہر پناہ کی طرف پس وہ دیوار زمین پر گر پڑی اور گھر اور عمارتیں شہر کی دکھائی دیں۔

راوی کہتا ہے کہ یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے اعضا کانپنے لگے۔ پھر اس نے اپنا گھوڑا لشکر کی طرف پھیرا اور اس حال کے دیکھنے سے قبطیوں کے دل ڈر گئے اور اس معاملے سے جو انہوں نے دیکھا حیران و ششدر رہ گئے اور اپنے خیموں کی جانب پھرے

[1] پروردگار ہونا [2] ایک ہونا [3] پ ۲۴ ع ۱۷

اور انہوں نے لڑائی کا ارادہ نہ کیا۔ اور اسی طرح پہ مسلمان بھی اپنے خیموں کی طرف پھر گئے۔ جب وہ دن گذر گیا اور رات ہوئی۔ بادشاہ خزانہ اور جو چیز اس کو عزیز تھی اور لونڈیاں معہ اپنے اہل و عیال کشتیوں میں سوار ہو کر اسی رات بارادہ جزیرہ قریطش کے روانہ ہوا ؁

جب صبح ہوئی۔ شہر میں بادشاہ کے بھاگ جانے کا شور برپا ہوا اور قبطیوں کے بعض رئیس بعضوں کے پاس جمع ہوتے اور انہوں نے کہا کہ بادشاہ نے پیٹھ پھیری اور یہاں سے چلا گیا اور آج ہمارے لئے کوئی ایسا نہیں جو ہم سے مداخلت کرے۔ اور تحقیق مسلمان قوم ہم سے باز رہی ہے اور اگر وہ ہماری طرف داخل ہونا چاہتے۔ تو داخل ہو جاتے لیکن وہ ایسی قوم ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت اور مہربانی کو ان کے دلوں میں ٹھیرایا ہے۔ پس اب تم لوگ ہمارے ساتھ چلو ان کے پاس۔ تاکہ ہم اپنے لئے ان سے عہد اور ذمہ داری لیں اور ہم ان سے اپنے شہر کے واسطے صلح کر لیں اپنے لڑکے بالوں کو بچا دیں۔ اس چیز پر جس پر ہمارے اور ان کے درمیان اتفاق واقع ہو ؁

راوی کہتا ہے۔ کہ رائے اکابر اس امر پر متفق ہوئی

اور وہ مسلمانوں کے لشکر کی طرف نکل کر حضرت خالدؓ بن ولید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد اجازت اس شخص نے خالدؓ کو سلام کیا جو عربی زبان جانتا تھا۔ خالدؓ نے سلام کا جواب دیا اور ان کے آنے کا سبب پوچھا اور کہا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ پس اکابر وہاں میں سے وہ لوگ آگے بڑھے جو عربی زبان جانتے تھے اور کہا انہوں نے کہ اے سردار تم کو اللہ تعالےٰ نے ہم پر غالب کیا بہ سبب سچائی اور صفائی تمہارے دلوں اور نیتوں کے۔ اس واسطے کہ تم ایسی قوم ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ نے رحمت کو تمہارے دلوں میں ٹھہرایا ہے۔ اور ہم تم سے اس امر کو چاہتے ہیں۔ کہ معاملہ کرو تم ہم سے شفقت کے ساتھ اور ہماری طرف مہربانی کی آنکھ سے دیکھو اور ہم میں عدالت کے ساتھ حکم کرو۔ ان لوگوں کے طریقہ پر جو پیشتر تمہارے تھے۔ ہمارے ساتھ قوم روم سے ؛

خالد رضی اللہ عنہ، نے کہا ہم وہ قوم ہیں۔ کہ ٹھہرایا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے رحمت کو اور غلبہ دیا ہم کو ساتھ نشانیوں ہمارے دین کے اور مدد دی ہم کو دشمنوں پر اور ہم تمہارے ساتھ وہ معاملہ کریں گے جیسے کہ جاری ہوئی ہیں عادتیں ہماری ساتھ تمام لوگوں کے جن کے شہر ہم نے فتح کئے اور اگر اب

ہم تمہارے شہر میں بزور شمشیر[1] داخل ہونا چاہیں۔
تو ہو سکتے ہیں۔ اور یہ امر ہم پر آسان ہے لیکن بہتر
آدمیوں کا وہ ہے جس نے قدرت پائی اور معاف کر
دیا۔ تمہاری صلح پر ہم ایک لاکھ دینار چاہتے ہیں
تمہاری اچھی اور بہت باتوں سے اوپر صلح کے تمہاری
جانوں اور اہل و عیال پر اور بعد اس کے بلاویں گے
ہم تم کو اسلام۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی طرف۔ پس جو کوئی
تم سے اس امر کو قبول کرے گا۔ تو ہمارا اور اس کا
یکساں حال ہوگا۔ اور جو اسلام سے انکار کرے گا۔ ہم
اس سے جذیہ لیں گے۔ آئندہ سال سے فی کس تم سے
اور لڑکے بالغ سے چار دینار اور ہم تمہارے لیئے یہ
شرطیں ٹھہرائیں گے جو تم کو قبول کرانی ہوں گی تم سے
کوئی کسی جانور پر سوار نہ ہو۔ اور مسلمانوں کے گھروں
سے اپنے گھر کو بلند نہ کرو۔ اور بلند آواز نہ کرو تم مسلمانوں
پر اور اسلام میں کوئی کینسہ[2] اور نہ کوئی دیر اور نہ
تازہ کرو اس عمارت اور اس چیز کو جو تمہاری رسومات
تمہارے دین اور شریعت سے پرانی ہو گئی ہو اور عاجزی
اور فروتنی کے ساتھ مسلمانوں سے ملاقات رکھو اور
تم ان کی اجزائی حاجتوں اور اس چیز کی

---

[1] تلوار [2] گرجا

جو وہ اپنی بہتری حال کے واسطے چاہیں جلدی کرو اسلام اور اس کے لوگوں کی تعظیم کرو اور جو کوئی تم میں سے بدنگاہ کرے گا تو ہم اس پہ حد جاری کریں گے اور جو ہمارے عہد اور قول سے پھر جائے گا تو ہم اس کو مار ڈالیں گے۔ اور زناروں[1] کو اپنی کمروں سے واسطے اظہارِ دین اور شناخت اپنی عبادت کے باندھو اور نہ بجاؤ تم ناقوس[2] اور نہ صلیب[3] کو بلند کرو اور نہ قوت اور غلبہ چاہو درمیان مسلمانوں کے ساتھ کسی چیز کے اپنے دین اور کفر کی باتوں سے اور جب تم کنیسوں میں نماز پڑھو تو انجیل پڑھنے میں آواز بلند نہ کرو۔

ان لوگوں نے کہا کہ اے سردار ہم کو اپنا دین چھوڑنا دشوار ہے۔ اور وہ چیز جس پر پہلے ہمارے باپ دادا تھے۔

خالد رضی اللہ عنہ ان کی باتوں سے ہنس کر یہ آیت پڑھنے لگے وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ[4] یعنی جب کہا جاوے ان کو چلو اس حکم پر جو اتارا اللہ تعالے نے کہیں نہیں ہم تو چلیں گے اس پر جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو بھلا اور جو

[1] جنیو [2] سنکھ [3] سولی کا نشان [4] پ ۲۱ ع ۱۲

شیطان پلانا ہو ان کو دوزخ کی نار کو ؛

پھر انھوں نے کہا اے سردار تحقیق منظور کیا ہم نے جو تم نے کہا اور ہم تم سے یہ چاہتے ہیں تم ہم پر اپنے ہمراہیوں سے ایک مرد کو حاکم مقرر کرو یہاں تک کہ وہ مال جو تم ہم سے مانگتے ہو یکجا ہو جاوے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ ہم تمہارے ساتھیوں کا حال نہیں جانتے اور ہم کو معلوم نہیں کہ ان میں سے کون صاحب مقدور ہے اور ضعیف و غریب کون ہے پس تم اپنے رئیسوں سے ایسے شخص کو تجویز کرو جس کو تم مال کے یکجا کرنے کا مختار جانتے ہو۔ اور تم ان لوگوں پر اس کو مقرر کرو اور اس کے ساتھ ایک شخص ہمارے ہمراہیوں سے رہے گا کہ وہ اس کو اس کام میں مدد دیگا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اچھا۔ پھر قبطیوں میں سے ایک رئیس کی طرف جس کا نام شیا بن شامس اور رئیس اور پیشرو تھا اشارہ کیا اور بحکم خالد رضی اللہ عنہ ان لوگوں پر اس کو حاکم مقرر کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے قیس بن سعد کو مقرر کر کے فرمایا کہ یہ دونوں مال کو یکجا جمع کریں اور کہا اس نے جو کوئی تنگ حال اور ضعیف ہو اس کو چھوڑ دو۔ اور ہر مرد سے تم اس قدر لو جس کا وہ متحمل[1] ہو۔ اور نیکی کرو تم کہ اللہ تعالےٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور ظلم نہ کرو تم کسی محتاج اور رانڈ اور یتیم پر ؛

[1] بردبار ؛

راوی کہتا ہے۔ کہ قیس بن سعد بہ حکم خالدؓ شہر میں داخل ہوئے اور مال کے اکٹھا کرنے میں متوجہ ہوئے اور ہر ایک سے اتنا لیتے تھے۔ جس کا وُہ متحمل ہوتا تھا۔ اور جو تنگ حال اور ضعیف تھا اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ راوی نے بسلسلہ راویوں کے ماذن بن شیث سے بیان کیا ہے۔ شیث نے کہا کہ شابن شامس اور قیس بن سعد جب شہر میں داخل ہوئے تو اس وقت میں وہاں موجود تھا۔ یہاں تک کہ وہ مال تحصیل کر کے باب الرشید کے قریب قصر مقوقش میں آ گئے اس وقت شابن شامس نے اپنے غلاموں کو مال اکٹھا کرنے پر مقرر کیا۔ اور انہوں نے ہر ایک سے اس طرح حصّہ لینا مقرر کر رکھا تھا۔ کہ اُن میں جو بہت بڑا دولتمند اور مالدار تھا اس کا حصّہ دس قیراط کے برابر ہوتا اور اوسط مالدار کا حصّہ قیراط۔ اسی وقت ایک شخص کے پاس جس کا نام دلیس بن مقوقش تھا آئے اور وُہ اپنے وقت کے لوگوں میں بڑا بخیل تھا۔ اور یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ اس قدر مال اور نعمتوں اور ملک کا مالک ہے۔ پس شابن شامس نے جو خراج جمع کرنے پر مامور تھے۔ اسے کہا کہ بہ تحقیق تجھ پر اس حصّہ سے ایک دینار واجب ہوا۔ اس نے کہا قسم ہے حق مسیح[1]

[1] حضرت عیلےٰ علیہ السلام کو کہتے ہیں اور دجال کو مسیح اسلیے کہتے ہیں کہ اس کی ایک آنکھ ممسوح ہے۔ یعنی وہ کانا ہے ورنہ بقول بزرگے سے کجا عیسیٰ کجا دجال!!
چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(ابو رشید عفی عنہ)

کی کہ میں ہرگز اس کو ادا نہ کرونگا۔ اگرچہ مر جاؤں اور عرب کو دینے کی نسبت میرا کنیسے پر صدقہ دینا بہت اچھا ہے۔ پس کہا اس سے قیس بن سعد نے کہ تیرا برا ہو۔ جو کچھ لیتے ہیں ہم تجھ سے وہ حلال ہے نہ حرام تو جانتا ہے کہ ہم لوگ تمہارے شہر میں بزور تلوار داخل ہوئے ہیں۔ آیا نہ مارا جاتا تو اور تیرا مال پہلے لوٹا جاتا پس کہا شیابن شماس نے اس بطریق کو کہ خدا تجھے غارت کرے اسکندریہ کے سب لوگ تجھ پر لعنت کرتے ہیں۔ اور تجھے جانتے تھے۔ کہ تو ایسا محتاج تھا کہ دنیا کی کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے تمہاری روزی میں کشائش دی۔ اس ملعون نے کہا کہ یہ بات نہیں ہے میں باپ دادا کے مال کا وارث ہوں۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی کوئی بزرگی اور مہربانی نہیں ہے۔ پس قیس بن سعد اس کے کلام سے برہم ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک لکڑی جو ان کے ہاتھ میں تھی اس کو ماری اور کہا کہ اے دشمن خدا اور رسول۔ تو جھوٹا ہے بلکہ بزرگی اور احسان خالص اللہ کے لئے ہے کہ وہ ہم کو اپنی مہربانی اور احسان سے روزی دیتا ہے اور فراخ کیں اس نے ہم پر اپنی نعمتیں اور اگر شمار کرو تم سب لوگ اللہ تعالے کی نعمتوں کا تو نہ گن سکوگے یعنی بیحد وحساب ہیں اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ جَحَدَ نِعْمَتَکَ وَکَفَرَ بِہَا فَانْزِعْھَا عَنْہُ یعنی اے اللہ تحقیق اس نے انکار کیا

تیری نعمت سے اور ناسپاسی کی پس دور کر دے تو اپنی نعمتوں کو اس سے ٭

راوی کہتا ہے۔ کہ قسم ہے خدا کی ابھی وہ دن گذرا تھا۔ کہ خبر آئی کہ املاک اس کی گر پڑی۔ اور اس کی بکریاں مرگئیں۔ اور اس کے باغات سوکھ گئے۔ اور سب مال اس کا جاتا رہا۔ پس کہا قیس بن سعد نے اللہ اکبر! یہ بات اسی کی ہے جو سنی تھی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میرے پہلو میں بیٹھے تھے۔ پس فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی اسرائیل میں شخص تھے۔ ایک کوڑھی جس کا بدن سفید تھا دوسرا گنجا تیسرا اندھا اللہ بزرگ اور غالب نے چاہا کہ ان کی آزمائش کرے اس کے پاس ایک فرشتے کو بھیجا اور وہ پہلے کوڑھی کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ میرے بدن کی جلد اچھی ہو پھر فرشتے نے اس کے بدن پہ ہاتھ پھرا اور اس کا مرض جاتا رہا اور خدا تعالےٰ نے اس کے بدن کی جلد اچھی کر دی۔ پھر اس کو فرشتے نے کہا کہ کونسا مال تم کو زیادہ عزیز ہے اس نے کہا کہ اونٹ۔ پھر اس کو فرشتے نے ایک اونٹنی دس مہینے کی دی اور کہا کہ تجھ کو اللہ برکت دے۔ اور پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس پہنچا اور کہا کہ تو کونسی چیز زیادہ دوست رکھتا ہے اس نے کہا کہ اچھے

بال پس فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا
مرض جاتا رہا۔ اور کہا کہ تو کس مال کو زیادہ عزیز رکھتا ہے؟
اس نے کہا کہ مادہ گاؤ۔ پھر اس کو مادہ گاؤ حاملہ دی
اور کہا کہ خدا تجھ کو اس میں برکت دے اور پھر فرشتہ
اس اندھے کی طرف گیا اور کہا کہ کونسی چیز تجھ کو پیاری ہے
اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری بصارت کو پھیر دے تاکہ
میں اس کے سبب لوگوں کو دیکھوں پھر فرشتے نے
اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اس کو بینائی
دی پھر اس کو کہا کہ کون سا مال تم کو عزیز ہے؟ اس
نے کہا بکری پھر اس کو بکری حاملہ دی اور کہا خدا
تجھ کو اس میں برکت دے اس میں جناب رسول اللہ
صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد اس کے وہ تینوں آپس
میں مل گئے، کوڑھی کی اونٹنی اور گنجے کی گائے اور اندھے
کی بکری نے بچے دیئے پھر وہ فرشتہ کوڑھی کے پاس
فقیرانہ صورت بن کر آیا۔ اور کہا کہ اے شخص میں اللہ کی
راہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ بواسطہ اس کے جس نے
دی تجھ کو جلد اچھی اور اچھا رنگ اور مال ایک اونٹ
کا کہ پہنچ جاؤں میں اس پر اپنے سفر میں۔ اس نے کہا۔
مجھ پر حقوق حقداروں کے بہت ہیں۔ فرشتے نے
کہا۔ میں تجھ کو پہچانتا ہوں۔ کیا تو کوڑھی نہ تھا کہ لوگ
تجھ کو پلید اور نجس جانتے تھے۔ تو محتاج تھا پھر

اللہ تعالےٰ نے بخشش کی تجھ پر اس نے کہا کہ میں اس
کے مال کا وارث نہیں ہوں بلکہ میرا مال باپ دادا کی
میراث سے ہے۔ فرشتے نے کہا کہ تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ
تجھ کو ویسا ہی کر دے جیسا کہ تو پہلے تھا پس اللہ تعالیٰ
نے پھر اس کو کوڑھی کر دیا۔ اور پھر فرشتہ گنجے کے پاس
بلباس فقیری گیا اور اس سے بھی ویسا ہی کہا جیسا کہ کوڑھی
سے کہا اُس نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ پھر فرشتے نے
کہا کہ اے پروردگار میرے اگر یہ جھوٹا ہے تو اسے ویسا
ہی کر دے جیسا کہ پہلے تھا۔ فرشتے کے کہتے ہی وہ پھر
گنجا ہو گیا اور پھر فرشتہ اندھے کے پاس بلباس
فقیری آیا۔ اور کہا کہ میں غریب اور مسافر ہوں میں نے
پہاڑ کا سفر طے کیا ہے۔ اب کوئی چیز سوائے اللہ کے
میرے پاس نہیں کہ جس سے اپنے وطن کو پہنچوں۔
تجھ سے سوال کرتا ہوں (بواسطہ اس کے جس نے تجھ
کو بینائی بخشی اور مال دیا) ایک بکری کا اس کے سبب
سے میں پہنچ جاؤں اپنے سفر کو۔ اس نے کہا کہ پہلے میں
اندھا تھا پھر اللہ نے مجھ کو بینائی عطا کی اور اسی نے
مال عطا کیا لے لے جو جو تجھ کو منظور ہے قسم ہے خدا کی
میں تجھ سے انکار نہ کروں گا۔ آج کے دن کسی چیز
سے جس کو تو اللہ کی راہ میں لیوے گا۔ پھر فرشتے نے
کہا کہ رکھ تو اپنا مال میں فقیر نہیں ہوں۔ بلکہ آزمائش

کرنے والا ہوں۔ پس اللہ تجھ سے راضی ہوا۔ اور تیرے دونوں ساتھیوں پر خشمگیں ہوا ؛

راوی بیان کرتا ہے کہ مال جمع ہوا اور وہ لوگ مال کو لے کر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ پھر خالد نے مال لے لیا تو وہ شہر میں داخل ہوئے ان کے بڑے کنیسے کو جامع مسجد بنایا اور چار کنیسوں کو ان کی دینی رسمیں ادا کرنے کے لئے چھوڑا اور عمرو بن العاص کو خط لکھا ؛

جب عمرو بن العاص کو خط پہنچا اور پڑھا انہوں نے تو بہت خوش ہوئے اور مصر میں اباذر غفاری کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ حاکم مقرر کیا اور عمرو بن العاص نے اسکندریہ کی جانب کوچ کیا اور وہاں پہنچ کر اس میں ایک مسجد بنائی جو اب تک جامع عمرو بن العاص کے نام سے مشہور ہے ؛

قلعہ ماردین کی فتح کا بیان

روایت ہے سواد بن کثیر سے اس نے روایت کی یوسف بن عبدالرزاق سے اس نے کاہل سے اس نے مثنیٰ بن عامر سے اس نے اپنے جد سے کہ جب

مدائن خابور پر بطریق صلح کے فتح ہوئی اور خبر قتل ملک شہریاض صاحب ارض ربیعہ (و عین وردہ و راس العین) کو پہنچی تو اسے سانحۂ عظیم[1] گذرا اور بہت بڑا صدمہ[2] ہوا تب اس نے اپنے ارکان دولت اور ارباب سلطنت کو (جبکہ وہ عریض الطیر کے درمیان مقیم تھا) جمع کیا چنانچہ ان سے کہنے لگا کہ ہمارے املاک سے یہی دو تین مدائن وغیرہ ہیں جن کا میں مالک ہوں اور تمام نو نصرانی عرب ہمارے یہاں سے چلے گئے ہیں اور جمعیت ہماری شکست ہو گئی ہے۔ اس میں تمہاری کیا رائے ہے؟

یہ سنکر بطریق توتا (نصرانیوں کا رئیس تھا) نے جواب دیا۔ اے ملک! تحقیق عرب کی لڑائی ہم سے ضرور ہوتی ہے۔ اور بیشک ہم بھی ان سے لڑنے کو تیار ہیں۔ فتح و شکست خدا کے ہاتھ ہے جس کو چاہے گا عطا کرے گا۔ مگر اب سوائے اس کے اور کچھ میری رائے میں نہیں آتا ہے۔ کہ اپنے بیٹے عمود کا عقد ملکہ ماریہ دختر آرسوس بن جارس (صاحب ماردین و مرین یعنی قلعۃ المراۃ) سے کردیجئے ان دونوں مذکورہ بالا قلعوں کے بنانے کا سبب یہ تھا کہ یہ شخص آرسوس بن جارس اہل طیرزندہ سے بڑا شجاع بہادر و دلاور و یکتا

[1] پیش آنے والا حادثہ [2] تکلیف ١٢

تھا۔ یعنی شخص ارسلینہ کا پہلا بادشاہ ہوا۔ اور ہمیشہ
جب چاہتا تو بلاد روم میں غارت گری و ڈاکہ زنی
کیا کرتا تھا۔ ان بلاد کے باشندوں نے آخر تنگ آکر
بادشاہ اعظم کے حضور میں فریاد کے طور پر عرضی لکھی
بروقت پہنچنے عرضی کے ہرقل بادشاہ نے اس کے پاس
ایک شخص انطاکیہ سے ربعیہ میں بھیجا اس نے اسے کہا
کہ تو اپنے رہنے کے لئے ایک گڑھی بنالے پھر جب وہ
زمین جبل ماردین میں گیا اور نیچے اترا تو ناگاہ ایک
ٹکڑا پہاڑی کا (جہاں آگ فارسیوں کی روشن تھی) نظر
آیا۔ اور اس مقام میں فارس کے عابدوں میں سے دین نام
ایک عابد رہتا تھا جو کثرت عبادت کے باعث فارسیوں
کے درمیان مشہور تھا۔ اور اقصائے بلاد خراساں و
عراق سے عمدہ عمدہ چیزیں اور تحفے اس کے لئے آیا
کرتے تھے۔ چنانچہ آرسوس اس کے پاس اترکر ہدیے اور
تحفے لے گیا اور اپنی سکونت بھی وہیں اختیار کی۔ غرضیکہ
آرسوس اور عابد مل کر اکٹھے رہنے لگے آرسوس نے ایک
روز تنہا پاکر اسے قتل کر ڈالا اور زمین میں خفیہ گاڑ دیا۔
جب وہاں کے باشندوں نے اس عابد کو نہ پایا۔ تو گمان کیا کہ
دین عابد کہیں جاکر مر گیا بعد ازاں آرسوس نے اس جگہ ایک
بڑا آتش خانہ یعنی بیت النار کے نام سے تیار کرکے اس کو اپنا
حصین قرار

ـــــــــــ
لہ خراسان کے شہروں کے کنارے سے ؛

دیا باد یہ نام اس کی دختر نے جب دیکھا کہ میرے
باپ نے ایک مکان بنا کر ایک گڑھی مقرر کی ہے
اور اس میں بیت النار بھی ہے۔ تو اس لڑکی نے اس
کے مقابل دوسرا مکان بنا کر اس کو اپنا قلعہ ٹھہرایا۔ اور
اس میں اپنا سارا مال خزانہ اور تمام ذخیرہ جمع کیا۔ اور
اس کا یہ حال تھا۔ کہ جب کوئی شخص اس سے شادی
کا خواستگار ہوتا۔ تو وہ اس کو ادنے و کمتر سمجھ کر انکار
کر دیتی۔ قلعہ مار دین گے قریب پہاڑ پر ایک دیر میں
ایک راہب دیرانی نصرانی مجرد و تنہا رہا کرتا تھا۔ اور
وہ صورت شکل میں بہت حسین تھا۔ چنانچہ ایک
روز وہ دختر اس دیرانی یعنی فرما عابد کی زیارت کو
آئی۔ جب اس کو دیکھا تو اس کی عاشق ہو گئی۔ اور
اس کے پاس آنے جانے لگی۔ اور ان کی یہاں
تک بے تکلفی ہوئی کہ وہ دونوں صحبت کرنے پر
راضی ہوئے۔ اور ان دونوں نے آپس میں مباشرت
کی اور وہ دختر اس سے حاملہ ہو گئی۔ جب حمل کے
دن پورے ہوئے تو خفیہ بیٹا جنا۔ اور اس کو چھپا کر
اپنی دایہ محرم راز کے سپرد کر دیا۔ اور اس سے کہا
کہ تو اس لڑکے کی کیونکر پرورش کرے گی میں اگرچہ
اس کو چاہتی نہیں ہوں مگر اس کو قتل کرنا بھی نہیں
چاہتی۔ اس واسطے اگر میرا باپ یہ ماجرا سن لے گا

تو اس کو اور مجھ کو قتل کر ڈالے گا۔ آخر کار اس کے لئے مال گراں بہا از قسم جواہر نکالا۔ اور اس کے گہوارہ میں رکھ دیا۔ اور اس پر یہ لکھ دیا کہ جو کوئی اس لڑکے کو لے گا تو یہ مال اس کی پرورش میں خرچ کرے۔ بعد ازاں اس نے اس طفل کے بدن کا ملاحظہ کیا۔ تاکہ کوئی علامت اس کی شناخت کر رکھے ناگاہ اس کے رخسارے پر ایک داغ سیاہ بقدر پہن ناخن کے پایا۔ اور اس کا داہنا کان دیکھا تو کچھ بڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ دایہ نے اس کو اٹھالیا۔ اور ہمراہ ایک غلام کے جو اسرار ملکہ سے واقف تھا رات کو اندھیرے میں اس قلعہ سے نیچے لائی۔ اور شارع پر چلنے لگی۔ تو جاتے جاتے ایک پتھر کا ستون ملا۔ کہ نصف سے زیادہ زمین میں دھنسا ہوا سیدھا کھڑا نظر آیا۔ دایہ نے اس ستون کے کسی سرے پر گہوارہ طفل کا رکھ دیا۔ کیونکہ زمین پر رکھنے میں درندوں کا خوف رکھتی تھی۔ کہ اس کو کھا جاویں گے۔ بعد ازاں وہ غلام اور دایہ اس طفل کو وہاں چھوڑ کر قلعہ کی طرف چلے گئے ؛

روایت ہے کہ قدرت الٰہی سے ملک انطاق صاحب موصل شہر باطن بادشاہ کی طرف برسم رسالت ارموس

بن جاؤس کے پاس بھیجا گیا۔ اور اس کا اس راہ سے گذر ہوا۔ جہاں وہ ستون تھا۔ بچے کے رونے کی آواز سن کر اپنے گھوڑے پر سوار اس کے نزدیک گیا۔ تو ایک آدمی کا بچہ زرین پارچہ پیچیدہ دیکھ کر اٹھا لیا۔ اور ایک کنیز کو جو کہ ہمراہ سفر تھی۔ حوالہ کیا۔ اور اسے حکم دیا کہ اس بچے کی خوب حفاظت کر۔ شک نہیں کہ اس کے لئے کوئی شان ہے۔ اور اس میں کچھ اسرار[1] نہاں ہے۔ بعد ازاں روانہ ہو کر صاحب مادرین کے پاس پہنچا۔ اور وہاں سے جواب لے کر جب بادشاہ شہریاطن کے پاس آیا۔ تو اس سے تمام ماجرا، اس طفل کے عمود[2] پر پانے کا بیان کیا۔ یہ سنکر شہریاطن نے کہا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے۔ وہ لڑکا مجھے دے۔ جو میرے ملک کا وارث اور جانشین ہو۔ آخر وہ لڑکا اس نے بادشاہ کو دے دیا۔ اور بادشاہ نے اس سے لے کر خواصوں اور دائیوں کے حوالہ کیا۔ ان سب نے ان کی پرورش و خدمت گذاری کی یہاں تک کہ پرورش پا کر جوانی پر آیا۔ اور گھوڑے پر بیٹھنے لگا۔ بادشاہ نے بھی بہ سبب اسی وجہ تسمیہ[3] کے کہ وہ بالائے

[1] پوشیدہ راز [2] ستون [3] نام رکھنا۔ ۱۲

عمود سے دستیاب ہوا تھا۔ اس کا نام عمود رکھا۔
اور تمام لوگ اس کو ولد الملک[1] پکارتے تھے۔ چنانچہ
وہ بڑے ناز و نعم[2] میں پلا۔ اور اسے طریقہ آداب شاہی
کا سکھلایا گیا۔ اور جو کچھ بادشاہوں کو ضرور ہے
(مثل شہسواری و تیر اندازی اور گرفت و آویزش سے
دشمن کو خمیدہ[3] کرنا۔ اور اسلوب جنگ اور پیچ بند خصم
میں ڈالنا) ان سب فنون کی تعلیم پائی۔ اس کی یہاں
تک شہرت ہوئی کہ لوگوں میں اس کا فخر ہونے
لگا۔ اور وہ اپنے بلاد در دہ میں بہت کم قیام
کرتا تھا۔ بلکہ اکثر سیر و شکار میں مصروف رہتا
تھا۔ آخرکار راس المغارہ پر اس نے اپنے رہنے
کے لئے ایک قصر بنایا۔ اور وہاں رہنے لگا۔ اور
اس قصر کا نام اپنے نام سے قصر عمود رکھا۔ ادھر ماریہ
اس کی مادر کو اس بات کی کچھ خبر نہ تھی۔ کہ اس کے
فرزند کے ساتھ زمانہ نے کیا کیا۔ جب اس بات
کو کئی برس گذر گئے۔ تو لشکر اسلام بارادہ
فتح ارض جزیرہ کے وارد ہوا۔ تو بادشاہ نے اپنے
اعیان دولت سے بامر عوب مشورہ کیا تب نونا نے
اس کو یہ مشورہ دیا۔ کہ آپ اپنے بیٹے عمود کا عقد ملکہ
ماریہ سے کرا دیجئے۔ کہ وہ اس پسر کے لئے صلاحیت

[1] بادشاہ کا بیٹا [2] نعمتوں [3] ٹیڑھا کرنا۔

رکھتی ہے۔ اگرچہ عمر میں تیس برس کی ہے۔ لیکن ابھی باکرہ[1] ہے۔ اگرچہ شاہوں اور شہزادوں نے اس کی خواستگاری کی۔ مگر وہ کسی سے راضی نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ اپنے سے کمتر سمجھتی ہے۔ جس وقت آپ اس کو اپنے بیٹے کے واسطے طلب کریں گے تو اس کا باپ اس امر سے منع نہ کرے گا۔ بلکہ وہ آپ سے اس کام کے کرنے میں بہت راضی ہوگا۔ بادشاہ نے اس بات کو قبول کیا اور توتا کو ہدیہ عظیم دے کر ارسوس بن جارس کی طرف روانہ کیا۔ اور توتا سے کہا۔ کہ تو ہی اس بات میں واسطہ ہو۔ چنانچہ توتا وہاں سے رخصت ہوا۔ اور ارسوس کے پاس پہنچ کر باریاب سلام ہوا۔ اور ہدیہ گذرانا۔ ارسوس نے وہ ہدیہ قبول کیا۔ اور توتا سے باتیں کرنے لگا۔ اس کے درمیان توتا نے اصل مطلب بیان کیا۔ ارسوس نے یہ بات قبول کی۔ مگر اس کے عوض میں یہ چار چیزیں طلب کیں۔ ایک لاکھ دینار دو قلعے بارعیہ دجیمیں اور بیس آدمی امرائے عرب سے تاکہ شب زفاف[2] اپنی دختر کی ان امرائے عرب کے واسطے نذر مسیح لے قربانی کرے توتا نے منظور کیا۔ بعد ازاں ارسوس اپنی دختر کے قلعہ میں گیا اور اس کے پاس پہنچکر اس بات سے خبر دی وہ

---

[1] کنواری [2] دولہن کو دولہا کے گھر بھیجنے کی رات۔

بھی راضی ہوئی - تب ارسوس اپنی دختر کے پاس سے
آیا - اور راہبوں اور فارسیوں کو جمع کر کے اپنی دختر
کا عقد عمود سے کر دیا - اور ان کو احکام تقدیری
سے کچھ خبر نہ تھی -
روایت ہے کہ جب توتا وہاں سے رخصت ہو کر
شہر یاض بادشاہ کی خدمت میں واپس آیا تو جو شرطیں
ارسوس نے دوبارہ طلب قلعہ بارعیہ وجبلین ولاکھ دینار
اور بیس امرائے عرب سے واسطے قربانی کے (بیہ شب
زفاف اپنی دختر کے) کی تھیں - بیان کیں - ملک شہر یاض
اس بات سے خوش ہوا - اور زر نقد تو بھیجدیا -
اور بابت قلعتیں یہ وعدہ کیا کہ شب زفاف واقع ہوگی
تو وہ قلعے پدر عروس کے سپرد کر دوں گا - بعد ازاں
عمود کو اپنے پاس بلایا - اور اس کو خبر دی کہ میں نے
تیرا عقد ارسوس بن جارس کی لڑکی سے کروایا ہے -
اور تو آگاہ ہو اے فرزند! کہ منجملہ ان کے رؤسائے
عرب سے بیس آدمی بھی ہیں - پس تو تیاری کر اور
لشکر ہمراہ لے اور قصد عرب کا کر اور اس کی ہمراہی
توتا وزیر اور رودس حاکم حیران کو بھی حکم دیا - اور
اس نے تاکید کی کہ اگر قابو پاؤ تو عربوں کو گرفتار
کر لو - غرض جہاں تک ہو سکے اس امر کی
کوشش کرو - آخر وہ سب ہمراہ بیست ۲۰ ہزار

مرد جرارؔ کے روانہ ہوئے۔
ادھر عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے آکر وہاں کا ماجرا بیان کیا۔ اور کہا کہ رودس حاکم جیران و توتا دعمود بن الملک دس ہزار آدمی کی جمعیت سے آپ کی طرف چلے آتے ہیں۔ اور ان کا یہ ارادہ ہے کہ رات کو کسی وقت آکر تم کو گرفتار کرلیں پس تم کو چاہیئے کہ تم لوگ اپنی حفاظت کے لئے بیدار و ہوشیار رہو۔ یہ سنکر عیاض بن غنم نے تمام صحابہ کو طلب کر کے اشارہ کیا۔ تب خالد بن الولید نے مشورہ دیا۔ کہ آپ اسی وقت عبد اللہ بن عنان اور سہیل بن عدی کو لکھ بھیجئے۔ کہ فوراً ہمارے پاس پہنچیں۔ اور ہم ان کو خبردار کردیں۔ کہ دشمنوں نے ایسا کچھ قصد کیا ہے۔ تاکہ وہ بھی ان سے ہوشیار رہیں۔ اور ان کی فہمائش کی جاوے۔ کہ جب وہ لشکر اعداءؔ کے قریب ہوں۔ تو کمینگاہ میں پنہاں رہیں۔ تاکہ ان کو گرفتار کرلیں۔ اور اصحاب ان کی کمک کو پیچھے رہیں۔ اور ہم لوگ بھی ان کے دائیں بائیں کمین گاہ میں گھات میں بیٹھیں۔ تاکہ دفعتاً دشمنوں پر جا پڑیں۔ چنانچہ سب صحابہ نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ اور بالاتفاق بولے کہ یہ رائے باثواب ہے

ؔ بہادر ؔ لشکر دشمن ۱۲

آخر کار خالد دو ہزار آدمی جرار لے کر نکلا - اور اسی
وقت عبداللہ بن عثمان اور سہیل بن عدی کو لکھا
گیا - کہ لشکر خالد میں آکر شامل ہو جائیں - اور جو کام
ان کے متعلق کرنا منظور تھا - اور اس خط میں
درج کیا - اور وہ حکمنامہ سراقہ بن دارم کے ہاتھ
روانہ کیا - وہ اسی روز اپنے ناقے پر سوار ہو کر ان
دونوں مکتوبٌ الیہما کے پاس نامہ لے کر پہنچا
انہوں نے نامہ پڑھ کر اسی ساعت کوچ کیا - اور
اِدھر صحابہ کو بھی ان کی روانگی سے خبر ملی -
تو سوار ہو کر چلے - اور اپنے سراغ رسانوں کو واسطے
تجسّس[1] خبر اعداء کے روانہ کیا - خالد دو ہزار
اہل کارزار کے ساتھ عیاض کی خدمت سے روانہ
ہوا - اور اپنے ہمراہیوں کو ایک ہی راستہ پر نہیں
لے گیا - بلکہ ایک ہزار کو طریق یمین[2] پر بھیجا - اور ان
پر سعد کو سپہ سالار کیا - اور ایک ہزار یسار[3] پر
خالد نے اپنے ہمراہ رکھا - اور سعد کو فہمائش کر دی
تھی - کہ اس طریق سے دور نہ ہو جیو - اور اپنے خبر رسانوں
کو روانہ کیا ؏

روایت ہے کہ جب عمود باتفاق تو تا درودس ہمراہ
بیس ہزار سوار روانہ ہوا - یہاں تک چلے کہ درمیان

---

[1] جس کی طرف لکھا جاوے - [2] تلاش کرنا - [3] دایاں [4] بایاں

ان کے اور لشکر عیاض کے فاصلہ دس فرسخ[1] کا باقی رہ گیا۔ تب ایک جگہ پر مقام کر کے وہاں استراحت و آرام کرنے لگے۔ اور اپنے گھوڑوں کو دانہ چارہ دیا۔ اور اپنے اپنے زرہ اور اسباب حرب آراستہ و درست کرتے تھے کہ اسی عرصہ میں جیش[2] عبداللہ بن عضان کا تو ان کے پیچھے سے آیا۔ اور خالد بن الولید اپنے لشکر کو لے کر ان کے داہنے پر چلا۔ اور جماعت تجلیہ بن سعد بائیں طرف سے آپہنچے۔ اور رومیوں کو اس کی مطلق خبر نہ ہوئی۔ جب خالد کو معلوم ہوا۔ کہ لشکر اسلام نے اس دل کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے۔ تو مسلمانوں میں سے واقف کار آدمیوں کو ایک سمت روانہ کیا۔ کہ وہ لوگ رقوع شورہ صدا پر آمادہ اور استماع[3] آواز پر مستعد رہیں۔ بعد ازاں خالد بن الولید نے مسلمانوں سے پانسو مردان دلاور کو اپنے ہمراہ لیا۔ اور پانسو مردان بہادر عدی بن سالم الہلالی کے ساتھ کر دیئے۔ اور اس سے کہدیا۔ کہ جب تم آتش جنگ کو مشتعل اور شرارے کو اس کے اڑتے دیکھوگے۔ تو اپنے کمینگاہ سے برجستہ نکل پڑنا۔ بعد ازاں خالد نے قصد جیش و عدہ کیا۔ اور ان کے سامنے آیا۔ اسوقت سارے مسلمان بآواز بلند تکبیر و تہلیل کرنے لگے

---

[1] فرسخ تین کوس کا ہوتا ہے۔ [2] لشکر [3] سننا

جب رومیوں نے ان کی آوازیں سنیں۔ تو اپنے اپنے ہتھیار سنبھالے۔ اور ان میں سے سوائے درودس اور اس کے پانچ ہزار اصحاب کے اور کوئی سوار نہ ہوا کیونکہ ان میں نشے سوائے درودس کے اور کوئی بیدار نہ ہوا۔ اور نہ ہی خبردار ہوا۔ اور نوتا عمود کے ساتھ مصروف تھا۔ روایت ہے کہ صاحب جران خالد کے مقابلہ میں آیا۔ جب اس نے خالد کو ایک بڑی جماعت کے ساتھ دیکھا۔ تو حقیر سمجھا۔ اور اس کو لوٹ لینے کا گمان کیا۔ اور اس وقت اہل روم خالد اور اس کی جمعیت کو دیکھ رہے تھے۔ رودس نے کہا۔ کہ ہم ان کے امراء کو کافی ہیں۔ پس جس وقت ان لوگوں نے خالد کے لشکر کو دیکھا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے اس دشمنِ خدا رودس پر نعرہ مارا اور مثل ابر و برق کے اس پر آپڑا۔ اور یہ ابیات زبان پر لایا۔

وَاَمّا نقوم لا تکِلّ سُیُوفُنَا	مِنَ الضَّرْبِ فی اسوق الکتائِبُ
سَعوفٌ ذخرنا ھا القبل عَدُوّنا	وَاعزاز دِیْنَ اللہِ بجمشلِ جانِبٍ
قتلنا بھا کل الطارق عَنْوَلاً	وَاَحْلَامُ سوق الْمَلِکَ مِن مجلّ جانِبٍ
اِلیٰ ان مَلکنا الشَّامَ قَہرًا اَوْ غِلظَۃً	قُلنا علیٰ اعدائنا با اَلْقَوَاصِبِ
اِنَّا خَالِدُ المقدام لیس ھَشِیْرُنِیْ	اِذْ حَبَھَت اسدا لوغا فِی الغالب

ترجمہ۔ ہم وہ قوم ہیں۔ کہ لشکروں کے سرداروں

کی گردنیں مارنے سے ہماری تلواریں کند نہیں ہوئیں۔ اور ہتھیاروں کو ہم لے برائے قتل اپنے دشمنوں کے لئے ذخیرہ جمع کیا ہے۔ نیز جمع کرنا اسلحہ[1] کا واسطے اعزاز ترقی دین خدا کے ہے۔ اور ہم نے کل رئیسانِ نصاریٰ کو غلبہ کر کے قتل کیا۔ اور ارکان ملک و ملت کو ہر طرف سے نکال دینے کے لئے یہاں تک از روئے قہر و غلبہ ہم مالک ملک شام ہوئے اور ہم اپنے دشمنوں پر بزور شمشیر ہائے تیز کے مسلّط[2] ہوئے۔ اور میں خالد ہوں مقدّ تہ الجیش[3] اور میں اپنی قوم کا وہ شیر ہوں۔ جو شیر اس جنگ کے میدان میں گونجتے ہیں؀

آخر خالد نے رودس کو نیزہ مار کر زمین پر گرا دیا۔ پھر اس کو ہمام خالد کے غلام نے باندھ لیا۔ بعد ازاں خالد اور اس کے اصحاب نے ہمراہیان رودس پر حملہ کیا۔ اور اسی اثنا میں کہ سرگرم کارزار تھے۔ کہ ثعلبہ بن سعد و عدی بن سالم معہ اپنی جماعت کے نکل آئے۔ اور بعد ازاں عبد اللہ بن عنان بھی اپنا لشکر لے کر سامنے سے نمودار ہوا۔ یہاں تک کہ وہ تمام سرزمین صدائے مہیب و بانگ بزن سے

---

[1] جمع سلاح یعنی اوزار۔ ہتھیار۔ [2] غالب [3] تھوڑی فوج جو لشکر کے آگے آگے چلے۔

پڑ گئی اور اس دشت میں ہر طرف سے دشمنوں میں
تہلکہ پڑ گیا۔ اور اعداء کو عربی گھوڑوں کے آگے دھر
لیا۔ کیونکہ اس وقت توفیق الٰہی مصاحب و ہمدم
تھی۔ پس اہل روم کو اتنی مہلت و قدرت بہم
نہ پہنچی۔ کہ وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوتے۔ مگر یہ تلوار
ان کا کام تمام کر دیتی۔ یہاں تک کہ کتنوں کو قتل و پامال
کیا۔ اور کتنوں کو بھگا دیا۔ اور اکثر کو ان میں سے
اسیر کیا۔ اور عمود و توتا کو بھی پکڑ لیا۔ چنانچہ چار ہزار
آدمی بندی تھے۔ اور ایک ہزار سات سو چھیاسٹھ
آدمی قتل اور باقی آدمی بھاگ کر شہریاص بادشاہ
کے پاس پہنچے۔ اور اس کو اس واقعہ کی خبر سنائی۔
فَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ یعنی روئے
زمین باوصف اس کشادگی کے اس پر تنگ ہو گئی۔ اور
یقین ہو گیا کہ عہد دولت اس کا منقطع ہو گیا۔ اور
ایام سلطنت[۱] مضمحل[۲] و آخر ہو گئی۔ پس جو
لوگ اس کے ارباب سے باقی رہ گئے تھے۔ ان کو
جمع کر کے مشورہ کیا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔
ان سب نے بالاتفاق ظاہر کیا کہ اے ملک عرب
ٹھہرنا ہمارا راس العین میں نادانی ہے۔ کیونکہ
درمیان ہمارے اور حرمان وہاد و سروج

۱ قید ۲ بادشاہی کے دن ۳ ناچیز ہونے والا ۱۲

کی بھی دوری ہوگئی - تو اس صورت میں عرب ہمارے اور بلاد میں طمع کریں گے۔ بلکہ قرین رائے صواب اندیش یہ ہے کہ ہم یہاں سے کوچ کر چلیں اور اپنے بلاد کے اوساط و درمیان میں ہو رہیں - جہاں سے ہمارے قلعے بھی قریب پڑیں اور ہر طرف سے رسد غلہ وغیرہ بھی ہمارے پاس پہنچ سکے۔ دریں صورت اگر ہماری فتح اور عرب کی شکست ہوئی تو پھر ہم ان سے سارے مقامات چھین لیں گے۔ اور اگر ہمارے لئے شکست ہوئی تو ہم اپنے قلعوں کی طرف بھاگ جاویں گے۔ مثل ماردین وقلعہ ماذن و کفر توتا اور سمیت جملین وتل توتا وبارعیہ ورتل وسما وتل قرع وصور وحلبہ الجیل وغیرہ کے قصد کریں گے۔ اور اپنے اوپر امین ہو جاویں گے - اس مشورہ کو بادشاہ نے پسند کیا - اور برج جر سے کوچ کر کے پہلے قصد راس العین کا کیا - اور وہاں آلات وسامان حصار مہیا کیا - اور دس ہزار فوج سے مرتودس کو جو ملک شہریاض کا داماد و مشاہیر شہسواروں کا تھا شہر میں چھوڑا - پھر جبکہ بادشاہ اس کا یہ بند وبست کر چکا تو مرج رغبان کو کوچ کر گیا ؛

روایت ہے ابو العلی سے اس نے روایت کی ہے

لہ قلعہ ۱۲

طاہر المطوعی سے اس نے ابو طالب بن ملیحہ سے اس نے
وہبان بن بشیر بن مزارہ سے اس نے کہا۔ میں نے
وقائع مفتوح اول سے تا آخر احمد بن عامر الجوفی کے
سامنے پڑھا۔ انھوں نے سعد بن عاصب سے۔ انہوں
نے یحییٰ بن سعید ان المزوری سے انہوں نے ابی
عبداللہ بن محمد واقدی سے کہ وہ ان دنوں بجانب
عربی قاضی تھے۔ انھوں نے بیان کیا۔ کہ ملک شہر یاض
اپنے لشکر مرج رغبان میں لایا۔ تو اسی عرصہ میں عیاض
بن غنم نے بھی شہر یاض کے پیچھے کوچ کر دیا یعنی تعاقب
کیا اور قبل از کوچ نامہ اپنا مشتمل اخبار جنگ
و حصول فتح قلعہ رباد زلو بیا و فیر وزہی ملک
خابور بحضور امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی
اللہ عنہ کے دیا تھا۔ اور التماس دعا لکھی تھی
اور مکتوب کے ساتھ حبس وغیرہ جو کچھ عمدہ
چیزیں قلعوں سے دستیاب ہوئی تھیں۔ حبیب ضہیان
کے ہاتھ ارسال کیں۔ اور حبیب کے ہمراہ سو سوار کر دیئے
چنانچہ حبیب تو سب اشیاء لے کر روانہ مدینہ ہوا۔
اور عیاض نے معہ لشکر مسلمین تعاقب شہر یاض کا
کیا۔ یہاں تک کہ لشکر اسلام بھی مطابق النعل بالنعل ان
اعداء کے مرج رغبان پر جا پہنچا۔ اور ان کے مقابلہ

میں اترا۔ جب یہ خبریں ارسوس صاحب ماردین کو
پہنچیں۔ اور خبر اسیر ہونے عمود کی بھی پہنچی۔ تو
اپنی دختر ماریہ کو اپنے پاس بلایا۔ اور کہا اے بیٹی
آگاہ ہو۔ کہ شوہر تیرا اسیر ہوگیا۔ اور وہ پسر ملک
ہے۔ اور میں عار کرتا ہوں۔ اس کی کہ لوگ کہیں گے
دختر ارسوس کی ابن ملک عمود کو راس نہ آئی۔
کہ جب وہ اس کی تزویج میں آئی تو وہ قید ہوگیا۔
یہ امر مجھ کو سخت دشوار ہوگیا۔

یہ سن کر ماریہ نے جواب دیا۔ اے پدر بزرگوار
قسم ہے مسیح کی آپ نے حق کہا۔ اور کلمۂ صدق
فرمایا۔ آپ کی اس باب میں کیا رائے ہے؟ ارسوس
نے کہا تو ہی بتا۔ کہ تیری کیا رائے ہے؟ اس
نے کہا میں نے یہ حیلہ تجویز کیا ہے۔ کہ اپنے
تئیں اجنبی بنا کر بھیس بدلوں اور لشکر مسلمین میں
داخل ہو کر امیر کے پاس جاؤں۔ اور اس سے کہوں
کہ تیرے ہاتھ پر اسلام لانے کو آئی ہوں اس لئے کہ
میں نے اپنے خواب میں مسیح کو دیکھا۔ اور ان کے ہمراہ
حواریین ہیں۔ تو گویا جو کچھ تم لوگوں کے ہاتھ سے ہم پر
واردات ہوئی ہے۔ مسیح اسے میں شکایت کرنے لگی۔
اور مسیح مجھ سے فرماتے ہیں۔ کہ اسلام قبول کر

لہ نکاح

کہ وہ قوم حق پر ہے۔ اسی خواب میں تمہارے پاس میں اسلام لانے کو گئی۔ اور میں نے تم کو اپنے باپ کے قلعہ کا مالک کر دیا ہے۔ اور تم نے مجھ کو میرے قلعے میں چھوڑ دیا ہے۔ اور پھر جس وقت امیران کا مجھ سے کہے گا۔ تو ہم کو اپنے باپ کے قلعے کا کیونکر مالک کر دے گی۔ کیونکہ وہ جمیع حصول سے بلند و استوار تر ہے۔ اور سائر قلعوں میں محکم و پائیدار تر ہے۔ تو اس سے کہوں گی۔ کہ تم اپنے صنادید و عمائد سے سو سوار میرے ہمراہ کر دو۔ کہ ان کو میں اپنے قلعے میں لے جاؤں۔ پھر ان کو صندوقوں میں بند کر کے اپنے باپ کے قلعے میں بھیج دوں۔ اور میں بھی ان کے ہمراہ متولی قلعہ کے پاس جا کر اس سے کہوں۔ کہ ان صندوقوں میں میرا بہت سا مال ہے۔ اس کو تو میرے باپ کے خزانہ میں داخل کرے۔ پھر جب کہ وہ قوم میرے قابو میں آجاوے گی۔ تو ان کو تہ خانہ میں ڈال دوں گی۔ اس وقت میں ان لوگوں سے کہوں گی۔ کہ میں تم کو نہ چھوڑوں گی۔ جب تک تم اپنے میر سے نہ کہلا بھیجو۔ کہ وہ میرے شوہر کو میرے پاس بھیج دے دیں ؎

ا ے قلعوں ۱۲ ۵ے سردار

یہ سن کر ماویہ کے باپ نے کہا کہ تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا چاہتی ہے۔ کیونکہ عرب پر کسی کا حیلہ نہیں چلتا۔ بلکہ وہ خود صاحبان خدعہ[1] و حیلہ ہیں۔ تیرا یہ مکر اُن کے آگے پیش رفت نہ جائے گا۔ پھر ماویہ نے کہا۔ اگر وہ لوگ مجھ سے رہائن یعنی گرو ضمانت طلب کریں گے۔ تو جس وقت کچھ فدیہ و معاوضہ ان کے اصحاب کا قرار پاوے گا۔ اس وقت اس کے عوض میں رہائی اپنے شوہر کی طلب کروں گی۔ آخر ارسوس نے اُس سے کہا کہ خیر وہی تدبیر کر۔ جو ارادہ تو کرتی ہے۔ کیا عجب ہے کہ اس میں کوئی مصلحت درست ہو جاوئے۔

غرض ماویہ رات کو ہمراہ ایک خادم اور چار غلاموں کے نکلی اور قصد رغبان کا کیا۔ اثنائے راہ میں اپنے باپ کے غلاموں اور ملازموں سے ملاقات کی کہ جن کی حراست میں چالیس قیدی مسلمان تھے۔ ان میں عبداللہ ابن غسان اور مثل ان کے تھے۔ سبب اس موقعہ کا یہ ہوا کہ جب عیاض معہ ان سرداروں کے بقصد ان تسخیر راس العین کے کوچ کیا۔ تو بحسب عادت عبداللہ بن غسان کو بہ جہت مناسب طرف حران بسرعت روانہ کر دیا۔

---

[1] خدعہ۔ فریب ۱۲

تاکہ رسد غلہ وغیرہ واسطے لشکر کے لدوادیں۔ چنانچہ عبداللہ روانہ ہوئے جب بلاد رُوم کے وسط و درمیان میں پہنچے تو اچانک سائیس بن فقولا و جبر جلیش بن شمعوں نے آکر ان سے ملاقات کی کہ وہ رسد و غلہ وافرہ برائے لشکر ملک شہر یاض لئے جاتے تھے۔ اور ان کے ہمراہ تین ہزار آدمی زرہ و ساز حرب پہنچے ہوئے تھے۔ آخر وہ سب ہر جانب سے آپڑے اور پکڑ لیا اور ان سب مسلمانوں کو اسیر کر کے مالک شہر یاض کے پاس حاضر کر دیا شہر یاض ان کے قتل پر آمادہ ہوا اس وقت اس کے وزیر نے کہا کہ اے بادشاہ یہ میری رائے نہیں ہے۔ اس لئے کہ عمود پسر آپ کا اور رودس حاکم حران و توتا صاحب الحجبات دشمنوں کے ہاتھ گرفتار ہیں پس اگر آپ ان اسیروں کو قتل کریں گے۔ تو وہ بھی آپ کے اصحاب اور عمود کو مار ڈالیں گے۔ بہتر یہ ہے۔ کہ آپ ان قیدیوں کو قلعہ ماردین میں بھیج دیں۔ اور ملکہ ماریہ کے سپرد کر دیں۔ کہ یہ ان کے پاس محبوس رہیں اور پھر جس وقت عرب لوگ ان لوگوں کو آپ سے طلب کریں تو آپ ان سے صاف طور پر بیان کر دیجئے۔ آپ ان سب کو یہ بتا دیجئے۔ کہ وہ لوگ تو قلعہ ماردین ہیں۔ ہماری

سلہ قید ۱۲

قید میں نہیں ہیں۔ اور جن کے پاس وہ قیدی ہیں۔ ہم کو ان سے کوئی کام نہیں ہے۔ پس اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کی رفعت اور ہیبت ان پر بہت غالب ہو گی۔ آخر بادشاہ نے اس رائے کو پسند کر کے ان قیدیوں کو ماریہ کے پاس ہمراہ دیگر ملازمان ارسوس پدر ماریہ کے روانہ کر دیا۔ چناں چہ یہ ان اسیروں کو لے جا رہے تھے۔ کہ خود ماریہ سے راستے میں مقام دینس پر ملاقات ہو گئی۔ جیسا کہ ابھی مذکور ہوا ہے۔ ماریہ نے یہ ماجرا سن کر ملازموں کو حکم دے دیا۔ کہ قیدیوں کو ہمارے قلعے میں لے جاؤ۔ اور خود بدستور جدھر جاتی تھی۔ روانہ ہو گئی۔ یہاں تک کہ لشکر مسلمین میں کچھ رات گئے پہنچی اسوقت سہیل بن عدی اور بحیہ بن سعد معہ ایک جماعت کے لشکر اسلام میں بطریق طلایہ نگہبانی کے پھر رہے تھے۔ جب سہیل وغیرہ نے ماریہ کو دیکھا تو اس کے پاس آئے۔ اور پوچھا کہ تو کون ہے۔ اور تیرا کیا نام ہے۔ ماریہ نے ان کو جواب دیا کہ میں امیر کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ تب وہ لوگ اس کو عیاض بن غنم کے پاس لے گئے۔ جب سامنے گئی تو ماریہ پیشکش کیا اور یہ ان سے ارادہ کیا کہ وہ امیر کے حضور میں سجدہ کرے۔ تو انہوں نے اس کو اس بات

سے منع کیا۔ اور کہا کہ حق تعالےٰ نے ہم کو بسبب اسلام
عزت دی ہے۔ اور یہ ہدایت کی ہے کہ بطفیل حضرت محمد رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم کو گمراہی سے نکالا ہے اور ہمارے
دلوں سے کینہ وحسد کو زائل کیا ہے۔ اور ہم کو اسلام کے ہمراہ
شرف بزرگی کا عنایت فرمایا ہے۔ اور ہم اس بات سے نزدیک
اور دور رکھا ہے کہ کوئی ہم میں سے ایک دوسرے کو سجدہ کرے
کیونکہ اس بات کی جبابرہ اور متکبرین کو رغبت ہے اور حق تعالےٰ
نے فرمایا ہے۔ اَلْعَظَمَۃُ رِدَائِیْ وَالْکِبْرِیَاءُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْھِمَا
قَصَمْتُہٗ وَلَا اُبَالِیْ۔ یعنی عظمت اور جلالت میری چادر ہے۔ اور کبریائی
اور بڑائی میرا پیراہن ہے۔ پس جو کوئی ان دونوں چیزوں میں مجھ سے نزاع
کرے گا تو میں اس سے گردن توڑ دوں گا۔ اور کچھ پرواہ نہ کروں گا۔ چنانچہ جو
کلام کہ عیاض بیان کرتے تھے۔ ماریہ بھی تھی جب کلام تمام ہوا تو ماریہ
نے کہا۔ اے امیر حق تعالےٰ نے تم کو انہیں اسیروں کے سبب ہم پر غالب
کیا تب عیاض نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا میرا نام
ماریہ ہے۔ اور ارسوس صاحب مارویں کی دختر ہوں۔ اور عمو د
نام شخص جو کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ
کے پاس اسیر ہے۔ وہ میرا شوہر ہے اور مجھ کو اس

پر صبر نہیں جس وقت مجھ پر فکر نے ہجوم کیا - اور میرا شوق اس کی خاطر از حد فزوں ہوا - تو میں نے اپنے خواب میں مسیحؑ اور حوار یین کو دیکھا - تو مسیحؑ نے مجھ کو تمہاری اتباع اور پیروی کا حکم دیا - پس میں تمہارے پاس اس نیت سے آئی ہوں کہ تمہارے دین کی تبعیت کروں - اور اپنا قلعہ اور اپنے باپ کا تمہارے سپرد کر دوں - بشرطیکہ میرا قلعہ میرے لئے باقی چھوڑ دو - اور میرے امور میں کچھ تغیر و تبدل نہ کرو - یہاں تک کہ میں اپنے شوہر کے ساتھ اس میں مقیم رہوں - چنانچہ اس کی ان باتوں سے عیاض بن غنم نے تبسم[1] کیا اور کہا کہ - اے ماریہ آگاہ ہو کہ تو ہمارے پاس اس واسطے آئی ہے کہ اپنے شوہر کے بارے میں ہم کو رنج و اندوہ میں مبتلا کرے - اور یہ شخص تیرا شوہر نہیں ہے - بلکہ تیرا پسر ہے - غرض تمام قصہ انہوں نے بیان کیا - جب اس نے یہ حکایت عیاض بن غنم سے سنی تو اس کا رنگ اڑ گیا - اور چہرہ متغیر ہو گیا اور کہنے لگی - اے میرے سید و آقا آپ کو یہ حال کیونکر معلوم ہوا - اور آپ کو کس طرح ثابت ہوا - کہ محمود میرا پسر ہے - حالاں کہ وہ ملک شہریاض کا بیٹا ہے - تب عیاض رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ

[1] مسکرانا ۱۲

میں نے آج کی شب خواب میں حضرت رسالت مآب
صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور
حضرت صاحب نے یہ ساری حکایت مجھ سے بیان فرمائی
ماریہ نے کہا۔ میں چاہتی ہوں کہ اس کو دیکھوں۔ اگر وہ میرا پسر ہے
تو میرے لئے اس میں کچھ علامت و شناخت ہے۔ جس سے
میں اس کو پہچان لوں گی۔ پس عیاض نے اس کے لانے کا
حکم دیا۔ تو سعید بن زید نے اس کو لا کر حاضر کیا۔ جب ماریہ نے اس
کو دیکھا۔ اور نگاہ اس کی اس پر پڑی۔ اور داغ اس کے رخسارے کا۔ اور
اس کا ایک کان کچھ بڑھا ہوا پایا۔ اور اپنے پارچہ عصابہ کو جس میں جواہر
بند ہا تھا۔ معائنہ کیا۔ تو بلند آواز سے ایک نعرہ مارا اور حاضرین
مجلس حیران داز خود رفتہ ہو گئے۔ اور ماریہ نے اپنے تئیں عمود اپنے
پسر پر ڈال دیا۔ اور اس کو لپٹ گئی۔ اور کہنے لگی اس میں کچھ شک
نہیں کہ یہ میرا فرزند ہے۔ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے
کلام میں صادق ہیں۔ اور اس لڑکے نے بھی جب اپنی ماں کی طرف
نظر کی تو اس کے خون نے جوش مارا اور شدت گریہ سے بیہوش
ہو گیا۔ اور کافی دیر تک وہاں بیہوش رہا۔ جب ہوش آیا تو وہ اور
اس کی ماں پھر باہم دونوں مل کر خوب روئے۔*

آخر جب وہ دونوں خاموش ہوئے تو عیاض نے ان سے کہا
کہ تم دونوں پر واجب و لازم ہے۔ کہ جس طرح حق تعالےٰ نے تم دونو
پر اپنا فضل و کرم کیا ہے۔ تو اس نعمت کی شکرگذاری میں تم خدا
وحدہٗ لاشریک کی توحید پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ حق تعالےٰ جل شانہٗ
شکرگذاروں کے لئے اپنی نعمت و کرامت زیادہ کرتا ہے۔ اور اس
کی رحمت نیکوکاروں سے بہت قریب ہے۔ اور عذاب اس کا
مجرموں منکروں سے دور نہیں اور تو آگاہ ہو کہ حق تعالےٰ کے
لئے نہ کوئی حد و انتہا ہے۔ اور نہ اس کے لئے قدو بالا ہے۔ اور
نہ اس کے لئے قبل ہے۔ کہ اس سے کوئی شے پہلے ہو اور نہ اس کے
واسطے بعد ہے۔ کہ وہ نہ ہو۔ تو اس کے پیچھے کوئی چیز رہ جاوے
وہی اول ہے۔ کہ ہستی عالم کی اسی پر موقوف ہے۔ اور وہی آخر ہے
کہ وہی شاہان کے مفاخر ہے۔ چناں چہ جس وقت محمود نے یہ مقولہ
عیاض بن غنم کا سنا تو بولا واللہ تیرے قول میں کچھ زور و فریب
نہیں ہے۔ و انا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا
شریک لہ اشھد ان محمدًا عبدہ و رسولہ یعنی میں اس
بات کی گواہی دیتا ہوں۔ کہ سوائے خدائے یکتا اور بے ہم۔ سر

ا ے فخر کے لائق ۲ ے جھوٹ ۲

کے کوئی دوسرا اللہ پرستش کے قابل نہیں ہے۔ اور تحقیق کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم رسول اور خداوند تعالٰے جل شانہ کے سچے پیغمبر اور نبی ہیں، روایت؛

روایت ہے کہ جب ماریہ نے اپنے پسر عمود کو دیکھا کہ مشرف با اسلام ہوا۔ تو اس نے بھی اس کی موافقت کی۔ اور طریق بدی سے باز رہی۔ اور بالآخر وحدانیت حق تعالٰے کی شہادت ادا کی اور رسالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مقر ہوئی۔ پس عیاض بن غنم اور جماعت مسلمین حاضر بن مجلس نے کہا۔ کہ حق تعالٰے اسلام تم دونوں کا قبول کرے۔ اور اللہ تعالٰے تم دونوں کو توفیق علم و عمل کی دیوے۔ حق تعالٰے نے اب تمہارے دلوں کو قوی کیا اور تمہارے گناہوں کو بخشش دیا پس چاہیئے کہ تم از سر نو اعمال شروع کرو۔ لیکن یہ بتاؤ کہ اس قلعہ میعہ پر ظفر یابی اور وہاں پہنچے کی کیا سبیل ہے، تو ماریہ نے کہا تم تو شرده ہو کہ جب تمہارے اصحاب قریب جوان اسیر ہوئے تو مالک بن یاض نے ان اسیروں کو میرے ساتھ روانہ کیا کہ میں تم سے ان لوگوں کے فدا ورہا میں اس طفل عمود کو مطلب کروں۔ چنانچہ ان کو میں نے اپنے قلعے کی طرف اسی وقت ہی روانہ کر دیا تھا۔ اور اب میں ان کے پاس

جاتی ہوں - اور ان کو اپنے باپ کے قلعہ میں بھیجتی ہوں - پھر ان کو قید سے رہا کر کے ان کو اب میں اس قلعے کا مالک کرتی ہوں -

یہ بات سن کر عیاض نے اس سے کہا کہ حق تعالے نے تجھ کو ہر حال میں توفیق دی اور تجھ کو نجات دی - اور البتہ اسیری اصحاب کی تجھ پر نہایت صعب ہے اور اس امر سے مجھ کو سخت صدمہ اور تعجب ہے اور یا ب تیرے اس تکر صاائب سے میرے دل کو تسلی ہوئی - پس چاہیئے - کہ تو اپنے فرزند کو ہمارے پاس چھوڑ کے اپنے باپ کے پاس جاؤ - اور جب تجھ سے ملاقات ہو تو بظاہر کر - کہ میں نے اپنے سارے مکر و حیلے عربوں پر تمام کئے - مگر کوئی تدبیر در بارہ رہائی محمود کے پیش رفت نہیں گئی - اور بعد اظہار اس بات کے پھر جس وقت تو ہمارے اصحاب کے پاس جاوے - اس وقت جو کہ بصلاح و صواب - یہ تیرے بہتر ہو وہ عمل میں لانا - اس نے کہا کہ بگوش دل میں نے سنا کر بسر و چشم بجالاؤں گی - بعد ازاں ماریہ اپنے اپسر کو مسلمانوں کے پاس چھوڑ کر اسی شب ماردین کی طرف روانہ ہوئی - جب وہاں گئی تو معلوم ہوا کہ

پدراس کا رسوس ملک کی خدمت میں بمقام مرج رعنبان گیا اور اس صاحب سے اس کی ملاقات ہوئی کہ جس کے ہمراہ اسیران اہل اسلام تھے۔ اور اس نے اسیروں کو قلعہ ارسوس میں پہنچادیا۔ حاجت عاقل ترین مردم توریت وانجیل و زبور پڑھا ہوا تھا۔ اور مقام میدی امرت کا راہب تھا۔ اور اس نے وہاں ایک معبدٌ لمبے لمبے پتھر کے ستونوں پر ایک سقف مسطحؔ کے اوپر قبہ بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ اس بالا خانے پر زینے سے چڑھ جاتا تھا۔ اور زینہ رسیاںؔ ریشم سے بنایا تھا۔ اور اس قبے میں لٹکا دیا تھا۔ اور اس زینے میں دو لنگر آہنی لگے تھے۔ جب وہ قبے پر چڑھا تھا۔ تو زینے کو اوپر کھینچ لیا تھا اور یہ خبر اس کی مشہور تھی۔ اور چرچا اس کی عبادت اور رہبانیت کا ہر ایک کی زبان پر مذکور تھا۔ پھر جب لشکر اسلام طرف ان بلاد کے متوجہ ہوا اور ملک شابور بطریق صلح کے فتح ہوا اس وقت گرد اس قبہ کے اجتماع خلائق ہوا۔ اور کہنے لگے اے باپ ہمارے سب افواج کے۔ یعنی اے بزرگوار نیک اور پاک ہستی اور اے ہمارے آقا و رہبر آپ ہمارے حق میں کیا مشورہ دیتے ہیں۔ کہ عربوں نے ہماری

ؔ عبادت خانے کے چھت کی تاگا ۱۲

بجانب رخ کیا ہے۔ اور وہ لوگ فتح ملک شام اور اکثر عراق
کر چکے۔ اور اب ہماری سرحد و زمین میں پہنچے ہیں۔ اور
دریں صورت ہم کیا تدبیر کریں۔ یہ سن کر وہ راہب اپنے
قبے سے جھانکنے لگا۔ اور بولا۔ اے گروہ نصرانی۔ ہمیشہ نعمتیں
و برکات خدا کی ظاہر و باطن تم پر نازل ہیں۔ کہ تم لوگ اپنے بلاد
میں باطمینان متمکن ہو۔ اور گردنیں خلایق کی تمہارے آگے
جھکی ہیں۔ یعنی تمہارے مطیع ہیں۔ اور مسیح علیہ السلام نے تم کو
تمام امتوں پر نصرت بخشی ہے۔ اور ساری امتوں کا منہ تم سے پھیر
دیا ہے۔ اور تمہارے لئے زمین کے طول و عرض کو وسیع کیا ہے۔ یعنی
تمہارے ملک کو بڑی وسعت دی ہے۔ جب تک تم اچھے کاموں
کا حکم کرتے تھے۔ اور برے کاموں سے منع کرتے رہے اور تم
ظالموں کو سزا اور مظلموں کی داد دیتے رہے اور حکم بہ حق
کرتے تھے۔ اور اپنی شریعت کی پیروی کرتے تھے اور اپنے
نفوس کو حرام خوری اور زناکاری سے بہ زجر منع و باز رکھتے
تھے۔ اور اس کے بعد پھر جب کہ تم نے ان سب باتوں
کو بدل دیا۔ اور اپنی نئی شرع قایم کر کے اس کی پیروی کیا
کرتے رہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنی برکتوں کو بھی تم سے

بدل ڈالا۔ چنانچہ انجیل یحییٰ اور انجیل مرقس میں لکھا ہے۔ کہ جو کوئی احکام حق کی پیروی کرتا ہے۔ اور اپنی زبان کو راست گوئی پر لگاتا ہے اور اپنے پروردگار کے حکموں پر عمل کرتا ہے۔ اور ان اعمال کی اعانت اور اس کی غایت کو اپنے نفس پر لازم کرتا ہے۔ اور کسی کی امانت میں خیانت نہیں کرتا۔ اور اپنی نماز و عبادت بطریق دوام بجا لاتا ہے۔ اور موافق اپنی شریعت کے عمل کرتا ہے۔ اور اپنی خواہشات نفسانیت کی پیروی نہیں کرتا ہے۔ تب زہد اس کا اس کی تمنا کو پہنچتا اور پہنچاتا ہے۔ اور جس نے جور و جفائی اور ظلم و جبر روا رکھا۔ اور جو کوئی طریق حق سے منحرف ہوا۔ وہ بہت جلد ہوگا۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنا قاتل ہوگا۔ اور وہ خانہ خراب ہوگا۔ اور ان کا باعث اس کی خواری کا ہوگا۔ اور خوف اس کا پیراہن ہوگا۔ یعنی وہ ہمیشہ خوف و خطر میں رہے گا۔ توریت میں مرقوم ہے۔ کہ ظلم نہ کرو۔ خدا ظالم کو دوست نہیں رکھتا۔ یعنی اس پر مہربانی نہیں کرتا اور میں نے سنا ہے کہ قرآن شریف میں بھی یہ حکم ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ فَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ [۱]

[۱] بے شک بے خبر ۱۲

یعنی حق تعالےٰ مفسدوں کے کاموں کی اصلاح بخیر نہیں کرتا پس
ضروری ہے کہ تم اپنے کاموں کو راہ بہ صلاحیت بجا لاؤ) اور خوف
خدا ہمیشہ پیش نظر رکھو۔ اور اپنے اہل اور اپنے خاندان کی حمایت
کے لئے قتال کرو۔ اور نبی کی شریعت کا اتباع کرو۔ اور
اپنے دشمنوں سے جہاد کرنے کو باہر نکلو۔ اور اس لئے کہ
جمیع عبادات امور بہا سے جہاد افضل ہے۔ اور جو کوئی اعدائے
دین سے جہاد کرے گا تو اس کی جگہ بہشت میں ہے۔ اے
قوم آگاہ ہو کہ میں اپنے اس مقام سے اترا ہوں۔ پس تمہیں
ضروری ہے کہ میری ہمراہی سے پیچھے نہ رہ جاؤ۔

یہ کہہ کر اس نے وہ زینہ ریشمی نیچے لٹکا دیا۔ اور اتر آیا
جب لوگوں نے اسے نیچے اترے ہوئے دیکھا۔ تو با ادب سلام
پیش آئے۔ اور اس کے دست و پا کو بوسہ دیا۔ وہ راہب
ان سب کو ان کنیسہ و ماثر کنیسہ بازار کے لئے گیا۔ اور اس
کے اندر ایک راہب رہا کرتا تھا۔ چناں چہ اس راہب
نے اس راہب دیر ملوح کو اس کا نام لے کر پکارا اور کہا یہ
عبادت کا وقت نہیں ہے۔ تو یہ سن کر وہ راہب
اس دیر سے باہر نکلا اور ہمراہ ہو لیا

وہ راہب اول جو بہت سے آدمی اپنے ہمراہ لایا تھا۔ معہ
اس دوسرے راہب کے نصیبین کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس
کی آمد سن کر ملک فرقیافس استقبال کو نکلا۔ اور وقت ملاقات
کے اس کے سامنے پیدا گیا اور مصافحہ کیا۔ اور اس کے ہمراہ
مسجد نصارے تک گیا۔ وہاں دیر یعقوب کی زیارت کی اور اہل
نصیبین دوڑ کر اس کے پاس جمع ہوئے۔ اس وقت اس نے ان
کو وعظ و پند سنایا۔ اور جہاد کا حکم دیا۔ بعد ازاں عازم راس
العین ہوا۔ اور اس کی خبر سوس بن جارس کو پہنچی۔ چنانچہ جس
وقت عبداللہ بن غسان اور اصحاب اُن کے اسیر ہوئے۔ تو وہ
سب اسی راہب کے ہمراہ کہ اس کا نام متیا بن عبدالمسیح تھا
بھیجے گئے تھے۔ اور اس سے اثنائے راہ میں ماریہ نے ملاقات
کی تھی۔ جیسا کہ اس سے ذکر ہو چکا ہے۔ اور اسی کو ماریہ نے
حکم کیا تھا کہ ان سب قیدیوں کو ہمارے قلعہ میں لے
جاؤ۔ تو جب متیا بن عبدالمسیح اِن قیدیوں کو لے کر
ماریہ سے جدا ہوا۔ اور دور پہنچا۔ تو اتفاقاً ماریہ کا
باپ بھی اسی نواح میں اپنے لشکر کے ہمراہ راہب کی ملاقات
کی اور حال پوچھا کہ اب کہاں سے آتا ہے۔ اور کس لئے جاتا ہے۔ تو اُس نے

بیان کیا۔ کہ ملک شہر یاض نے ان اسیروں کو میرے ساتھ بھیجا ہے۔ تب ارسوس نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ نتیا بن عبدالمسیح ہوں۔ جب ارسوس نے یہ باتیں سنیں تو بہت مسرور ہوا۔ اور کہا کہ قسم ہے۔ مجھ کو اپنے دین کی کہ میں زمانہ دراز سے تمہارا منتظر و مشتاق تھا۔ اور تمہاری رائے اور صواب دید کا متمنی ہے۔ بالفعل تم ان لوگوں کو میرے قلعہ میں لے جا کر پہنچا دو۔ اور تمہیں بذات خود ان قیدیوں کی حفاظت پر متوجہ رہو۔ یہاں تک کہ کوئی حکم ہمارا تم پر صادر ہو اور ہمارا یہ خاتم تو بچا رکھ۔ نتیا راہب نے بندیوں کو لے جا کر قلعے میں پہنچا یا۔ اور زندان میں قید رکھا۔ اور خود ان کی حراست میں مستعد رہا۔ اکثر اوقات ان کی حسن عبادت پر نظر کیا کرتا تھا۔ اور ان کی تجوید تلاوت بھی کہ خوش خوانی ولہجہ سنا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز ان کی طرف متوجہ اور مخاطب ہو کر پوچھا کہ تم لوگوں کے یہاں روز و شب میں کیا کیا۔ اور کتنے فرض ہیں۔ عبداللہ بن غسان نے جواب دیا کہ پنج گانہ نماز ہم پر فرض و واجب ہے جو آدمی سے بجا لاوے اس کے رکوع اور سجود کو خوب ادا کرے

اے خوش لے آرزو رکھنے والا کی حفاظت سے زبانی آواز ۱۲

تو وہ دوزخ سے بچے گا۔ چنانچہ حق تعالےٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ط یعنی محافظت کرو۔ اپنی نمازوں کی ضائع وقضا ہونے سے خاص کو حفاظت نماز درمیان والی یعنی عصر کی کہ وہ مابین ظہر و مغرب کے ہے۔ اور بعض روایت میں مراد ہے۔ نماز صبح کی کہ وہ مابین دو نماز رات دو نمازوں کے ہے۔ اور بعض روایات میں مراد ظہر ہے جو مابین صبح و عصر کے ہے۔ اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے

اَلصَّلٰوةُ صِلَةٌ مَا بَيْنَ الْعَبْدِ وَرَبِّهٖ فِيْهِمَا اِجَابَةُ الدُّعَاءِ وَقَبُوْلُ الْاَعْمَالِ وَبَرَكَةٌ فِي الرِّزْقِ وَرَاحَةٌ فِي الْاَبْدَانِ وَسِتْرٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ وَثِقْلٌ فِي الْمِيْزَانِ وَجَوَازٌ عَلَى الصِّرَاطِ۔

یعنی نماز درمیان بندگان اور یزدان کے ایک علاقہ ہے اسی نماز میں دعا قبول ہوتی ہے۔ اور اعمال مقبول ہوتے ہیں اور برکت در وسعت رزق ہوتی ہے۔ اور بدن کو راحت وصحت حاصل ہوتی ہے۔ اور وزن میزان میں بہت بھاری ہے۔ اور پلصراط پر تیزی سے گذرنے والی ہے۔ اور کنجی جنت کی۔ پس یہ سب امتوں پر فرض اور واجب

تھی مگر ان لوگوں نے اُس حکم و فرض کو ادا نہ کیا۔ بلکہ اس میں تقصیر و کمی تھی۔ یہاں تک کہ اُس نماز کو حق تعالیٰ نے ہم پر فرض کیا ہے۔ سو ہم نے ادا کیا۔ اور یہ نماز جامع و مجموعہ جمیع طاعات و عبادات کی ہے۔ منجملہ ان عبادات کے ایک جہاد ہے۔ نمازی گویا کہ وہ دشمنوں کے ہمراہ جہاد کرنے والا ہے ایک نفس امارہ اور دوسرا شیطان مرتد اور روزہ بھی نمازی کے متعلق ہے۔ نمازی نہ کھاتا ہے۔ نہ پیتا ہے۔ اور سوائے روزہ کے اُسی نماز میں تمسک بہ مناجات پروردگار ہے۔ یعنی نمازی اپنے پروردگار کی مناجات سے دست بداماں ہوتا ہے۔ اور اس نماز سے حج کو بھی علاقہ ہے۔ اور حج کیا ہے۔ کہ قصد و عزم[1] کرتا ہے۔ طرف بیت الحرام و کعبہ کے۔ پس نمازی عازم ہوتا ہے۔ طرف رب البیت کے۔ یعنی علاوہ حج کے نمازی اپنے پروردگار ملکوت سے تقرب پاتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاسْجُدْ۔ وَاقْتَرِبْ[3] یعنی سجدہ کرکے تقرب حاصل کرو۔ اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مفترضات[2] کو حق تعالیٰ نے زمین پر

---

[1] ارادہ۔ [2] فرض ہونے والی چیزیں ۱۲ [3] اس آیت کی تلاوت سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہر قاری سجدہ کرے۔ یعنی ایک تکبیر کہہ کر سجدہ میں جاوے اور پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے اٹھے اس میں رفع یدین اور تشہد سلام نہیں ہے۔

(در مختار ۱۲ ابو رشید عفی عنہ)

واجب کیا ہے۔ سوائے نماز کے کہ اُس کو آسمان میں بھی فرض کیا ہے۔ اور میں جس وقت خدا کے حضور میں حاضر تھا۔ یعنی معراج شریف میں تو فرمایا کہ اے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو جمیع انبیاء پر فرض کیا تھا سو ہم نے اُس کو تیری اُمت کے سپرد کیا۔ اور یہ نماز جمیع طاعات و عبادات کا جامع کیا۔ اور یہ فرمایا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھ سے کہا کہ محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو اور جس طرح کہ میں کروں آپ بھی ویسا ہی کیجئے۔ سو جبرائیل علیہ السلام نے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اور مجھ سے کہا کہ یہ نماز صبح ہے۔ پس یہ نماز اوّل[1] ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام صلوٰۃ الاولیٰ ہوا۔ بعدازاں جبرائیل علیہ السلام نے دوسری نماز پڑھی۔ جس وقت کہ ہر شئے کا سایہ اُس کے مثل و برابر آیا۔ اور مجھ سے بیان کیا کہ یہ نماز ظہر ہے۔ بعد ازاں اوّل وقت نماز عصر پڑھی اور کہا کہ یہ نماز عصر ہے۔ بعد ازاں پھر یہی نماز پڑھی یعنی مکرر جس وقت سورج زردی ہوا۔ یعنی جب دھوپ زرد ہو گئی۔ بعد ازاں۔ پھر جس وقت آفتاب

---

[1] پہلی نماز ۱۲

غروب ہوا تو نماز پڑھی اور کہا کہ یہ نماز مغرب ہے۔ بعد ازاں جس وقت شفق مغربی غائب ہوئی۔ تو پھر نماز پڑھی اور کہا۔ کہ یہ نماز عشائے ثانی[1] ہے۔ بعد ازاں پانچوں مرتبہ نماز پڑھی۔ اور اُس وقت فجر نمودار ہوئی تھی۔ تو کہا یہ نماز صبح ہے۔ بعدازاں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازیں فرض ہوئیں تھیں دو دو رکعت۔ پھر زیادہ ہوئیں حضر میں پھر نماز سفر میں چھوڑ دی گئی۔ اپنی حالت پر۔ یعنی وہ جو کہ حضر میں زیادہ کی گئی تھیں۔ سفر میں قصر کی گئی۔

یہ سن کر ملتیا نے عبداللہ بن غسان سے سوال کیا اے برادر عرب تم جو اپنی نمازوں میں تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھاتے ہو۔ اس کا باعث کیا ہے۔ اور اُس کے معنی کیا ہیں۔ عبداللہ بن غسان نے کہا کہ تو نہیں جانتا۔ کہ ڈوبنے والا جو کوئی چیز پاتا ہے۔ تو اپنے ہاتھوں کو اُس طرف بڑھاتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ لٹک جاوے۔ ڈوبنے سے نجات مل پاوے۔ اُسی طرح بندہ نماز میں اپنے تئیں غریق دریائے گناہ و خطا سمجھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار

[1] دوسری عشاء یعنی نماز خفتن۔ جو سونے کے وقت پڑھی جاتی ہے ۱۲۔

میری دستگیری کر کہ میں خطاؤں اور گناہوں کے دریاؤں میں ڈوبتا ہوں اور میں بھاگ کر تیری طرف رجوع کرتا ہوں ؛

لیکن معنی تلاوت نماز میں یہ ہے کہ خطاب یعنی ہم کلامی و ہمزبانی ہے۔ درمیان بندہ اور اس کے پروردگار کے اور معنی رجوع کے یہ ہیں کہ میں تیرا بندہ ہوں میں نے اپنے پہلوؤں کو تیری طرف جھکایا ہے۔ اور سر اٹھانا رکوع سے اور کہنا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ یعنی اے پروردگار میرے خاص تیرے ہی واسطے تمام حمد سزاوار ہے۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ میں تیری تعریف کرتا ہوں۔ اپنی گلو خلاصی پر گناہوں سے۔ حق سبحانہٗ تعالےٰ گویا کہ فرماتا ہے۔ اَذْنَبْتَ۔ کیا تو نے گناہ کیا۔ تو بندہ کہتا ہے اَنَا عَبْدُكَ میں تیرا بندہ ہوں۔ پس حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ قَدْ اَعْتَقْتُكَ مِنَ الذُّنُوبِ۔ کہ میں نے تیری گلو خلاصی کی گناہوں سے اور معنی سجدہ اوّل کے اور زمین پر پیشانی رکھنے سے مراد بندہ کی یہ ہے۔ کہ اسی زمین میں سے تو نے مجھ کو پیدا کیا۔ اور زمین سے سر اٹھانے کے معنی یہ ہیں۔ کہ تو نے مجھ کو اس سے نکالا ہے۔ اور سجدہ ثانیہ سے یہ غرض ہے کہ پھر

مجھ کو اسی خاک میں ملا دے گا۔ اور سر اُٹھانا
دُوسری بار غایت اُس سے یہ ہے کہ پھر تو
دُوسری بار مجھ کو اسی زمین سے نکالے گا۔ اور
سلام داہنی جانب سے مراد یہ ہے۔ کہ پروردگار
میری توبہ میرے اعمال میرے داہنے ہاتھ میں
دیا جاوے اور میرے بائیں ہاتھ میں نہ دیا جاوے
کیوں کہ دوزخیوں کا نامۂ اعمال بائیں میں دیا
جاوے گا۔ اور جب کتاب اعمال رسولؐ خدا
صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہوتی ہے
تو یہ فرماتے ہیں۔ جو شخص نماز پنجگانہ کی محافظت
کرتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ ایک نہر جاری
ہے۔ جو کوئی تم میں سے ہر روز پانچ مرتبہ
غسل کرے کیا پھر اُس کی کثافت سے کچھ باقی
رہ جاتا ہے۔ بس یہی حال نماز پنجگانہ کا ہے کہ
بندے پر کوئی گناہ باقی نہیں چھوڑتی۔ غرض
کہ جب ملتیا راہب نے کلام عبداللہ کا سُنا
تو کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ بے شک
تم لوگ حق پر ہو۔ اور شک نہیں کہ دین آپ
کا حق ہے۔ اور قول تمہارا صدق ہے۔ اُس
کے بعد وہ اسلام لایا۔ اور بعد تھوڑے عرصہ
کے ماریہ بھی پہنچ گئی۔ کیوں کہ اُس کو معلوم

ہو گیا۔ کہ صحابہ اُس کے باپ کے قلعہ میں قید ہیں۔ پھر جب کہ بالائے قلعہ پہنچی تو اپنے باپ کے مکانوں میں اُتری۔ اور ساری رات صحابہ کے قلق[1] میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو مِتیا اُس کے پاس آیا۔ اور باادب سلام کیا۔ ماریہ نے اُس سے کہا کہ اے مِتیا عربوں کے ساتھ تو نے کیا معاملہ کیا۔ اُس نے کہا۔ اُس سے کہ جب تک ملک کچھ رائے نہ دیں۔ میں نے حراست استوار میں رکھا ہے۔ ماریہ نے کہا واللہ تم نے کچھ کوتاہی اور کمی نہیں کی۔ لیکن اب تو ان کو ہمارے بیعہ یعنی مسجد میں ہمارے ساتھ کر دے تاکہ وہ ہماری حسنِ عبادت کو دیکھ لیں اور ہمارا انجیل کا پڑھنا سنیں تو کیا عجب ہے۔ کہ وہ ہمارے دین میں داخل ہوں۔ بموجب فرمانِ ماریہ کے مِتیا ان صحابہ کو بیعہ میں لے گیا۔ جب رات ہوئی تو ماریہ بیعہ میں آئی اور صحابہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ سب کے پاؤں میں زنجیریں ہیں۔ اور اُس جگہ سوائے مِتیا کے اور کوئی غیر نہیں ہے۔ تب ماریہ نے

---

[1] بیقراری [2] حفاظت

کہا۔ اے ملتیا تو ہمارے علمائے دین میں سے ہے اور
تجھ سے امر حق پوشیدہ نہیں ہے۔ اور تو ان لوگوں
کے دین سے بھی مطلع ہوا ہے۔ پس تو بیان کر۔ کہ
ہم حق پر ہیں۔ یا یہ لوگ؟ ملتیا نے کہا۔ اے ملکہ
حق پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ لوگ حق پر ہیں۔ تب ماریہ
نے اپنا تمام گزشتہ ماجرا بیان کیا۔ اور ملتیا نے
بھی۔ پس ملتیا نے کہا۔ اے ماریہ جس مقدمہ میں
تو آئی ہے۔ اور جو عہد تو لائی ہے۔ اُس کو وفا
کر۔ پیشتر اس کے کہ تو اُس کو طلب کرے اور
اُس پر تجھ کو دسترس نہ ہو۔ یعنی پیش از وقت
اس کام کو لے کیوں کہ تو اُس قوم کا صدق بیان اور
صدقِ دین دیکھ چکی ہے۔ اور حق تعالےٰ نے تجھ کو
تیرے پسر عمود سے ملا دیا۔ پھر جس وقت ماریہ
نے یہ باتیں راز کی ملتیا سے سنیں۔ تو حیرت میں
ہو گئی۔ اور کہنے لگی کہ تجھ کو یہ اسرار کہاں سے
معلوم ہوا ہے۔ ملتیا نے کہا۔ میں نے یہ کیفیت خواب
میں دیکھی ہے۔ اور اُس سے وہ تمام احوال بیان
کیا۔ کہ گویا وہ وہاں خود حاضر تھا۔ تب ماریہ
سجدۂ شکر بجا لائی اور اُٹھ کر صحابہ کے زنجیر کھول
دیئے۔ اور اُن کو ہتھیار دے دیئے۔ اور ملتیا
کو حکم دیا۔ کہ تو ان لوگوں کی تعظیم اور نگہبانی کر۔

اور ہیں امر کی فکر و تدبیر کرتی ہوں. کہ والیئے قلعہ کو کیوں کر گرفتار کریں. اور قلعے پر کس طرح مسلط[1] ہو جاویں ؛

بعدازاں ماریہ نے اُس قلعے کی راہ لی. اور اس قلعے کا ایسے شخص کو والی کیا. جس سے اس کا اطمینان تھا اور قلعہ سے ان لوگوں کو جن سے خوف و اندیشہ رکھتی تھی نکال دیا اور اس قلعے کو بندوبست سے مستحکم کیا. اور ادھر متیا نے صحابہ رض کو بیعۃ المذبح[2] میں متمکن کیا. اور اُس سے کہہ دیا کہ کل جس وقت صبح ہو اور والیئے قلعہ کو نماز و نماز نصاریٰ سے مراد ہے ، کے لئے آوے تو ان حاضران بیعہ پر دفعتہ نکل پڑو. حق تم کو ان پر نصرت دے گا ؛

جب صبح ہوئی اور والیئے قلعہ اپنے خواص کے ہمراہ نماز کے واسطے بیعہ کی طرف نکلا. اور اجتماع مردم کے واسطے ناقوس[3] بجانے شروع ہو گئے. تب قس یعنی قسیس سردار ترسایاں جو کہ اُس وقت پر مالک بیت المذبح کا تھا. آیا تاکہ دروازہ مذبح کا کھولے اور قربان گاہ کے پاس جاوے. پھر جس وقت اُس نے مذبح کا دروازہ کھولا تو یک بیک

---

[1] قابو پالینا۔ [2] قربان گاہ [3] سنکھ ۱۲

عبدُاللہ بن غسان مع اپنے چالیسوں ہی اصحاب کے نکل پڑے۔ اور یک بارگی سب نے پکار کر تکبیر کہی۔ کہ قلعہ میں اُن لوگوں میں جو کہ وہاں تھے۔ زلزلہ پڑ گیا۔ اور مسلمانوں نے اُن میں خوب تیغ زنی کی۔ اور ان تمام کو قتل کیا۔ اور قلعے پر اور جو کچھ اُس میں تھا۔ سب پر ہی قبضہ کیا۔ چنانچہ رعایا نے یہ شور تکبیر سُن کر یقین کیا کہ اہل اسلام قلعہ پر مسلّط ہو گئے۔ تو سب بھاگ گئے۔ کہ جب ماریہ نے یہ تکبیر شور سُنا تو یہ یقین کیا۔ کہ قلعہ اس کے باپ کا مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ تب اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اور شخص مخمد کو پاس عیاضؓ بن غنم کے روانہ کیا۔ اور اپنی حسنِ تدبیر سے اُن کو آگاہ کیا انہوں نے حق تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا۔ اور اکثر مردم مفردر پاس ملک شہریاض کے گیے۔ اور اُسے خبر دی کہ قلعہ ماردین پر مسلمانوں نے یہ عمل کیا ہے۔ اور اُس پر سخت قلق اور صدمہ ہوا اور اپنے زوال مُلک کا پورا یقین کر لیا۔ اور اُس کے دل میں رعب سما گیا۔ اور اُس کے لشکر پر ہیبت طاری ہو گئی۔ اور ارسوس کو بھی خبر روانہ کی کہ اِن کا قلعہ چھن گیا۔ اور خذانہ اُس

کا لٹ گیا۔ چنانچہ اُس نے امر کو تا شب مخفی رکھا اور جس پر اُس کو اعتبار تھا۔ اُن کو ہمراہ لے کر بہ طلب تسخیر[1] حران روانہ ہو گیا۔ پس دوسری شب کو وہاں پر پہنچا۔ اور جب قریب پھاٹک کے آیا تو نگہبانوں نے روکا۔ اس وقت ارسوس نے اُن لوگوں پر شور کیا۔ اور کہا کہ دروازہ کھول دو اور دیکھو کہ لبطریق رودس ہے۔ اور اُن کی غرض اُس سے یہ تھی کہ اُن کا پہلا لبطریق ہے۔ تب نگہبانوں اور دربانوں نے دروازہ کھول دیا۔ اور ارسوس داخل ہو گیا۔ اور مالک شہر ہو گیا۔ یہ خبر تمام اطراف و اکناف میں مشہور ہو گئی۔ کہ ارسوس صاحب ماروین اپنے حیلہ و حکمت علی سے حران کا مالک ہو گیا۔ پھر وہ تمام لوگ اُس کے پاس دوڑ پڑے جو طالب[2] دیوان تھے۔ یعنی طالب ایسے شخص کے تھے جو کہ لوگوں کو جمع کرے۔ پس ان سب کے اجتماع سے ارسوس کے پاس بڑا بھاری لشکر جمع ہو گیا۔

---

[1] تابع کرنا۔ قابو میں لانا [2] طرفین ۱۲

فتح ایوانِ کسریٰ

شہر نہشیر کو فتح کر کے سعد بن وقاص تین دن تک وہاں پر قیام کر کے ساحلِ[1] دجلہ کی طرف چلے گئے۔ تو وہاں جا کر انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ لوگوں کو دریا سے پار اتار کے لے جاویں۔ اور اس طرف شہر اسبانیر میں پہنچیں۔ لیکن کوئی کشتی بہم نہ پہنچی۔ ناچار چند دن وہاں پر رہنا پڑا۔ اکثر لوگ سعد کو تیر کر پار اترنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اور اصرار و تقاضا کرتے تھے۔ مگر وہ مسلمانوں پر شفقت کر کے تامل رکھتے تھے۔ اسی عرصہ میں ایک آدمی گروہ گبر سے سعد رضی اللہ عنہ، کے پاس آیا۔ اور ایسے گھاٹ کی طرف رہبری کرنے لگا۔ جدھر پانی کا زور تھا۔ تو سعد نے انکار کر دیا۔ کہ دریائے عمیق ہے۔ میں مسلمانوں کو اس فریب اور دھوکے میں نہیں ڈالوں گا۔ خداوند تعالےٰ ان کیواسطے کچھ اور ہی سامان کر دے گا۔ چنانچہ وہ اسی فکر و اندیشہ میں تھے۔ کہ اچانک ایک اور گبر

[1] کنارہ [2] گبر ۱۲۱

سامنے سے نمودار ہو گیا۔ کپڑے گیلے اور پانی ٹپکتا تھا۔ تب سعید نے اس کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ مَیں احوال کیا کہوں ہمارے بادشاہ نے اپنے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ اہل اسلام گویا دریا اُتر کر اُس کے پاس جا پہنچے ہیں۔ اور اُس کو یقین ہو گیا ہے۔ کہ میرے ملک میں زوال آوے گا وہ وہاں سے بھاگنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور اس بندوبست میں ہے۔ کہ اپنا مال و متاع لے کر خراسان کی راہ لیوے۔

یہ خوش خبری سُنکر سعید نے مسلمانوں کو جمع کیا بعد حمد و ثنا خدا تعالےٰ کے خطاب کیا کہ اے مسلمانو! دیکھو دشمن تمہارا بے مدد کشتی تمہاری پناہ کی کشتی میں اُتر آیا۔ اور کہتا ہے۔ کہ کسریٰ معہ مال و اسباب ہی خراسان کو بھاگنا چاہتا ہے اس صورت میں مَیں تو انشاءاللہ تعالےٰ تیر کر پار جانا چاہتا ہوں۔ اور تم خوب جان لو۔ کہ اب تمہارے پیچھے کوئی ایسا نہیں رہا جس کا تم کو خوف ہو۔ اِس لئے حق تعالےٰ نے تم کو تمام ہی شہروں کا مالک کیا۔ اور میری رائے میں آتا ہے کہ بشناوری دریا اس

پار میں بھی ان پر جا پہنچوں اِس بارہ میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟ یہ بات سُن کر سب اصحابوں نے جواب دیا۔ کہ حق تعالےٰ آپ کے ارادے کو اِس بلند ہمت پر قوت بخشے۔ بسم اللہ کیجئے۔ جو کچھ موافقِ ارادہ الٰہی ہے۔ تو سعد نے کہا۔ کہ خداوند کریم تم پر رحم اور تمہاری نصرت کرے۔ تم میں سے کون پہلے عبور کرتا ہے۔ اور کون مقدم بشاورمی ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کے واسطے پانی کا اندازہ لیوے۔ کہ کدھر سے پایاب ہے۔ اور اُسی نشان پر اُس پار جاکر لب دریا کھڑا ہو۔ تاکہ اُسی خط پر گذر کے اُس سے جا ملیں۔ اِس بات کے سنتے ہی عاصم بن عمر دریا میں اترے۔ اُن کے پیچھے پیچھے چھ سوار اہل نخوات میں سے ہمراہ ہو لئے۔ جو کہ مشاہیر سے تھے۔ ان کا فخر اور بہادری مشہور تھی۔ اور اُس قبیلے کے عام لوگ بھی آکر دریا کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ ایک فرساء جو بقعقاع بن عمرو مشہور تھے۔ وہ بھی عاصم بن عمرو کے ساتھ دریا میں کود پڑے۔ روایت ہے یوسف بن عبداللہ علی نے یوسف بن عاصم اور شرجیل اور ابومقران دعجل دمالک بن کسب الہمدانی اور مثل ان کی دیگر اکابر قوم تھے۔ اور گھوڑوں پر سوار تھے۔ جب اُن سب نے گھوڑے

دریا میں ڈالے تو اُن کے پیچھے پیچھے چھ سو ساٹھ آدمی دجلہ میں اتر پڑے اور سب سے اوّلین عاصم بن دلاور ابو مقرون و شرجیل و مالک بن کعب اور ایک لڑکا بنی الحارث سے تھا دریا میں اترے۔ جس وقت عجمیوں نے ان لوگوں کو دیکھا۔ کہ قریب تر آ گئے ہیں۔ تو اُنہوں نے بھی ایک جماعت سواروں کی تیار کی۔ جو کہ اُن کے ہی مقدم اور سردار تھے ان سواروں نے بھی گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ تو لشکر سعد سے پہلے عاصم بن عمرو نے مقابلہ کیا۔ تو اپنے اصحاب سے پکار کر کہا کہ ان گبر بے دینوں کو نیزے مارو۔ تاک کر ان کی آنکھوں میں انی مارو۔ جس وقت عجمیوں نے یہ کلام عاصم کا سُنا اور اہل فارس نے بھی دیکھا۔ کہ لباس عربوں کے تری میں ایسے ہیں۔ جیسے خشکی میں۔ وقت نیزہ بازی و تیغ زنی کے چست ولے زحمت ہوتے ہیں۔ یعنی بروقت جنگ اُلجھتے نہیں ہیں۔ یہ احوال دیکھ کر پس پست بھاگے۔ اور مسلمانوں نے اُن کا تعاقب[1] کیا۔ اور اُنہیں اپنے آگے دھر لیا۔ اور یہاں تک کہ اکثروں کو قتل بھی کیا۔ اور جس قدر وہ لوگ دریا کے کنارے تھے

---

[1] پیچھا کرنا ۱۲

اُن میں سے بہت تھوڑے بھاگ کے بچ گئے۔ آخر کار
فارس کی جانب سے ساحل دریا کی جانب
اہل اسلام مسلّط ہوئے۔ اور باقی جماعت مسلمانوں
کی دریا کے کنارے اُس پار یک جا جمع رہی چنانچہ
جب سعد کو اُس پار کا حال معلوم ہو گیا۔ کہ اہل
اسلام غالب آئے۔ دشمن مغلوب ہوئے۔ تو
مسلمانوں کو اذن عام دیا۔ کہ اب تم بھی دریا
میں ہل چلو۔ اور حق تعالیٰ سے اعانت طلب
کرو۔ آخر وہ تمام لشکر دجلہ میں کود پڑا۔
اُس وقت دجلہ نہایت موجزن اور بڑے
زوروں پر تھا۔ مگر اہل اسلام اپنے عزم میں کامل
کوشش کر رہے تھے۔ اور موج و تلاطم گرداب
سے کچھ خطرہ نہ رکھتے تھے۔ بلکہ انہیں ایسا معلوم
ہوتا تھا۔ کہ زمین پر چلتے ہیں۔ اور اہل فارس پر
اس طرح جا کر پڑے کہ ان کو کچھ شمار اور خاطر
میں نہ لاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان سے سخت مقابلہ
کیا۔ روایت ہے۔ کہ لشکر سعدؓ میں سے جنہوں نے
دجلہ سے عبور کیا۔ وہ ساٹھ آدمی تھے کہ گروہ گروہ
ہو کر نکلے تھے۔ تو ان میں سے ایک زمرہ نو نو
آدمیوں کا تھا۔ اور اُن میں سے اوّل مقدم
عاصم تھے۔ اور دوسرے زمرے[1] میں دس

[1] زمرہ۔ گروہ ۱۲

آدمی تھے۔ اور تیسرے غول میں تینتیس نفر تھے اور عاصم کہتے تھے۔ کہ ہم نے دجلہ کو سواروں پیادوں اور چوپایوں سے ایسا ڈھانپ لیا تھا۔ کہ جب ہم پار اُترے تو کثرت دواب سے دریا کا پانی نظر نہ آتا تھا۔ اور گھوڑے بھی ہمارے پانی سے نکل کے اپنی دُم کے بال جھاڑتے تھے۔ اور بر لب دریا ہنہناتے تھے۔ اور بولنا ان گھوڑوں کا از روئے الہام منجانب اللہ تھا۔

روایت ہے کہ جب ملک کسریٰ نے دیکھا کہ گروہ مسلمانوں کا اس جانب آگیا ہے۔ تب شہر یاض بن ساور (جو کہ بڑا شہسوار اور سردار تھا) کو حکم کیا کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرے۔ اور اُن کو روکے رکھے۔ اور خود کسرےٰ تدبیر فرار میں مصروف ہوا کہ جملہ اموال و نقد زر و جواہر و یاقوت سے جس قدر اُٹھوا سکا لدوا لیا۔

روایت ہے کہ سعد جب دریا میں چلتے تھے تو یہ آیت پڑھتے تھے۔ ذالک تقدیر العزیز العلیم:۔

یعنی یہ اندازہ کیا ہوا خدا غالب بڑے علم والے کا ہے۔ چنانچہ اُترنے والوں میں سے کوئی

شخص بھی غرق نہیں ہوا۔ وہ لوگ دریا پار اترنے والے اوّل سے آخر تک سب مع الخیر سالم رہے۔ اور ایک شخص قبیلہ بارق سے جس کا نام غرقدہ تھا وہ دریا میں پشت زین سے پھسل کر گھوڑے سے جدا ہو گیا۔ اور گھوڑا سرخ تھا۔ اور نقش اور دم اُس کی سُرخ تھی گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ گھوڑا اور سوار اُس کا ڈوب رہے ہیں۔ اُس وقت اُس کے پاس قعقاع ابن عمرو اپنا گھوڑا تیراتے ہوئے جا پہنچے۔ اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ یہاں تک کہ وہ پار ہو گیا۔ اور ایک یہ بھی عجیب امر ہے کہ اُس پانی میں کسی کی کوئی چیز نہیں گری اور نہ تلف ہوئی۔ ہاں صرف ایک آدمی کا کاسہ چوبی کہ اُس کا تسمہ کہنہ تھا۔ وہ ٹوٹ کر پانی میں جاتا رہا۔ اور موج اس کو بہالے گئی۔ تب صاحب کاسہ نے کہا۔ کہ واللہ میں اُس کے ضائع ہونے سے رنج و تکلیف اُٹھاؤں گا۔ کیونکہ تمام لشکر میں سے اللہ میرا جام ہی چھین لیوے۔ آخر سب پار اترے تو آدمی بنابر حاجت غسل دریا پر آیا ناگاہ موج نے وہی پیالہ اُسکی طرف اُچھال دیا اُس نے اُٹھالیا اور اُس کو لشکر میں لایا تو مالک نے پہچان کر اُسے لے لیا

روایت ہے عمرو بن تمیم سے کہ جب مسلمانوں نے دریا
کو عبور کیا تو اہل فارس نے دریا پر ہی برلب آب
ہنگامہ قتال عظیم گرم کیا۔ اور بہت سخت لڑائی لڑے
اور اپنی جانوں کو سختیوں اور مصیبتوں میں ڈالا اور
اس امر پہ امادہ ہوئے کہ اتنا لڑیں کہ لڑکر مرجاویں
اور یہ خاص ملک کسرےٰ اور اصحاب ایوان کسریٰ تھے۔
اور صاحبان حصص و قلعہ تھے۔ اور سالار و گروہ اُن کا
بھی شہریاض بن ساور تھا۔ چنانچہ خالد بن نمیر نے شہریاض
کی آنکھ تاک کر نیزہ مارا کہ انی اس کی گدی توڑ کر پار ہو گئی
اور وہ اوندھا گرا۔ اور پھر دوبارہ اُس پہ ایک ضرب
تلوار کی ماری کہ وہ قتل ہو گیا۔ ناگاہ اُس وقت ایک
جماعت سواروں کی جانب کسرےٰ ایوان سے وہاں آن پڑی
انہوں نے اس گروہ سے جس کا سالار شہریاض تھا۔ یہ بیان کہ
اب تم کس سے لڑتے ہو۔ ملک کسرےٰ تو فرار ہو گیا۔ اور اپنا اہل و عیال
اور اپنا خادم[۱] ساتھ لیگیا[۲]انہوں نے جب یہ خبر سنی تو وہ بھی پا ہوئے مدان میں

ـــہ خدمت گار۔ ـــہ لشکر ۱۲

کوئی بات عجوبہ زیادہ تر مسلمانوں سے نہ تھی مسلمانوں نے دجلہ سے عبور کرنیکے دن کا نام یوم الجراثیم رکھا تھا۔ (جراثیم جمع جرثومہ) اور جراثیم کیا ہے۔ کہ خرموں کی شاخوں کے مٹھے بندھے ہوئے بطور خرم یعنی جس طرح گٹھے بندھے تھے۔ منجانب اللہ ظاہر ہوئے اور جدھر پانی پایاب تھا اُسی طرف وُہ بہتے تھے۔ اور اور وُہ جرثومہ یعنی ویدان جو مانند مورچگان کے تھے زخم تنگ اسپان سے ظاہر ہوتے تھے۔ اور قیس بن ابی حازم نے اسی طرح روائیت کی ہے۔ کہ جب ہم لوگوں نے اپنے تئیں دجلہ میں ڈال دیا تو اُس وقت دجلہ بڑے ہی جوش وخروش پر تھا۔ اور بہت زور شور کرتا تھا پھر جس وقت ہم بیچ دھاری میں پہنچے تو ایسا ہوا کہ پانی کی چھاپ فقط گھوڑوں کے تنگ میں لگتی تھی۔ جب اہل فارس نے یہ حال دیکھا کہ اہل اسلام بے مشقت اور بے تکلیف دریا اُترتے چلے آتے ہیں۔۔۔۔ گویا جن ہیں۔ کہ بخدا تم لوگ آدمیوں سے نہیں لڑتے ہو۔ بلکہ جنوں سے ارادہ لڑنے کا رکھتے ہو۔ تو وُہ بھاگ گئے مسلمانوں نے چاہا کہ ایوان کسریٰ میں داخل ہوں تو سعد نے منع کیا۔ اور کہا کہ کام میں ہر طرح عجلت کرنے سے باز رہو۔ کیونکہ

لہ عجوبہ بمعنی عجیب۔ لہ جلدی ۱۲

جلد بازی موروث ندامت و پریشانی ہے۔ اور میں اندیشہ کرتا ہوں۔ کہ فرار کرنا عجمیوں کا شاید اُن کے بعض مکائد[1] و مکاریوں سے ہو۔ یہ سُن کر کوئی داخلِ ایوان[2] نہ ہوا اور روایت ہے۔ کہ اسلام الحجازی نام ایک لڑکا سعد کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا۔ اے امیر واللہ[3] میں نے آج سے خدا اور رسول کو راضی کیا۔ کہ آج میں نے عجموں کے سپہ سالار شہریاض کو قتل کیا۔ بعدازاں اِن ساٹھ آدمیوں سے جو کہ باقی رہ گئے تھے۔ اُن سے اپنی بات پر (یعنی قتل شہریاض پر) گواہی چاہی۔ مگر اُن ہی سے کسی نے اُن کی گواہی نہ دی۔ تب سعد نے اس جوان حجازی سے کہا کہ شہریاض کو تو نے قتل نہیں کیا ہے۔ یہ سُن کر اُس لڑکے نے سر نگوں کیا۔ اور ارادہ کیا۔ کہ چلا جاوے تو ناگاہ اسی اثنا میں ایک شخص صحابیوں میں سے۔ کہ اُس کا نام ہاشم بن قتبہ تھا۔ بول اُٹھا کہ اے امیر میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔ کہ شہریاض سردار اہل فارس کو اُس نے قتل کیا ہے۔ پس سعد نے قول صحابی کی تصدیق اور اُس لڑکے کو

[1] مکائد۔ مکر و فریب۔ [2] ایوان۔ محل۔ [3] قسم ہے اللہ تعالےٰ کی۔

خلعت[1] دیا۔ اور رخت[2]۔ مقتول بھی اسی کے حوالہ کیا۔
واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بواسطہ عبداللہ بن بشیر و سلیمان بن عامر کے نقل روایت کی ہے۔ کہ جس روز اہل اسلام دجلہ میں داخل ہو کر پار اترتے تھے تو اُس وقت یزدجرد بالائے ایوان اپنے چڑھا ہوا دیکھ رہا تھا کہ اہل اسلام مثل دریا ہلتے چلے آتے ہیں۔ اور نہ اُن کے گھوڑے پیچھے مڑتے ہیں۔ اور نہ سوار کچھ گھبراتے ہیں۔ اور صحابہ آپس میں باتیں کرتے آتے ہیں۔ گویا کہ زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر یزدجرد کو اپنے ملک کے زوال کا یقین آگیا۔ اور اپنی عزت اور سلطنت جانے کا یقین آگیا۔ اُس وقت با دیدہ گریاں[3] و دل بریاں[4] بام ایوان سے پیچھے اُتر کر بیت المال[5] سے خزانہ و جواہر لیا۔ اور توشک خانہ سے خلعت ہائے گراں بہا اور کوٹھوں سے ظروف[6] قیمتی اور کچھ چیزیں اور بے بہا ہمراہ لے کر باقی جو کچھ اُس کے یہاں آلات و سامانِ حصار[7] سے، یا جو کچھ اسباب اور بے بہا ہمراہ لے کر باقی جو کچھ اُس کے اسباب رسد غلہ وغیرہ قسم کھانے پینے سے جمع کیا تھا۔ وہاں چھوڑا۔ بعد ازاں اندرون شہر

---

[1] اعلیٰ پوشاک [2] اسباب [3] روتی آنکھوں سے [4] جلے دل سے [5] خزانہ [6] برتن [7] قلعہ

قصویٰ الجان جو شخص داخل ہوا۔ وہ یعقوب الہذی تھے۔ اور ہمراہ
ان کے جماعت خرسا تھی جو جماعت قعقاع بن عمرو کہلاتے تھے۔
اور شہر قصویٰ وہ تھا۔ جو منتہائے بلاد مداین وغیرہ کے واقع
تھا۔ اُس کو لبنانیر بھی کہتے ہیں۔ اور وہی تخت گاہ و مسکن
بادشاہ کسرےٰ تھا۔ چنانچہ شہر کے کوچوں اور تنگ۔ گلیوں میں
گھس گئے۔ پھر کہیں کسی دشمن سے ملاقات نہ ہوئی۔ بعد
ازاں سعد نے ارادہ کیا کہ شہر قصوےٰ میں داخل ہوں۔ جب کہ
سابق میں زہیر بن حویریہ کو حکم کیا تھا۔ کہ اپنا لشکر لے کر وہاں
جاویں۔ غرض کہ سعد اندرون شہر داخل ہو کر بھاگے ہوؤں
کو تلاش کرنے لگے۔ اور ایک طرف ایک دوسرا غول ہمراہ
مرقال کے گشت کرتا تھا۔ ناگاہ ایک شخص مرقال کو ملا۔ کہ وہ
حاجب[1] و مصاحب کسریٰ کا تھا۔ تب مرقال اُس کی فارسی
زبان میں اس سے باتیں کرنے لگے۔ اور وہ بولا کہ عرب بعبور
دریا ہماری طرف آتے ہیں۔ وہ یہ کہتا تھا۔ مگر مرقال کو
نہیں جانتا تھا کہ یہ بھی عرب ہے۔ چنانچہ مرقال نے اُسے
نیزے سے قتل کردیا۔ اُس کے غلاموں کو قید کرکے سعد

[1] محافظ ۱۲

کے پاس حاضر کیا۔ اور بعض روایات میں مذکور ہے۔ کہ مرزبان کسریٰ سے ایک بڑا زمین دار تھا۔ اور شہر میں بروز داخلہ عرب وُہ بھی موجود تھا۔ مگر عربوں سے اُس کو کچھ خوف اور ہراس نہیں تھا اور وُہ اُس روز اپنے گھر سے کسی کام کو نکل کر اپنے گھر کو پھرا جاتا تھا۔ ناگاہ[1] اُس نے دیکھا کہ غلمان وغیرہ اُس کے گھر کا اسباب بزورِ تمام نکال رہے تھے۔ تب مرزبان نے پوچھا۔ کہ کیا حال ہے وُہ بولے زنبوروں[2] نے ہمارے گھروں پر غلبہ کیا۔ اور زبردستی ہم کو نکال دیا۔ یعنی عربوں کے خوف سے ہم بھاگے جاتے ہیں پھر اُس نے اہل شہر کا شدت سے شور و پکار کرنا اور راگن نالہ و واویلا کرنا سُنا۔ اور وُہ سب اپنا آپ پیٹتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر اُس دہقان[3] نے اپنا سازِ حرب[4] نکالا۔ اور وُہ زرہ پہنی اور ہتھیار لگائے۔ اور اپنا گھوڑا طلب کر کے اُس پر زین ڈالا اور تنگ خوب مضبوطی اور احتیاط سے لیا۔ اور یہ ارادہ جنگ سوار ہونے کو قدم رکاب میں رکھنا چاہا۔ کہ رکاب ٹوٹ گئی مکرر سہ مکرر ایسا ہی اتفاق ہُوا۔ کہ اسی اثنا

[1] جلدی سے [2] بھڑوں [3] زمیندار [4] جنگ کا سامان ۱۲

ہیں ایک سوار عرب آیا اور اُس کو مار کر اور اُس کے رخت و
سلاح پر کچھ التفات نہ کر کے چلا گیا۔ پس جس وقت سعد داخل
شہر ہوئے تو تلاش کرتے کرتے جب ایوان کسریٰ میں پہنچے تو
یہ آیت پڑھنے لگے۔ وَاَورثناها قوماً آخرین۔ یعنی بعد ہلاک
قوم کفار کے در بابِ مکانات و باغات ان کے حق تعالیٰ نے
فرمایا کہ ہم اُن سب چیزوں کا وارث اور قوم کو کیا اور
جس وقت سعد داخل ایوان ہوئے تو گھوڑے سے اُتر کر
پیدل ہو لیئے۔ اور وہیں نماز شکرانہ فتح آٹھ رکعت بیک
سلام پڑھیں اور ایوان کو مسجد قرار دیا۔

روایت ہے کہ اُس ایوان میں پیکر یعنی تصویر حضرت
خضر کی نصب تھی۔ تو اُس کو اُسی حال پر چھوڑ دیا۔ یعنی
اُس کو نہ مٹایا۔ اور نہ خارج کیا۔ اور جس روز سے ایوان
میں داخل ہوئے اُس دن جمعہ کا روز تھا۔ تو اوّل نماز
جمعہ جو کہ ملک عراق میں پڑھی گئی۔ وہ یہی جمعہ تھا۔ کہ مدائن
میں پڑھا گیا۔ یعنی جیسے وارد ملک ہوئے تھے۔ تو برابر سفر
رہا۔ اور نماز قصر پڑھتے رہے۔ کسی مقام پر قیام نہ ہوا کہ اتمام
نماز کرتے جمعہ پڑھتے مگر مدائن میں بعد فتح جو بہ نیت قیام کیا تو اتمام

نماز و نماز جمعہ دونوں کو ادا کیا بعدازاں سعد ایوان میں تین دن ٹھہر کر قصر ابیض میں آئے اور عمرو بن مقرن کو مال غنیمت پر داروغہ مقرر کر کے حکم دیا۔ کہ جس قدر مال غنیمت و اسباب خزینہ و قصرہائے کسریٰ و محلات و ایوان کسرےٰ و دیگر مکانات یا بازاروں میں ہو تو سب جمع اور فراہم کر کے اُس کا شمار کر کے فہرست و تعلقہ کر لو جب اہل مدائن نے دیکھا۔ کہ تمام عرب اُس سرزمین میں یک جا جمع ہو گئے تو وہ سب بھاگ گئے اور جس قدر مال و اسباب اُٹھا سکے لے گئے۔ ...... مگر جو کوئی ان میں سے کچھ لے بھاگا۔ وہ وہ سب مسلمانوں نے ان سے چھین لیا۔ اور سعد کے پاس حاضر لائے۔ اور سعد نے اُن سب کو عمرو بن مقران کے سپرد کر دیا۔ اور اُس نے اُس مال کے ساتھ شامل کر دیا۔ جو بیت المال میں جمع تھا۔ اوّل شے جو جمع کی گئی۔ وہ بھی مال و اسباب تھا۔ جو قصر ابیض و منازل کسرےٰ اور سارے امکنہ[1] مدائن میں فراہم کیا گیا جو مال غنیمت کہیں سے ہاتھ آجاتا تھا۔ وہ مسلمانوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ مگر

[1] سب مکانوں ۱۲

اِس مرتبہ بیت المال میں جمع کیا گیا۔ اور جعد بن سبار نے بیان کیا۔ کہ جب ہم مداین میں گئے اور ایک انبار کی طرف ہمارا گذر ہوا۔ اس پر سرپوش ہے برنجی ڈھکا ہوا تھا۔ ہم لوگوں نے جانا کہ کھانا ہے۔ جب اس سرپوش کو اُٹھایا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک ظرف کلاںؔ سونے چاندی کا ہے اور اس میں بہت سا کافور تھا۔ سو ہم نے جانا کہ وہ نمک ہے ؀

روایت ہے۔ کہ اس عرصہ میں زہیر تلاش و طلب تلاشی فرار شدگاںؔ کے آنکلے۔ جب جسر نہرواں پر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس پل پر بہت سے اہل فارس بہ تمام ساز و سامان بکمال زینت و آرائش جمع ہیں۔ اور بالائے جسرؔ ایک بڑا اژدھامؔ ہے۔ اس لیے کہ ایک استر اُن کا پانی میں گر پڑا تھا۔ تو وہ سب ہجوم کر کے اُس کو نکال رہے تھے۔ اور آپس میں شور و غل کرتے تھے۔ اتفاقاً اسی ہنگامہ میں ایک اور اُستر پانی میں گر پڑا۔ تو وہ لوگ بڑے حیران و پریشان ہوئے تو جب مسلمانوں نے دیکھا تو اُنہوں نے کہا۔ اس اُستر کے

؎ بڑا برتن ۲؎ بھاگے ہوئے ۳؎ پل ۴؎ انبوہ۔ اکٹھ۔ بھیڑ ۱۲ ؀

لئے کوئی امر عظیم ہے۔ اس لئے یہ سب اس کے درپے ہیں اس وقت اُن پر حملہ کرو اور تم تلواریں مارو۔ تب ہم نے اُن پر حملہ شدید کیا اور اُن میں سے بہتوں کو تو قتل کر دیا۔ اور باقی کے بھاگ گئے۔ اور ہم نے اُس اُشتر کو جو نکالا تو دیکھا کہ اُس پر حُلّہ کسرئے اور خلعت پُر زر تھا۔ اور اُس کی ایک زرہ گراں قیمت تھی اور ایک حمیل تھی جس میں جواہر جڑے تھے۔ کہ اُس کو پہن کر مباہات سے جلوس کرتا تھا۔ آخر وہ سب ہم لے آئے اور سہل بن سابق نے کہا۔ کہ ہم نے اشتر لیا۔ وہ اُن کو حوالہ داروغہ کے بیت المال کے کیا۔ مگر ہم نہیں جانتے تھے۔ کہ اس کے اوپر کیا ہے۔ اور یعقوب نے اپنے جد سے نقل کیا ہے۔ کہ جو لوگ بہ طلب مفرور شدول کے نکلے تھے۔ میں بھی اُن کے ہمراہ تھا۔ ناگاہ ہم نے دو اُشتر دیکھے۔ اور اُن کے ساتھ دو ہی آدمی بھی تھے۔ جو کوئی اُن کے قریب جاتا تھا۔ تو اُس کو تیر مارتے تھے۔ چنانچہ کسی کو اُن کے نزدیک جانے کی جرأت نہ تھی۔ مگر مَیں نے عزم بالجزم کر کے ان دونوں

ؔ فخر ؔ پختہ ارادہ ۱۲

پر حملہ کیا۔ بالآخر دونوں کو قتل کر دیا۔ اور دونوں اُشتروں کو پاس داروغہ بیت المال کے لے آئے۔ کیوں کہ تمام عراق سے جو کچھ عرب لاتے تھے۔ وہ لکھتا جاتا تھا پھر جس وقت میں اُس کے پاس دونوں اشتروں کو لایا تو اُس نے مجھ سے کہا کہ ذرا ٹھہر جا۔ تاکہ میں دیکھ لوں کہ تیرے ساتھ کیا چیز ہے۔ پھر میں نے اُس پر سے جو پوشش ہٹائی اور خورجی کھولی تو ایک اُشتر پر تو تاج کسریٰ اور اقسام جواہر تھے۔ اور دُوسرے پر خلعت و پوشاک کسریٰ تھی۔ اور وُہ سب پُرزر اُس میں لعل و گوہر لگے ہوئے تھے۔ محمدؐ بن طلحہ و مہلت سے روایت ہے کہ قعقاع جس وقت بہ طلب و تلاش مفرورین کے روانہ ہوئے تو فارس کے سواروں میں سے ایک سے ملاقات ہو گئی۔ وُہ مسلمانوں پر حملہ کرنے لگا۔ تو یہ لوگ اُس سے پریشان ہوئے۔ اور بہت گھبرائے اور کوئی ایسا نہ تھا۔ جو اُس کے نزدیک جا سکتا۔ اسوقت قعقاع نے اپنے عزم بالجزم اور شدتِ صولت[۲] سے اس پر قصد کیا تو اُسے قتل کیا اُس کے اسباب ہمراہی میں سے دو صندوق مقفل[۳]

[۱] بھاگتے ہوئے [۲] سخت دبدبہ [۳] تالا لگا ہوا ۱۲

ہاتھ لگے۔ ایک صندوق کو کھولا تو اُس میں پانچ تلواریں تھیں مذہب واز کوفت اور زریں کسریٰ کی اور خود کمر پٹکا اس کا۔ دُوسرے کو جو کھولا تو اُس میں زرہ ہرقل بادشاہ روم کی تھی۔ زرہ ملک ماہان ترک اور زرین طایفہ ملوک کی تھیں جو کہ ہنگام ستیز قبل از گریز ہمراہ کسریٰ موجود تھے اور اُن تلواروں میں ایک تلوار تو کسریٰ کی کمر کی تھی۔ اور ایک ہرقل اور ایک ایک محفوظ خاقان و نعمان بن المنذر کی تھی۔ چنانچہ جس دم سعد بن ابی وقاص نے ان سب اشیاء کا ملاحظہ فرماکر کہا۔ کہ اے قعقاع ان تلواروں میں سے جو بھی تجھے پسند ہو اُٹھالے۔ اور اُس سے اعدائے دین کے ساتھ جہاد کر۔ تب قعقاع نے شمشیر ہرقل کی اُٹھالی پھر سعد رضی اللہ عنہ نے اُس کو بہرام گور کی زرہ بھی دی۔ اور باقی اسباب قعقاع کی جماعت کو عطا کیا۔ تیغ کسریٰ اور تیغ نعمان دونوں برائے نذر امیر المومنین رکھ لیں۔ اسی لئے کہ شامل خمیس کے معہ تاج مرصع کار و پوشاک زرکار ارسال فرمائیں گے۔ تو بعد ازاں صحابہ میں سے ایک

ٓ بھاگنے سے پہلے ۱۲

محمد حسین جعفری، 3 شمس 33 ... روڈ لاہور

شخص ناقل تھا۔ جو بروقت تعاقب[1] فراریاں لشکر کسریٰ میں بھی غازیوں کے ہمراہ تھا۔ اسی ہنگامہ دار و گیر میں کہ میں ایک راستے[2] پر چلا جاتا تھا۔ ناگاہ اثنائے راہ میں ایک آدمی مجھ کو ملا۔ کہ وہ اپنے حمار[3] پر سوار تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ پشت خر سے اُتر کر پیدل ہو گیا۔ اور اُس کو جلد جلد ہنکا لے چلا۔ یہاں تک کہ نہر پر پہنچا۔ اور گذرگھاٹ تلاش کرنے لگا۔ لیکن اُس کو پار اُترنا ممکن نہ ہوا تھا۔ تب میں اس کے نزدیک گیا۔ تو وہ مجھ پر تیر چھوڑنے لگا۔ اُس وقت میں اُس کے تیر سے اندیشہ ناک ہوا۔ آخرکار میں نے بھی اُس کا تیر کاٹ کر۔ اور زد بچا کر اُس پر حملہ آور ہوا اور پہلے ہی وار میں اُس کو قتل کیا۔ اور اُس کا حمار لے لیا پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اُس کا ساتھی ایک اور آدمی بھی ہے۔ اور اُس کے پاس بھی ایک خچر ہے۔ مگر وہ اپنے رفیق کو کشتہ دیکھ کر اپنا خچر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ میں دونوں خچروں کو لے آیا۔ اور اُس کے بعد مہتمم بیت المال کے سپرد کیں۔ جب ان دونوں کی پشت سے زین پوش اُٹھا کر

---

[1] پیچھا کرنا [2] راستے کے درمیان [3] گدھا ۱۲

دیکھا تو ایک خچر پر ایک گھوڑا زر نقرہ[۱] سے بنا ہوا تھا۔
اور اُس پر زر و جواہر قسم قسم کے جڑے ہوئے تھے اور
اُسی طرح اُس کی لگام تھی۔ اور ایسا ہی اُس کا زین
بھی تھا۔ اور دوسری خچر سے ایک اور اونٹنی سونے اور
چاندی سے بنی ہوئی تھی۔ اور اُس پر پالان سونے کا جڑاؤ
اور اُس کی مہار بھی سونے کی اور اُس میں تمام نگینہ ہائے
یاقوت بٹھائے ہوئے۔ اور اُس پر ایک مرد ناقہ[۲] سوار بھی
سیمتن۔ زرین۔ سپر[۳]۔ آہنی پہنے ہوئے تھا چنانچہ کسریٰ
کبھی وہ گھوڑا اور کبھی وہ ناقہ اپنے تاج میں لگاتا
تھا۔ اور اُس سے تمام ملوک روئے زمین پر ہی تفاخر
ومباہات کرتا تھا ۔

ابو عبیدہ ابہری نے بیان کیا۔ کہ جب مسلمان مدائن
میں داخل ہوئے۔ اور مہتمم بیت المال غنیمت کا مال جمع
کرتا تھا۔ اور تمام آدمی جو کچھ لاتے جاتے تھے وہ سب
اسی داروغہ کے سپرد کرتے جاتے تھے۔ جس وقت یہ دونوں
حمار اُس کے حوالہ ہوئے تو اُس نے کہا واللہ میں نے کبھی
ایسی چیزیں نہیں دیکھیں۔ بعد ازاں اس کو جو دونوں حمار

۱ہ چاندی ۲ہ سانڈنی سوار ۳ہ ڈھال ۴ہ فخر ۱۲

لایا تھا۔ حلف[1] دے کر پوچھا کہ اس کے سوائے تو نے کچھ اور بھی مال گدھا[2] سے لے لیا ہے۔ یا ان چیزوں میں سے تو نے بھی کچھ نکال لیا ہے! اس نے کہا واللہ اگر خدا کو حاضر و ناظر نہ جانتا تو یہ دونوں حمار تمہارے پاس نہ لاتا۔ تب اس مہتمم نے کہا۔ خیر تو مجھے یہ بتا۔ کہ تو کون آدمی ہے۔ اُس نے کہا۔ واللہ میں تجھ کو اپنا نام و نشان نہ بتاؤں گا۔ اس لئے کہ تو میری مدح و ستائش کرے گا۔ لیکن میں تعریف خدائے عز و جل کرتا ہوں۔ اور اُس کے عطائے ثواب بے حساب پر راضی۔ اور اُس کی جزائے خیر کا اُمید وار ہوں۔ یہ بات کر کے وہ آدمی وہاں سے رخصت ہوا۔ مگر ایک آدمی داروغہ کے پاس سے اُس کے پیچھے ہو لیا۔ اور کچھ آگے جا کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون آدمی ہے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ عامر بن عبد القیس ہے ؞

روایت ہے کہ اِس خبر کو سن کر جو گفتگو درمیان عامر و مہتمم بیت المال کے ہوئی تھی) سعد بن ابی وقاص نے کہا میں قسم کرتا ہوں

---

[1] قسم [2] گدھا ۱۲

اس خدا کی جس کا کوئی شریک نہیں۔ کہ اصحاب جلیش و قادسیہ
میں سے یعنی ہمارے اُس لشکر میں سے میں کسی
کو ایسا نہیں جانتا ہوں۔ کہ جس کو طلب مال و جاہ
و دنیا ہو۔ چناں چہ ہمارے نزدیک تین شخص مہتمم
بے لوث ہوتے تھے تو ہم نے ایک شخص کو واسطے
دریافت احوال اُن کے پیچھے لگا دیا تھا۔ سو ہم
اُن کے اوصاف امانت زاہد و دیانت سے عاجز
رہے۔ اور تینوں ایک تو طلحہ بن خویلد جو حضرت
صاحب ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدعی
نبوت ہوا تھا دوسرا عمرو بن معدیکرب اور تیسرا
قیس بن ہبیرہ؏

روایت کی ہے اُن اشخاص نے جو کہ فتح مدائن میں
حاضر تھے۔ کہ جب ہم نے بعد فتح قصر ابیض ؎۱
کے وہاں سے کوچ کیا۔ تو کچھ زمیندار لوگ۔
وہاں آکر داخل ہوئے۔ اور اُس قلعہ کو پکڑ لیا
اور وہاں وہ سب اہل فارس میں ارشد ؎۲ رزم و
قوی عزم ؎۳ تھے اور انہوں نے آپس میں عہد و
حلف کر لیا تھا۔ کہ ہرگز یہ خالی نہ کریں گے۔ پھر
جو لوگ مسلمانوں سے وہاں پر آئے اور در پے

؎۱ سفید محل ؎۲ لڑائی میں بڑے سخت ؎۳ پیچھے میدان سے نہیں ہٹنے والے ؎۴ اپنے ارادہ پکے

ان کے محاصرے کیئے ہوئے وہ قعقاع تھے۔ اور ہم بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ پھر جب ہم نے۔ ان زمینداروں کو دیکھا۔ کہ آمادہ مرگ اور لغر بکف ہیں۔ ہم لوگ اُن کے تیر پرتاب اور فلاخن [1] کی زد سے ہٹے ہوئے محاصرہ کئے رہے۔ تو آخر جب طول کھینچا۔ اور ہم کو اُن پر موقع نہ ملا اور نہ وُہ وہاں سے نکلنے پائے تب ہم لوگ اُن گبر بے دینوں کا محاصرہ کرنے سے اور کہیں کہ جہاد سے محروم ہیں۔ تب سعد نے مسلمان فارسی سے کہا کہ تم ان لوگوں کی طرف جاؤ۔ اور برائے مصالح امور مسلمین کی کوئی تدبیر اور کچھ ہی فکر کرو۔ یہ سن کر مسلمان فارسی اُن ہی جانب آگے بڑھے اور فارسی زبان میں اُن سے کلام و بات کرنے لگے۔ تو وہ تیر چلانے اور پتھر برسانے سے باز رہے۔ اور ٹھہر گئے اور مسلمان سے بولے تو کون ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ میں بھی مسلمانوں کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ اور تم خود جان لو کہ جو شخص اپنی جان یا مال خواہ اولاد کے لیے مقابلہ کرتا ہے۔ تو اُس وقت ایسا کرتا ہے جب اُمید مخلصی و رستگاری کی رکھتا ہے کہ میں

[1] گوپھیا۔ گھمانی ۱۲

تمہارے واسطے کوئی صورت خلاصی کی نہیں دیکھتا ہوں۔ کیوں کہ تمہارا بادشاہ تو بھاگ گیا۔ اور ہم نے اُس کا ملک و خزانہ لے لیا۔ اور اب مداین میں تمہارے واسطے کوئی مخالف باقی نہیں رہا۔ پس تم خدائے عزوجل سے ڈرو۔ اور مفت اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو اور اس قلعہ کو خالی کرکے ہمارے سپرد کردو۔ کیوں کہ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ اور تم کو امان ہے۔ جدھر تمہارا دل چاہے جا سکتے ہو۔ کوئی ہم میں سے تمہارے ساتھ تعرض[1] نہ کرے گا غرض جب ان لوگوں نے سلمان کی بات کو سنا۔ تو جواب دیا کہ جب تک ہم سب لڑکر مر نہ جاویں گے۔ ہرگز یہ قلعہ خالی نہ کریں گے ؃

یہ سُن کر اُن لوگوں کے حسب حال یہ آیت پڑھی۔ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ط وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ط وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝ ع

یعنی جن لوگوں نے کفر کیا۔ تو حق تعالےٰ نے بہ سبب اُن کے بغض و غیظ کے اُن کو مردود کیا۔

---

[1] روک ٹوک۔ اعتراض [2] غصہ [3] ع ۵ پارہ ۲۱ ع ۱۸۔ آخری صفحہ۔

باز رکھا کہ وہ امور خیر کو نہ پہنچے۔ اور برکات سے
محروم رہے۔ اور حق سبحانہٗ تعالٰے جو کہ مومنوں کے
حق میں قتال کے لیے کافی ووافی ہوا۔ کہ وہ جل و
علا بڑا توانا اور غالب ہے۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ سلمان خود
اپنے ہاتھ سے تیروں کی طرف اشارہ کرتے جاتے تھے۔
تو وہ تمام تیر دائیں بائیں طرف ہی نکل جاتے تھے۔ یہاں
تک کہ ان تیروں میں سے ایک بھی ان کے جسم نہ لگا۔
یہ دیکھ کر وہ سب کہنے لگے۔ تجھ کو قسم ہے۔ کہ اپنے
اس شخص کی جو تیرا مشارٌ الیہ[1] ہے۔ اور جس کی طرف تو
مائل ہے۔ سچ بتا کہ تو کون ہے؟ سلمان نے جواب دیا
کہ میں وہ دیرینہ سال ہوں۔ کہ عمر میری چار سو سال
کی ہوئی۔ آخر ایام میں عیسٰے بن مریم علیہ السلام کی
خدمت میں پہنچا۔ یہاں تک کہ اس اُمت کے نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں بھی فائز[2] ہوا۔ چناں چہ جب
میں حاضر خدمت با برکت ہوا تو اُنہوں نے میرا اکرام
کیا۔ اور جب میں نے ان کی خدمت گذاری کی تو انہوں
نے اس کے بدلہ میں مجھے عظمت[3] بخشی۔ اور یہاں تک کہ
مجھے اپنے اہل بیت میں محسوب[4] کیا۔ اور مجھ سے فرمایا۔
سَلْمَانُ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ۔ اور دوسری روایت میں
سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ۔ یعنی کہ سلمان ہمارے اہل بیت

---

[1] جس کی طرف اشارہ کیا جاوے [2] بامراد [3] بڑائی [4] حساب کرنا شمار کیا گیا ۱۲

سے ہے۔ پس جس وقت اُن لوگوں نے کلام سلمان کا سنا۔ تو معرفت سلمان کی اُن کو ثابت و تحقیق ہوئی۔ اور خوب یقین ہوا۔ کہ یہ شخص اکابر اور ابرار اہل دین اسلام سے ہے۔ اور سلمان کے سامنے انہوں نے گردنیں جھکائیں اور بہ صلح و راستی پیش آئے اور کہنے لگے۔ واللہ ہم اپنے ارادہ اور راز کو تم سے مخفی نہ رکھیں گے۔ چنانچہ سبب ہمارے قتال کا یہ ہے کہ ہم مال و متاع کے واسطے تو لڑتے نہیں ہیں۔ لیکن ہمارا بادشاہ کسرےٰ جو چلا گیا۔ اور ارادہ شہر نہاوند کا کیا ہے۔ اور اپنی دختر بیمار کو اپنے ہمراہ لے جانے سے معذور رہا۔ اور اُس کو ہمارے سپرد کیا۔ ہم نے حکم اس شہزادی کا اپنے اوپر واجب ولازم کیا ہے۔ اگر تم ہم کو اُن کے ہی باب میں امان دو۔ تو ہم کسرےٰ کی بیٹی تمہارے سپرد کر دیں گے۔ جب سلمان نے اُن کا یہ بیان تو کہا کہ خیر تم ابھی اپنے اس امر کو پوشیدہ رکھو میں جا کر امیر سے مشورہ کرتا ہوں۔ تب سلمان وہاں سے اپنے لشکر میں واپس آئے۔ اور جو کچھ ان لوگوں سے سنا تھا۔ وہ سب کے سب سعد سے ذکر کیا۔ ... تو پھر سعد نے کہا کہ اے عبداللہ

سلمان۔ تحقیق کہ مسلمان تمام عراق میں متفرق[1] ہیں اور مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی اُن میں سے اُن پر آپڑے۔ اور اُن کو اُن کے حال پر باقی نہ چھوڑے ۔

اِس واسطے اُن سے کہہ دو کہ اگر تم ہماری ہی حمایت میں آجاؤ۔ تو ہم پر تمہاری اعانت واجب و لازم ہوگی۔ پھر اُس وقت جس طرف تمہارا بھی ارادہ ہو۔ بلا تامل چلے جاؤ۔ کہ بعد اُس کے جو کچھ تم پر وارد ہو۔ ہم اِس کے ضامن ہیں۔ یہ سُن کے سلمان۔ پھر اُن زمینداروں کے پاس گئے۔ اور جو کچھ سعد نے کہا تھا۔ اُن سے ظاہر کردیا۔ چنانچہ جو لوگ اُن میں دانش مند تھے وُہ کہنے لگے۔ واللہ اگر عرب حق پر نہ ہوتے تو فارس اور رُوم پر کبھی فتحیاب نہ ہوتے۔ اور اب مقتضائے عقل یہ ہے۔ کہ ہم بھی عربوں کا دین اختیار کریں اور اُن کے سایہ دولت میں بہ امن وآسائش زندگی بسر کریں۔ کیونکہ یہ قوم ارادہ ملک و مملکت کا نہیں رکھتی ہے۔ اور تم اُس شخص (سلمان) کی عظمت کو دیکھتے ہو اور جو کچھ اس کی کرامت تمہارے رُو بہ رُو ظاہر ہوئی وہ بھی تم

[1] الگ الگ ۱۲

نے مشاہدہ کی۔ بعد اِس گفت گو کے اُن لوگوں نے
خفیہ دروازہ کھول کر لشکر اسلام کی طرف روانہ
ہونے سے پہلے سلمان کے پاس آئے۔ تو وُہ اُن
سب کو اپنے ہمراہ لے کر امیر سعد کے پاس گئے۔
اور وُہ سب اُن کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ جب
یہ واقعہ ہو چکا تو پھر سعد رونے لگے۔ اور فرمایا
اَللّٰھُمَّ اُنصُرِالاسلَامَ :۔

یعنی اے پروردگار تو اسی طرح اسلام کی نصرت
کر اور یہ آیت پڑھی۔ تِلکَ الاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَینَ النَّاسِ
یعنی یہ گردش ایام وانقلابِ زمانہ ہے۔ کہ ہم اِس
کو درمیان آدمیوں کے ہاتھوں ہاتھ پھراتے ہیں۔
ملک دُنیا یوں ہی دست بدست دورہ کرتا چلا آتا
ہے اور چلا جاوے گا۔ الغرض سعد نے مہتمم بیت المال
سے کہلا بھیجا۔ اُس نے جو کچھ مال و خزانہ ملک
کسرےٰ کا قصرِ ابیض میں تھا۔ وُہ سب قبضے کر لیا۔
اور پھر جس وقت مال غنیمت مسلمانوں پر تقسیم ہوا
تو اُن زمینداروں کو بھی (جو اسلام لائے تھے)
سارے مسلمانوں کے برابر حِصّہ دیا گیا؛

بعد ازاں ہر ایک ان میں سے اپنے اپنے قیام
گاہ یعنی کہ اپنے اپنے مسکن میں آباد ہوا۔ اور جب
ان لوگوں نے سعد کی یہ حالت دیکھی۔ اور جو کچھ

انہوں نے زمینداروں پر نوازش کی تھی۔ تو لوگوں نے سنی تو ہزاروں اُن کے دیکھا دیکھی اسلام لائے ؛
روایت کی واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے موسےٰ بن عبد اللہ سے اُس نے عمرو سے اُس نے اپنے جدّ بجیدا سے۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ سوائے اس روایت کے مجھے اور روایت بھی پہنچی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب مردمان لشکر کسریٰ کے پسپا ہوئے تو پھر ہاشم بن عتبہ نے اُن کا تعاقب کیا۔ تو نوبت اس زرک و ناز کی حوالی حلوان تک پہنچی۔ وہاں ایک جماعت اہل فارس سے ملاقات ہوئی۔ کہ وُہ لوگ اپنے ساز و سلاح[1] سے چست و درست تھے اور اُن کے ہمراہ بہت سے ہودج[2] اور محمل تھے۔ اور اُن پر عماریوں میں زنانہ سواریاں تھیں اور بہت سے خدام کنیز[3] و غلام ایک محافہ[4] کے گرد تھے۔ اور محافہ خرما کی لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ اُس پر پوشش رنگ برنگ کی تھی اور تار تار اُس کا زریں تھا۔ اور بیل بوٹے اِس کے طلائی اور مرصع بجواہر بے بہا تھے۔ اور پھر اُس کی چمک کے آگے نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ ہاشم نے

---

[1] ہتھیار [2] کجاوہ [3] لونڈیاں [4] محمل۔ ۱۲

یہ کیفیت دیکھ کر بااتفاق اپنے اصحاب کے اُس گروہ پہ حملہ کیا۔ اور اُنہوں نے بھی اُن پر حملہ کیا۔ اور بحال خود صابر و ثابت رہے۔ اور اُسی محافے کے لیے سخت لڑائی کی۔ کیوں کہ وہ محافہ شاہ زنان دختر ملک یزدجرد بن کسریٰ تھا۔ اور اُسی شاہزادی کو ساقر بن ہرمز اپنے اہتمام میں لے جاتا تھا۔ چنانچہ ساقر کو ہشام نے قتل کیا۔ اور صحاب ہاشم نے ہمراہیان ساقر سے بہتوں کو قتل کیا۔ اور باقی پس پشت پسپا ہوئے اور ہشام نے سب محافے اور اُن خادموں اور کنیزوں و غلاموں کو جو گردو پیش محافہ جلو میں تھے۔ اپنے قبضہ کر کے ان سب کو سعد کے پاس لا کے حاضر کیا۔ اور اُن کو اس بات کی خبر دی۔ کہ اُن سب کے ساتھ ہی اس محافے میں کسریٰ کی بیٹی ہے تو یہ سُن کے سعد نے یہ آیت پڑھی۔ اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ یعنی اے پروردگار مالک ملک لازوال تو ہی ملک و بادشاہت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور تو ہی ملک و سلطنت چھین لیتا ہے۔

جس سے چاہتا ہے اور تو ہی جس کو چاہتا ہے

عزت و غلبہ عطا کرتا ہے۔ اور وہ جس کو چاہتا ہے۔ ذلیل و مغلوب کر دیتا ہے۔ بعد ازاں سعد نے خزانوں کا ملاحظہ کیا۔ اور اس میں دو بڑے بڑے صندوق نظر آئے کہ وہ اندر باہر تمام ہی دیباج و زربفت سے منڈھے گئے تھے اور اس میں مسندِ[۱] کسریٰ رکھی تھی۔ جو تمام زرتار یعنی زرتار و ریشم سے بنی تھی۔ اور ہیرے و جواہرات اس پر سجے تھے۔ جس وقت سرمایہ میں عیش و نشاط[۲] سے خوشی کرتا تھا۔ تو اس مسند کو اپنے ایوان میں بچھاتا تھا۔ اور اس مسند کا نام بساط نزہت[۳] و بساط مسرت[۴] رکھا تھا۔

روایت ہے کہ جب سعد نے لوگوں پر غنیمت تقسیم کی۔ تو ہر ایک سوار کو بارہ ہزار دینار حصہ ملا۔ اور وہ سبھی سوار تھے۔ ان میں کوئی پیدل نہ تھا۔ جو لوگ وہاں حاضر نہ تھے۔ ان میں کوئی پیدل نہ تھا۔ جو حاضر نہ تھے۔ شہر جیرہ میں عورتوں اور بچوں کے ہمراہ تعینات تھے۔ ان کا حصہ بھی نکالا گیا۔ پھر وہاں کے مکانات بھی لوگوں میں تقسیم کئے۔ خزینہ دار تو عمرو بن المدائن تھے۔ اور مہتمم تقسیم کے سلمان بن ربیعہ ہوئے تھے۔ اور فتح مدائن ماہ صفر میں ہوئی

[۱] تکیہ گاہ [۲] خوشی [۳] تازگی [۴] خوشی شہ مفرد ۱۲

تھی۔ اور خمس[1] نکالا گیا۔ اور جب ارادہ تقسیم بساط کا کیا۔ تو کسی کے ذہن میں نہ آیا کہ اس کی قیمت کس طرح کی جاوے۔ تو تب سعد نے کہا کہ اے گروہ مجاہدین میری رائے میں یہ آتا ہے۔ کہ اس بساط کو ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بجنسہ بھیج دیں۔ اُن کو اختیار ہے۔ کہ جس طرح چاہیں کریں یہ سُن کر سب کے سب ایک زبان ہو کر بولے جو آپ کی رائے ہو۔ وُہ بہت خوب و مناسب ہے۔ آخر اس بساط کو پھر اسی صندوق میں رکھ دیا۔ اور مال خمس پر اُس کو اضافہ کیا۔ اور یہ نامہ لکھا۔ کہ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

خط

ابتدا کی جاتی ہے۔ اس نامہ کی خداوند تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام پر اور یہ خط امیرالمومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔ کہ وُہ من جانب اُن کے عامل سعد بن ابی وقاص کے جو ملک عراق پر

[1] پانچواں حصہ ۱۲

باموره ومقرر ہیں۔ بعد حمد خدا و درود و سردار انبیأ محمدؐ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پر ہمارا سلام۔ میں سپاس اس خدا کی کرتا ہوں۔ جس کے سوائے کسی دوسرے کو پرستش لائق نہیں۔ اور درود بھیجتا ہوں۔ اُسکے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس بات پر کہ اُس نے ہم سے لطف و احسان کیا ہے۔ بہ سبب ظفریاب[۱] کرنے کے ایسے دشمن پر جو مطیع شیطان ہے۔ اور اُس نے میدان گمراہی میں اپنی باگ چھوڑ دی ہے۔ کیونکہ حق تعالےٰ نے ہم کو خوبیِ عبودیّت پر جرأت اور استطاعت بخشی ہے۔ تو اُس سے ہم نے تمام ملک بادشاہِ کسریٰ کا فتح کر لیا۔ حالاں کہ اُس نے بہت حملے کئے۔ اور بارہا جنگ آوری کی۔ باوجود کمال تندی و سرکشی اُس کے سرداران لشکر کے جن کی ہیبت اور رُعب کی آن کے مُلک میں بڑی دھاک تھی۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ملائکہ درہ پشت پر مارتے تھے۔ یہ اس لئے کہ اللہ مومنوں کا مالک و ناصر ہے۔

اور کافروں کا کوئی حامی اور مددگار نہیں ہے غرضیکہ ہم نے لشکر مخالف کو تہ تیغ کیا تو وہ دشمن خدا

---

[۱] فتحمند ۱۲

(یزد جرد) بھاگ گیا۔ اور ہم نے اُس کی دُختر کو پکڑ لیا۔ اب ہم اس بات میں منتظر ہیں۔ آپ کے حکم کے۔ کہ اب کیا کیا جاوے۔ فی الحال ہم مدائن میں مقیم ہیں۔ اور سلام ہمارا آپ پر اور مسلمانوں پر اور رحمت و برکات خدا سب پر نازل ہو۔

یہ عریضہ معہ مال بشیر کے سپرد کر کے پانچ سو سوار ہمراہ کر دیئے اور کسریٰ کی بیٹی کو بھی اُس کے عماری میں سوار کر کے معہ اس کی کنیزہ غلام بشیر کے ہمراہ بھیج دیا۔ بعد ازاں سعد کی رائے میں آیا کہ ایک بشیر نقیب فتح مدائن کی خبر دینے والا بھی ساتھ جاوے اور آگے اموال خمس کے رہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر فضل و کرم کیا ہے۔ وُہ سب بیان کرتا چلے۔ تاکہ ہیبت و رُعب۔ فتوح دلوں میں زیادہ ہو جاوے۔ پس اس کام کے واسطے حبش بن ناجذ الاسدی یا واللہ اعلم ابن حلال کو بھیج دیا وہ اپنے ناقے پر سوار ہو کر بہ قصد مدینہ نکلے اور طے منازل و قطع مراحل میں تعجیل کرتا تھا اور حضرت کا یہ دستور تھا۔ کہ نماز صبح بقرأۃ سورہ مختصر پڑھ اپنے ناقے پر سوار ہو کر عراق کے راستہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اور اس بات کے متلاشی رہتے تھے کہ مسلمانوں سے کیا کوئی بات سُنائی دیتی

ہے۔ چناں چہ ایک روز جو حسب معمول جو اس طرف سوار ہو کر چلے جا رہے تھے۔ ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ جیش[1] اپنے ناقے پر سوار سے نمودار ہوا۔ پس جب حضرت عمرؓ نے اُسے دیکھا تو پھر اُس کی طرف قصد کیا۔ اور اُس کے پاس جا کر استفسار[2] حال کیا۔ کہ بندۂ خدا تو کہاں سے اور کدھر سے آتا ہے۔ اُس نے عرض کی کہ یا امیر المومنین! کہ میں مدائن سے آتا ہوں۔ تب پوچھا کہ تیرے پاس وہاں کی کیا خبر ہے۔ خدا تیری آنکھیں ٹھنڈی رکھے اور ہماری تمہاری مغفرت[3] کرے۔ تو اُس نے کہا کہ یا امیر المومنین! مژدہ باز بہ فتح عام بہ سعادت تمام کہ حق تعالےٰ نے فوج مشرکین کو شکست دی۔ دابر القوم المجرمین۔ یعنی حق تعالےٰ نے پچھا قوم منکرین کا کاٹ دیا۔ کہ اُن کے پیچھے والا کوئی بھی موقع نہیں دیا کہ اُن کی حمایت و پشت پناہی کرے۔ اور یہ کنایہ استیصال[4]۔ قطع نسل سے بھی ہے۔ اور اُن کے در و دیار اور ویرانہ ہو گئے۔ اور اُن کے آثار و نشان مٹ گئے۔ اور سارے اسپ اور شتر ان کے ضائع و تلف

---

[1] لشکر [2] پوچھنا [3] بخشش [4] جڑ سے کاٹنا

ہو گئے اور تمام فوج و جماعت اُن کی اُلٹ گئی اور تمام جمعیّت اُن کی پراگندہ ہو گئی۔ اور اُن کے محلات اور عمارات خراب ہو گئے۔ اور مدت ہائے زندگی اور عمریں ان کی کوتاہ ہو گئیں اور احوال ان کے پریشان ہو گئے اور مسکن اُن کے بے چراغ۔ اور وطن۔ ان کے ویران ہو گئے۔ چنانچہ جس وقت حضرت عمرؓ نے یہ گفتگو سُنی۔ تو حمد و ثنا خداوند کریم بجا لائے۔ اور فرمایا کہ اے وہ اپنے گھروں اور آرام گاہوں سے آوارہ اور خراب ہو گئے بعد ازاں وہاں سے اپنے دولت سرائے کو پھرے اور جیش ساتھ ساتھ فتح مدائن کا ذکر اور وہاں کی باتیں کرتا چلا۔ یہاں تک کہ مسجد میں پہنچے۔ اور لوگ یہ خوشخبری سُن کر۔ بڑے ذوق و شوق سے غول کے غول ہر طرف سے آنے لگے۔ اور مسجد تمام خلقت کے ہجوم سے پُر ہو گئی اور پھر کشمکش ہونے لگی۔ اور جیش سامنے کھڑا ہوا اُن سب سے حالات کو بیان کرتا تھا۔ اور حاضرین حمد و ثنا سے خدا کی تعریف کرتے تھے اور حضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر درود بھیجتے

تھے ۔ بعد ازاں بشیر بھی مال خمس وغیرہ لے
کر آ پہنچا ۔ کہ علاوہ اُس مال کے اس کے ہمراہ
کسریٰ کی بیٹی تھی ۔ اور اُس کے ساتھ
کسریٰ کی پوشاک اور تاج اور اس سلاح کا
اور اُس کی بساط تھی ؛

جب حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ، نے
یہ سب ہی چیزیں بار بار ملاحظ کیں ۔ تو
فرمایا کہ یہ شخص (سعد بن ابی وقاص) بہت
بڑا امین ہے ۔ جس نے ہمارے واسطے یہ
سب اشیاء ہدیہ بھیجیں ؛

اُس وقت حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے
یہ فرمایا ۔ کہ اب تم غنی ہو گئے ۔ کہ
رعایا میں بانٹ دو ۔ یہ بات سن کر حضرت
نے بعد ادائے حمد و ثنائے باری تعالیٰ
کے مال خمس سے حصہ اُن مسلمان کا بھی
نکالا ۔ جو کہ اُس وقت حاضر نہیں تھے ۔
اور باقی خمس بمواضع خود مناسب
جگہ پر تقسیم کیا ۔ بعد ازاں صحابہؓ
کو فرمایا ۔ کہ مجھے مشورہ دو ۔ کہ اس
بساط یعنی گلیم کو کیا کروں ۔

لوگوں نے کہا ہم سے آپ کی رائے بلند و بر تر ہے

مگر حضرت علی نے یہ فرمایا۔ کہ تو اپنے اوپر اب نادانی کو راہ نہ دے۔ اور شک میں نہ پڑ اس لئے کہ مال دنیا سے تیرے لئے کچھ نہیں ہے یعنی کہ تیرے ساتھ نہ جائے گا۔ مگر جو کچھ تو نے کسی کو عطا کیا ہے۔ وہ تو جاری رہا۔ اور جو تو نے پہنا وہ بوسیدہ کر ڈالا۔ اور جو تو نے کھایا وہ تو نے کھو دیا تب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔

اے ابو الحسن! یہ سب راست اور درست ہے ؛

بعد ازاں اُس بساط کو ٹکڑے ٹکڑے کروا کر اُن لوگوں میں تقسیم کیا۔ چنانچہ اُن میں سے ہر ایک آدمی کو ایک ایک ٹکڑا ملا۔ اور پھر جس نے اُس کو فروخت کر دیا۔ اُس کا بیس ہزار دینا ملا۔ اور جب تقسیم قطعات بساط سے فارغ ہوئے۔ تب محکم بن رواحہ کو اسی وقت بلایا گیا ؛

یہ شخص اہل مدینہ میں سب سے بڑا جسم والا اور تنا ور تھا۔ اور نیز بڑا کج خلق و بد مزاج تھا۔ جب وہ آیا تو اُس کو خلعت کسریٰ کا پہنایا۔ اور اُس کی حمایل

کہ جس میں جواہر ٹکتے تھے۔ اُس کے گلے میں ڈالی
اور اُس کا تاج اُس کے سر پر رکھا۔
اور اُس کے دستانے اُس کے دونوں ہاتھوں
میں پہنائے۔ اُس کا کمر بند اُس کی کمر
میں باندھا۔
غرض کہ جب سارا حلّہ و حُلّیہ کسریٰ
ابن ہرمز کے تن پر سجا۔ اور تمام
پوشاک اُس کو پہنائی۔ اور اُس کے ہتھیار
بھی لگائے۔ اور زرہ و خود وغیرہ ساز
حرب سے آراستہ کیا۔ تو اُس وقت بھی
لوگوں نے جو اُس کی طرف دیکھا تو کسرےٰ
جو اُس کی بادشاہی میں تھی نظر آئی۔
چنانچہ حضرت عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ
تعالےٰ عنہٗ نے شبیہ کسرےٰ دیکھ کر لوگوں
سے خطاب کیا۔ کہ عبرت پکڑو۔ دنیا سے
اور دیکھو اُس کے انقلابات کو نسبت اہل
دنیا۔ کے کہ مصائب[۱] و مہلکات[۲] اُس کے
کیسے کیسے نظر آتے ہیں۔ یہی کسرےٰ تھا۔
کہ باعث کثرت اپنے مال و خزانہ و زر و

---

[۱] مصیبتیں [۲] ہلاک کرنیوالی چیزیں ۱۲

جواہر کے اور بہ سبب عالی جاہ و عزت اور ملک وافر ہونے کے ملوک دنیا پر ہمیشہ فخر کیا کرتا تھا۔

لیکن اُس نے باوجود اس قدر ذی رتبہ ہونے کے بھی اپنی ذات خاص کے لیئے کچھ نہ کیا۔ جو خدا تعالےٰ اس سے خوش ہوتا۔ مگر۔ یہ کہ اُمید کاذب نے اُس کو مغرور کر دیا۔ یعنی خیال باطل نے اُس کو پکڑا۔ اور اُس کی جائے پناہ سے اُس کو باہر نکال کر آوارہ خانماں کیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ اُس نے اپنے دین و دنیا میں اکٹھا کیا ہے۔ اُسی میں مبتلا رہے گا:

ازاں بعد لوگوں سے مکرر بیان کیا۔ کہ اے گروہ مردماں۔ دیکھو یہ بادشاہ مدائن کا تھا۔ کہ اپنے اصحاب سے جدا اور اپنے اقرباء سے تنہا رہ گیا۔ اب وہ حشمت و سلطنت کہاں ہے۔ اور وہ تمام لشکر و مددگار کہاں گئے؟ اور وہ کنیزیں اور غلام کہاں؟ وہ تاج و کلاہ کہاں؟ وہ جیش۔ ہوا خواہ کدھر؟ اور وہ ہاتھی گھوڑے کہاں گئے؟ یہ کہہ کر بعد میں یہ آیت پڑھی:۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنیا قَلِیْلٌ۔ یعنی اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ تو لوگوں سے کہہ دے۔ کہ مال و متاع دنیا قلیل و ہیچ ہے۔ یعنی کچھ مال نہیں بعد ازاں لوگوں سے مخاطب ہوئے :-

اے جماعت اصحاب! مَنْ لَہٗ مِنْکُمْ یَدٌ سَابِقٌ۔ یعنی تم میں سے جس کا ہاتھ سبقت رکھتا ہے۔ یہ اشارہ ہے۔ اس بات سے کہ جس کا کچھ حق و استحقاق سابق ہو۔ چاہیئے کہ وہ اُٹھ کر سامنے آوے اور بیان کرے۔

یہ سن کر عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا اے امیر المومنین! میں پسر ہوں صاحب وخلیل حضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اور اُس شخص کا پسر ہوں جو سب سے پہلے ایمان لایا۔ اور جس نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت پر اُٹھایا۔ اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ اور نصرت کی اور مال اپنا راہ خدا میں دیا۔ اور اُن کے ہمراہ داخل ہو کر یار غار ہوا اور اُن کے سامنے کافروں سے جہاد کیا۔ اور جھگڑنے والوں سے جھگڑا۔ اور

ان لوگوں سے فخر سے لڑا۔
چناں چہ حق تعالےٰ نے اُسی حکے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ڈیستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل۔ یعنی کوئی تم میں سے برابری نہیں کر سکتا۔ اس شخص کی کہ جس نے مکہ کی فتح سے پہلے اپنا مال راہِ الٰہی میں دیا۔ اور راہِ خدا میں جنگ کی۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے فرمایا:۔
" واللہ تو اپنے دعوے اور بیان میں سچا ہے۔ اور تو نے اپنے باپ کی بہت کم فضیلت بیان کی ؂
بعد ازاں حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے عبدالرحمٰن کو خلعت دیا۔ اور دس ہزار درہم عطا کیا۔ اور اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اب تم میں سے کوئی شخص حقیقت اپنی کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ تو بیان کرے۔ تب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کھڑے ہوئے۔ اور بیان فرمانے لگے۔ کہ میں وہ ہوں۔ جس نے عسرت تنگی کے وقت سامان جیش ؂ کا مہیا کر دیا تھا

اور میں ہی روضہ پر حاضر ہوا۔ اور میں
نے تمام قرآن شریف کو تالیف و جمع کیا
اور میں نے دو رکعت میں تمام قرآن
شریف پڑھا۔ اور میں نے دو دختروں
(زینب و ام کلثوم) کو حضرت صلے اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم اسے عقد کیا۔ اور میں نے دو
قبلہ کی جانب نماز پڑھی اور محبت خدا اور
رسولؐ میں اپنا مال تقسیم کیا۔ اور میں وہ
ہوں۔ کہ جس کے حق میں خدا تعالےٰ نے یہ
آیت نازل فرمائی :-

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا
یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ

یعنی کیا وہ جو فرمان بردار اور اوقات
شبوں میں نماز گذار ہے۔ جب کہ وہ سجدہ و
قیام کرنے والا ہے۔ اور خوف الٰہی رکھتا ہے
اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار
ہے۔ یعنی وہ شخص ایسے شخص کے برابر نہیں
ہو سکتا۔ جو ایسا عمل نہیں کرتا ؂
تب حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ،
نے فرمایا!
اے ابو فیشان! تو نے کیا خوب کہا۔ مثل

تیری کون ہے۔ کہ جھوٹ سے دور اور باز
رہا ہو۔ اور پھر اُن کے لئے بھی دس
ہزار درم کا حکم فرمایا ؏

بعد از عطاء و انعام عبدالرحمان رضی
اللہ تعالےٰ عنہ، و حضرت عثمان رضی اللہ
عنہ، حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے
زہد و ورع[1] دو بھائیوں کی طرف نظر
کی۔ اور وہ دونوں دو شاخیں سرسبز و
دونوں سردار جوانان اہل جنت اور دونوں نواسے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے دو گل ریحان
(حسن حسین ع) تھے تب اُن دونوں سے کہا کہ اے
میرے پیارو۔ کہو تم دونوں کو کون سی حاجت
یہاں لائی ہے۔ تمہاری مانند و برابر دُوسرا
کون ہے جو فخر کرے۔ کیا تم نواسے حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہو؟ کیا تم دونوں
کی والدہ حضرت فاطمہ بتول[2] رضی اللہ عنہا
نہیں ہیں۔ کیا پدر تمہارا خدا کا برہنہ شمشیر نہیں
ہے؟ کیا درمیان تمہارے تاویل قرآن شریف
نازل نہیں ہوئی ہے۔ کیا تم ہیں چھٹا

---

[1] پرہیزگاری [2] تبل (یعنی کاٹنا) سے مشتق ہے۔ دنیا سے کاٹنے والی۔ لقب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ؛ لمہ رضی اللہ عنہا ۱۲ (ابورشید عفی عنہ)

شخص زیر عبا[1] جبرئیل نہیں تھا؟ یعنی تم ہی پنجتن اہل کسا[2] میں چھٹا جبرئیل بھی داخل تھا۔ کہ اُس کو بھی سادس اہل عبا ہونے کا فخر و ناز تھا۔ اور حق تعالیٰ نے تم میں یہ حکم نازل نہیں کیا۔ کہ نیکو کاروں پر کوئی سبیل مداخلت و دست اندازی کا نہیں ہے۔ غرض کہ اگر تم دونوں فخر کرو۔ تو تمہارے لئے بڑا فخر ہے۔

راس گفت گو کے بعد ہر ایک کو بیس بیس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ اُس وقت بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:-

اے عمر! اللہ درّک۔ یعنی خدا تعالیٰ تم کو اجر نیک و جزائے خیر عطا فرمادے۔ کہ کون آدمی تمہاری مانند بات کرتا ہے۔ اور کون اس طرح مداحِ اہل بیت نشر کرتا ہے۔ اور کون ہے جو ایسی ثنا خوانی اور اُس طریقہ سے ذکر خیر اور اس قسم کی شکر گذاری اور پاس داری کرے بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب وہ شخص کہ جس کا باپ امور خیر میں

---

[1] کمبل۔ اون کا کپڑا۔ گودڑی [2] چادر گلیم۔ کمبلی ۱۲

سابق و لاحق ہو۔ اٹھ کر میرے سامنے آوے
یہ بات سن کر عبداللہ بن عمرؓ رو برو آ کھڑے
ہوئے اور عرض کی:۔

"اے پدر بزرگوار! کیا میں آپ کا پسر نہیں
ہوں۔ اور کیا آپ اس امت میں لائق فضائل
وحمد و افتخار نہیں ہیں؟ اور کیا آپ کے لئے
فصاحت[1] اور وقعت اور وقار حاصل نہیں
ہے۔ کہ آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی نصرت
کی۔ اور آپ نے سنت و سیرت حضرت صلے
اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی تابعداری کی۔ خداوند تعالیٰ
جل شانہٗ نے آپ کے حق میں یہ آیت نازل
فرمائی:۔

یَاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ
الْمُؤْمِنِیْنَ:۔ اے نبی تیری امداد کے لئے حق
تعالےٰ کافی ہے۔ اور مومنین میں سے جس نے
تیری تابعداری اور پیروی کی۔ نصرت اور
کفایت کرتا ہے۔ اور آپ نے اسلام کو ایسا
غلبہ دیا کہ عبادت خدا جو خفیہ کی جاتی تھی۔
وہ ظاہر بجا لاتے ہیں۔

[1] خوش بیانی ۱۲

تب حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ اے فرزند
وہ شقی ہے۔ جو دنیا مکّار کے فریب میں آجائے
اور سعید وہ ہے جو عاقبت و آخرت کے
لئے نیک کام کرے۔ اور پھر یہ آیت پڑھی
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ یعنی جو کوئی نیک کام
کا مرتکب ہوتا ہے۔ ضرر اُس کا اُسی کی ذات
پر واقع ہوتا ہے۔ یہ کہہ کے اپنے بیٹے عبداللہ
کے واسطے ایک ہزار درہم کا حکم دیا۔ تو اس وقت
عبداللہ نے اپنی حقیقت بیان کی اور یہ کہا۔ کہ والد
بزرگوار! میں نے ہجرت کی ہے۔ یعنی میں مہاجرین
میں سے ہوں۔ اور میں نے مال راہِ خدا میں دیا۔
اور دین کی امداد کی۔ اور میں نے جماعتِ روم
کو پراگندہ کیا۔ اور اُن کے جیش[۱] کو جنبش میں
لایا۔ اور میں نے کوئی تقصیر و کوتاہی نہیں کی۔ مگر
اس پر بھی آپ میرے لئے خدا کے مال کثیر سے
تھوڑا حکم فرماتے ہیں۔ یعنی میرے حق میں آپ
بہت زیادہ کمی کرتے ہیں۔ حالاں کہ آپ
نے اُن لوگوں (یعنی حسنینؑ[۲]) کو اِس قدر دیا
ہے۔ تب حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ،

[۲] امام حسن اور حسینؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔ [۱] لشکر ۱۲

نے کہا :-

"اے فرزند ! راہ انصاف پر قدم رکھ
اور نہ کر پیروی اسراف[1] کی ۔ میں تجھ سے یہ
ہی کہتا ہوں کہ مثل جد امجد اُن دونوں
کے اگر تیرا بھی جد ہوتا تو اُسی قدر تجھ
کو بھی دیا جاتا ۔ کہ جیسی ان دونوں کی والدہ
ماجدہ ہیں تیری بھی ماں ویسی ہوتی ۔ تو تجھ
کو بھی اُن کے برابر پورا دیتا ۔ اور اگر تیرا پدر
بھی ان کے پدر کے برابر ہوتا ۔ تو میں تجھ
کو بھی اِسقدر رضامند کرتا ۔ لیکن اے فرزند
روزِ قیامت جتنے نسب اور جتنی قرابتیں
ہیں وہ سب منقطع[2] و مخفی ہو جاویں گی
مگر نسب بتول زہرا روشن و ثابت رہے گا۔"

روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ رضی اللہ
عنہٗ اِن باتوں سے فارغ ہوئے ۔ تو کسریٰ
کی بیٹی کی نسبت حکم دیا ۔ کہ اُس کو سامنے
لاؤ ۔ چناں چہ وہ شاہزادی رو برو جو آئی
تو اُس کے تن پر پوشاک نفیس و زیور
جواہرات سے بہت کچھ تھا ۔ تب ایک

---

[1] فضول خرچی [2] ٹوٹا ہوا ۔ ۱۲

آدمی کو حکم دیا کہ زیور وغیرہ اُس کا اُتار لے۔ تاکہ اس کی قیمت سے لوگوں کے لیئے اضافہ کیا جائے آخر وُہ شخص شاہزادی کی طرف آگے بڑھا تاکہ وُہ سب اسباب اتار لیوے۔ مگر شہزادی نے اُس کو منع کیا۔ اور اُس کے سینے پر دو ہتھڑ مارا۔ کہ وہ باز رہا۔

یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ غیظ و غضب[1] میں آئے۔ اور لوگ اس ملکہ پر تازیانہ بلند کیئے ہوئے منتظر حکم کے تھے اور وُہ روتی تھی۔ اُس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اے امیرالمؤمنین مہلاً۔ یعنے غصہ نہ کر۔ اور افروختہ خاطر نہ ہو۔ کہ بہ تحقیق میں نے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ فرماتے تھے کہ جو رئیس قوم ذلیل و خوار ہو جاوے۔ اور جو غنی و تونگر کسی قوم کا محتاج و نادار ہوجاوے تو اُن پر رحم کرو یہ بات سن کر طیش حضرت کا فرو ہوگیا۔ اور پھر جو اُس شہزادی کی طرف نگاہ کی۔ تو یہ دیکھا کہ وُہ شاہزادی تیز نظر سے

---

[1] غصہ ۱۲

حسنینؓ ابن علیؓ کو دیکھ رہی ہے ؎
اُس وقت حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے کہا۔
میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ فرماتے تھے۔ کہ فراستِ[۱] و فطانتِ[۲] مومن سے ڈرتے رہو۔ اور ملحوظِ خاطر رکھو۔ کہ بہ قوت نور خدا مشاہدہ کرتا ہے۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ یہ لڑکی حسنینؓ ابن علیؓ کو بہ چشم التفات اور تیز نگاہ سے دیکھتی ہے۔ سو مجھے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ یہ دختر تمام آدمیوں میں سے حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی طرف عقیدت رکھتی ہے۔ اِس لیے کہ ہم لوگوں میں از روئے صباحت اور وجاہت کے حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے کوئی بہتر نہیں ہے ؎
اُس کے بعد فرمایا:۔
اے ابا حضرت عبدُاللہ۔ اِس لڑکی کو لو۔ کہ یہ میری طرف سے تمہارے لیئے ہدیہ

---

[۱] سمجھ کی تیزی [۲] دانائی۔ ۱۲

ونخفہ ہے ۔

خیال جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سب حاضرین مسلمان اس امر میں حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے شکر گذار ہوئے۔

عمرؓ بن محمد واقدی نے انس عبد اللہ علی سے نقل ہے۔

انہوں نے کہا ماہ ربیع الاول ۲۹۰ھ ہجری میں مسجد اقصےٰ کے درمیان میرے سامنے یہ روایت پڑھی گئی۔ جن کو عدنان بن ماہد العنتوی نے مجھ سے روایت کی ہے۔ کہ جس وقت اہل فارس مدائن سے شکست پاکر مفرور ہوئے۔ تو سعد بن ابی وقاص نے مدائن[1] پر قبضہ و تسلط کیا۔ اور دیگر حالات ان کے وہ ہیں۔ جو بیان ہو چکے ہیں اور بتائے ہیں ۔

پھر وہ اپنی جائے قرار (قصر ابیض[2]) میں مقیم ہوئے۔ اور اُس میں اس شان سے جلوس کیا۔ کہ جس طرح شاہان کسریٰ اجلاس کیا کرتے تھے۔ مگر یہ کہ لباس

---

[1] مدائن ایک شہر کا نام ہے۔ نیز مدینہ کی جمع ہے۔ اور مدینہ شہر کو بھی کہتے ہیں۔ [2] سفید محل ۱۲۔

عبودیت وخشوع کا زیب تن اور پیراہن خضوع کا دربر تھا کیوں کہ دنیا کو خوابہائے پریشاں سمجھتے تھے۔ اور آخرت کو دار القرار وسرائے جاوداں جانتے تھے۔ اور جس وقت آثار ملوک عجم۔ اور اُن کی مملکت کی طرف نظر کرتے تھے تو دین اور یقین اُن کا زیادہ ہوتا تھا ؀

تمّت الکتاب بعون الملک الوھاب

بتصحیح ابو رشید محمد عبد العزیز عفا اللہ عنہ خطیب جامع مسجد
زنگ لائٹ محمد عزیز منزل متصل تکیہ نور شاہ
متوطن چارگاں والی ضلع
گجرات پنجاب

فی شنبہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختم المرسلین پنجشنبہ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

جولائی سنہ ۱۹۳۷ء

الآن اگست سنہ ۱۹۴۰ء رجب المرجب سنہ ۱۳۵۹ھ